امام اہل سنت اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے خلاف مسئلہ اذان ثانی فی الجمعہ کے سلسلے میں
۱۹۱۶ء میں ہوئے بدایونی مقدمہ لائبل سخاوت حسین کی تاریخی روداد

مقدمہ بدایوں و بریلی

تاریخی حقائق



تحقیق و ترتیب
محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی
نوری دارالافتاء مدینہ مسجد محلہ علی خان کاشی پور اتراکھنڈ

المختار پبلی کیشنز مالیگاؤں

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے خلاف مسئلہ اذان ثانی فی الجمعہ کے سلسلے میں
۱۹۱۶ء میں ہوئے بدایونی مقدمہ لائبل سخاوت حسین کی تاریخی روداد

مقدمہ بدایوں و بریلی

تاریخی حقائق

تحقیق و ترتیب
محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی
نوری دارالافتاء مدینہ مسجد محلہ علی خان کاشی پور اتراکھنڈ

المختار پبلی کیشنز مالیگاؤں

تفصیلات

کتاب: مقدمہ بدایوں وبریلی تاریخی حقائق

تحقیق وترتیب: مفتی محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی خلیفہ تاج الشریعہ محدث کبیر
نوری دارالافتاء مدینہ مسجد، محلہ علی خاں، کاشی پور، اتراکھنڈ (9759522786)

باہتمام: نبیرۂ شہنشاہ کوکن شہزادۂ غوث اعظم خلیفۂ حضور تاج الشریعہ وحضور امین شریعت علیہما الرحمہ
ابوالحسنین حضرت سید شاہ آل رسول عبدالقادر جیلانی قادری مدظلہ العالی
(بانی وسرپرست جیلانی مشن)

ناشر: المختار پبلی کیشنز، مالیگاؤں

سن اشاعت: صفرالمظفر ۱۴۴۵ھ۔ستمبر 2023ء

صفحات: 160

قیمت: 130 روپے

ملنے کے پتے

جیلانی مشن،ممبئی	9594978611
المختار پبلی کیشنز،مالیگاؤں	9373724282
اردو کتاب گھر،بھیونڈی	9272786541

شرف انتساب

فقیر اپنی اس کاوش کو

اپنے آبائی وطن ،مدینۃ الاولیاء بدایوں شریف کے

رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، خصوصًا

چھوٹے، بڑے سرکار، رضی اللہ تعالیٰ عنہما

کی بارگاہوں سے معنون کرنے کا شرف حاصل کررہا ہے،

جن کے فیضان کرم سے امام اہل سنت حضور اعلیٰ حضرت قدس سرہ کو تمغہ فتح ونصرت حاصل ہوا۔اور

مشائخ خانقاہ رضویہ وخانقاہ قادریہ بدایوں شریف کے پیر خانہ مارہرہ مقدسہ کے جملہ اولیاے کرام ومشائخ عظام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ خصوصًا

حضرت شاہ سید مہدی حسن میاں شیخ مارہرہ

اور حضور تاج العلما حضرت سید محمد میاں مارہروی، علیہما الرحمۃ

کی مقدس بارگاہوں سے منسوب کرنے کی سعادت حاصل کررہا ہے،

جنہوں نے مقدمہ بدایوں کے تعلق سے حق کی حمایت کرتے ہوئے بحسن اخلاص امام اہل سنت اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا ساتھ دیا۔ ع

گر قبول افتد زہے عز و شرف

یکے از گدایان مسلک اعلیٰ حضرت

محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی

نوری دار الافتاء مدینہ مسجد محلہ علی خاں کاشی پور اتراکھنڈ

فہرست مشمولات

تقریظ منیر

شہزادہ غوثِ اعظم، نبیرہ شہنشاہِ کوکن، خلیفہ حضور تاج الشریعہ و حضور امینِ شریعت علیہما الرحمہ
حضرت ابوالحسنین سید شاہ آلِ رسول عبد القادر جیلانی قادری مدظلہ العالی
(بانی و سرپرست: جیلانی مشن)

بسم اللہ و الحمد للہ و الصلوٰۃ و السلام علیٰ رسول اللہ!

امابعد! مسلکِ امام احمد رضا علیہ الرحمۃ اس دورِ پر فتن میں ایمان و عقیدے کی حفاظت کا ضامن اور اہل حق کی پہچان ہے۔ امام اہل سنت علیہ الرحمۃ نے ہر محاذ اور ہر میدان میں امت مسلمہ کی رہبری و رہنمائی فرمائی۔

۱۳۳۲ھ کے آس پاس امام اہل سنت نے احیاے سنت کا فریضہ انجام دیتے ہوئے اذان خطبہ (اذان ثانی) کے خارج مسجد ہونے سے متعلق دلائل و براہین سے مزین ایک فتویٰ تحریر فرمایا۔ آپ کے موقف کی حمایت میں جہاں درجنوں علما و مشائخ سامنے آئے وہیں بعض مقامات سے آپ کی اپنوں کی طرف سے مخالفت بھی ہوئی۔ کسی مسئلے میں علما کے مابین اختلاف کوئی نئی بات نہیں تھی، مگر اس مسئلہ نے ایک الگ موڑ اس وقت اختیار کر لیا جب بدایوں شریف کی سرزمین سے سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ پر مقدمہ درج کراوایا گیا، جو کم و بیش ایک ڈیڑھ سال تک چلتا رہا اور بالآخر مقدمہ میں فتح و نصرت سرکار اعلیٰ حضرت کا مقدر بنی۔

اس دوران جواب اور جواب الجواب کا سلسلہ چلتا رہا۔ اکابر علما کے ساتھ ساتھ خود سرکار اعلیٰ حضرت کا پیر خانہ بھی سیدی اعلیٰ حضرت کے موقف کی نہ صرف تائید و حمایت میں کھڑا رہا، بلکہ خانوادہ برکاتیہ مارہرہ شریف کی طرف سے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے موقف کی تائید میں رسالے بھی لکھے گئے۔

بہر کیف یہ ایک طویل داستان ہے کہ اس دوران کیا ہوا؟ کیا لکھا گیا! کیا جواب دیا گیا! کچھ لوگ اس قضیہ کو لے کر عوام اہل سنت کو گمراہ کرتے ہیں اور بریلی و بدایوں شریف

سے بدظن کرنے کی کوشش کرتے ہیں، مگر انصاف پسندی کے ساتھ اگر قضیے کا مطالعہ کیا جائے تو ذہن و فکر کو کھول دینے والے حقائق سامنے آتے ہیں۔

جماعت اہل سنت کے جواں سال عالم و محقق مفتی محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرلوی زید علمہ نے اس سے قبل بھی بہت سے تحقیقی موضوعات پر قلم اٹھایا اور اہل علم و دانش، علما و محققین سے داد و تحسین وصول کیا۔

پیش نظر کتاب بھی مسئلہ اذان ثانی پر سرکار اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ پر ہوئے مقدمہ کی مکمل، منصفانہ روداد و جائزہ ہے۔ ان شاء اللہ اس تحریر سے فتنوں کے منہ بند ہوں گے۔ اور سوشل میڈیائی نابالغ محققین کے اعتراضات کی قلعی کھلے گی۔

مصنف موصوف نے دقیق تحقیق کے ساتھ مقدمہ کی تمام روداد کو یک جا کر دیا ہے۔ اور غیر جانب دارانہ جائزہ پیش کیا ہے۔

رسالہ کی اشاعت المختار پبلی کیشنز، مالیگاؤں کے زیر اہتمام عمل میں آرہی ہے۔ فقیر قادری مصنف و ناشر کو مبارک باد پیش کرتا ہے۔ اور امید کرتا ہے کہ ان شاء اللہ یہ کتاب حقیقت سے آگاہی اور غلط پروپیگنڈوں کی نقاب کشائی کا سامان ہوگی۔

دعا گو ہوں، رب تبارک و تعالیٰ ہم سب کو بزرگانِ دین کا ادب کرنے والا بنائے، اور اکابرین امت کی شان میں گستاخی سے محفوظ رکھے۔ نیز مسلک اعلیٰ حضرت کا سچا پکا داعی بنائے۔

آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

دعا گو:

فقیر قادری ابوالحسنین سید شاہ آلِ رسول عبد القادر جیلانی قادری غفرلہ

(ممبئی)

۱۳ صفر المظفر ۱۴۴۵ھ / ۳۱ اگست ۲۰۲۳ء

تقریظ جلیل

نبیرہ اعلیٰ حضرت، شہزادہ تاج الشریعہ، قائد ملت حضرت علامہ مفتی محمد عسجد رضا خان صاحب قبلہ دام ظلہ، سجادہ نشین خانقاہ تاج الشریعہ و سربراہ اعلیٰ جامعۃ الرضا، بریلی شریف

الحمد لولیہ والصلاۃ والسلام علیٰ نبیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین!

ایک صدی پیشتر میرے جد کریم حضور اعلیٰ حضرت، امام اہل سنت امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ والرضوان نے جمعہ کی اذان ثانی خارج مسجد ہونے سے متعلق تحقیقی فتوی جاری فرمایا تھا جس پر جمہور علما نے مہر تصدیق ثبت فرمائی۔ البتہ اہل سنت میں سے چند مشہور علما اس فتوے کے خلاف رہے، جن میں سے علمائے بدایوں بھی تھے۔ طرفین سے اس پر خوب بحثیں ہوئیں، لیکن اسی دوران بدایوں کے ایک غیر معروف شخص کی طرف سے حضور اعلیٰ حضرت کے خلاف مقدمہ دائر کر دیا گیا۔ ایک ڈیڑھ سال مقدمہ چلا اور آخر میں حضور اعلیٰ حضرت کو فتح حاصل ہوئی۔

اس مقدمہ کی مکمل تاریخ اور غیر جانبدارانہ محقق و مدلل روداد میرے سامنے پی ڈی ایف کی شکل میں ہے، جس کا نام ”مقدمہ بدایوں و بریلی تاریخی حقائق“ ہے۔

یہ کتاب منصف مزاج حضرات کے لیے ایک بڑی سوغات ہے اور فتنہ پرور افراد کے حق میں مسکت و دنداں شکن جواب۔

اس کتاب کے محقق و مؤلف عزیز القدر مولانا مفتی محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی زید مجدہ، ہیں۔ مفتی صاحب تحقیقی مزاج رکھتے ہیں اس سے قبل بھی ان کی دو درجن کتابیں منظر عام پر آکر داد و تحسین وصول کر چکی ہیں۔ امید ہے کہ ہر بار کی طرح یہ کتاب بھی مقبول ہوگی۔

اللہ تعالیٰ مفتی صاحب کی اس کاوش کو قبول فرمائے اور انہیں مزید ترقیاں عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم علیہ وعلیٰ آلہ افضل الصلاۃ واکرم التسلیم۔

محمد عسجد رضا قادری۔ بریلی شریف

۲؍ صفر المظفر ۱۴۴۵ھ

قضیہ اذان ثانی: مجلس فقہ و افتا سے کورٹ کچہری کی دہلیز تک

ماہر درسیات، حضرت علامہ مفتی محمد سلیم صاحب قبلہ زید مجدہ، مدیر اعزازی ماہنامہ اعلیٰ حضرت وزینت مسند تدریس، جامعہ رضویہ منظر اسلام درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف

مدرسہ قادریہ بدایوں کا خانقاہ عالیہ قادریہ برکاتیہ مارہرہ مقدسہ سے نہایت گہرا علمی و روحانی تعلق رہا ہے جو تاریخ کا اہم باب ہے۔ سیدی سرکار اعلیٰ حضرت اور ان کے والد ماجد علامہ نقی علی خاں علیہ الرحمہ کا مارہرہ مقدسہ سے تعلق قائم ہونے سے بہت پہلے ہی تاج الفحول حضرت علامہ عبدالقادر بدایونی علیہ الرحمہ کے ذریعہ علمائے بدایوں سے نہایت ہی گہرا رشتہ و تعلق قائم ہو چکا تھا۔ تاج الفحول حضرت علامہ عبدالقادر بدایونی علیہ الرحمہ ہی ان حضرات کو بیعت کرانے کے لیے مارہرہ مقدسہ لے کر گئے تھے۔ حضرت تاج الفحول اور حضرت علامہ عبدالمقتدر بدایونی علیہما الرحمہ سے امام احمد رضا کے جو دینی و علمی رشتے تھے وہ جگ ظاہر ہیں۔ ندوہ کے خلاف پٹنہ میں منعقد ہونے والی کانفرنس میں اعلیٰ حضرت کے لیے "مجدد مائۃ حاضرہ" کا اعلان بھی سب سے پہلے حضرت علامہ عبدالمقتدر بدایونی علیہ الرحمہ ہی نے کیا تھا۔ مگر علامہ عبدالمقتدر بدایونی علیہ الرحمہ کے آخری دور (۱۳۳۲ھ اور ۱۳۳۴ھ کے درمیان) میں ایک ناخوشگوار اور افسوس ناک حادثہ و واقعہ یہ ہوا کہ جمعہ کے دن خطبہ کے وقت ہونے والی اذان ثانی خارج مسجد ہو یا داخل مسجد؟

اسے لے کر اولاً علمی اختلاف ہوا۔ علمائے بدایوں داخل مسجد، منبر کے قریب، خطیب سے متّصل، خطیب کے سر پر اذان خطبہ دیے جانے کے قائل تھے اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی فقہائے احناف کی اتباع میں مضبوط فقہی دلائل اور مستند احادیث کریمہ خاص کر ابو داؤد شریف میں درج حدیث پاک کی روشنی میں اس اذان کو خارج مسجد دیے جانے کے قائل تھے۔ اعلیٰ حضرت کے فتوے سے وہابیان بریلی و کانپور نے تو اختلاف کیا ہی اس کے ساتھ سنی علمائے بدایوں اور علمائے رامپور نے بھی شدید اختلاف کیا۔ یہ اختلاف اتنا بڑھا کہ مولانا عبدالمقتدر بدایونی علیہ الرحمہ کی حیات ہی میں مدرسہ قادریہ سے

وابستہ بعض علمائے بدایوں نے اسے اپنی ناک ہی کا مسئلہ بنالیا اور اس پر اتنے چراغ پا ہوئے کہ مولانا عبدالمقتدر بدایونی علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد اس خالص علمی و فرعی اختلاف کو ذاتی اختلاف و عداوت میں بدل کر اور انتقامی جذبہ میں چور ہو کر ایک غیر معروف شخص کے نام سے اعلیٰ حضرت کے خلاف بدایوں کورٹ میں ''ہتک عزت عرفی'' کا مقدمہ ہی دائر کرا ڈالا۔

اس موقع پر اور ان حالات میں مارہرہ مقدسہ کی سرزمین سے صاحب عرس قاسمی سیدنا ابو القاسم شاہ محمد اسمٰعیل حسن شاہ جی میاں علیہ الرحمہ اور ان کے شہزادے تاج العلماء حضرت علامہ مفتی محمد میاں برکاتی علیہ الرحمہ نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہر اعتبار سے ہر سطح پر بھرپور ساتھ دیا۔ علمی و فقہی تائید کے ساتھ کورٹ کچہری تک میں ان دونوں شخصیات نے اعلیٰ حضرت کی پشت پناہی فرمائی۔ اعلیٰ حضرت کے خلاف کورٹ سے جب وارنٹ جاری ہوا تب حضرت تاج العلماء نے بریلی شریف میں واقع اپنی سسرال کے ایک گھر میں اعلیٰ حضرت کو روپوش کرایا۔ ان تمام باتوں کی تفصیل حضرت تاج العلماء علیہ الرحمہ کی کتابوں اور اس دور میں بریلی اور بدایوں کے اختلاف پر لکھی جانے والی کتابوں میں موجود ہے۔

قضیہ اذان ثانی کی حقیقت:

اصل میں معاملہ یہ تھا کہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تقریباً ۱۳۳۲ھ کے آس پاس ایک مردہ سنت کو زندہ کرنے کی غرض سے یہ فتویٰ جاری کیا تھا کہ جمعہ کے دن خطبہ کے وقت ہونے والی اذان خطبہ جسے اذان ثانی کہا جاتا ہے وہ منبر سے متّصل، امام کے سر پر، مسجد کے اندر (داخل مسجد) نہ دی جائے بلکہ مسجد کے باہر جو فقہی اصطلاح میں خارج مسجد حصہ ہے وہاں دی جائے۔ یہی فقہی مسائل کا مقتضا ہے اور یہی سنت بھی ہے۔

اعلیٰ حضرت، شہزادگان اعلیٰ حضرت اور خلفائے اعلیٰ حضرت نے باقاعدہ طور پر اس کی تحریک بھی چلائی۔ اس وقت علمائے بدایوں مدرسہ قادریہ بدایوں شریف میں حضرت علامہ عبدالمقتدر بدایونی علیہ الرحمہ باحیات تھے۔ انہوں نے اور ان کے دیگر اہل خانہ اور اہل

مدرسہ علما نے اس ایک فرعی اور جزئی مسئلہ میں ایسا شدومد کے ساتھ اختلاف کیا جو اہل علم کی شایان شان نہیں تھا۔ اس سلسلے میں انہوں نے اعلیٰ حضرت کے ساتھ ناروا اور غیر اخلاقی سلوک تو کیا ہی مگر اپنے پیر خانے کے شہزادگان خاص کر اعلیٰ حضرت کے فتوی کی حمایت کرنے اور اس پر عمل در آمد کرانے والی بزرگ شخصیت حضرت سیدنا شاہ ابوالقاسم مارہروی اور ان کے شہزادے حضرت تاج العلماء مفتی محمد میاں برکاتی علیہما الرحمہ کی ذوات مقدسہ پر بھی بے شمار حملے کیے، جس کی وجہ سے حضرت تاج العلماء علیہ الرحمہ کو کئی رسالے تحریر کرنا پڑے۔ اس کی تفصیل حضرت مفتی شریف الحق صاحب کی زبانی سنیں:

”خانقاہ برکاتیہ کا موقف ہمیشہ سے یہی رہا کہ انہوں نے کلیات تو کلیات، اصول تو اصول، فروع میں بھی اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے فتوی پر عمل فرمایا“ مثلاً اذان ثانی کا مسئلہ“۔ بدایوں سے خانقاہ برکاتیہ کا تعلق سیدنا سرکار آل احمد اچھے میاں قدس سرہ کے عہد مبارک سے تھا۔ حضرت مولانا شاہ عبد المجید عین الحق رحمۃ اللہ علیہ سرکار اچھے میاں قدس سرہ کے بہت چہیتے خلیفہ تھے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا مارہرہ شریف سے جو تعلق قائم ہوا وہ بھی تاج الفحول، محب الرسول حضرت مولانا شاہ عبد القادر صاحب بدایونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہی کے ذریعہ قائم ہوا۔ وہی اعلیٰ حضرت کو مارہرہ مطہرہ لائے اور ”خاتم الاکابر“ سے مرید کرایا۔ لیکن جب اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے یہ فتویٰ دیا کہ جمعہ کی اذان ثانی مسجد کے باہر ہونا سنت ہے اور منبر کے متّصل، مسجد کے اندر، خطیب کے سر پر سنت کے خلاف ہے تو حضرت مولانا سید شاہ ابوالقاسم محمد اسمٰعیل حسن شاہ جی میاں صاحب قدس سرہ (صاحب عرس قاسمی) نے خانقاہ برکاتیہ کی مسجد میں اعلیٰ حضرت کے فتویٰ کے مطابق جمعہ کی اذان ثانی مسجد کے باہر کہلانی شروع کی۔ حالاں کہ بدایوں کے لوگ اس فتویٰ کے بشدت مخالف تھے۔ یہ زمانہ بدایوں میں حضرت مولانا عبد المقتدر صاحب مرحوم کا تھا۔ انہوں نے اعلیٰ حضرت کے رد میں کوئی کمی نہیں اٹھا رکھی تھی اور اس وقت تک مارہرہ شریف اور بدایوں کے تعلقات میں کوئی کشیدگی بھی نہیں تھی۔ لیکن اس کے باوجود کہ بدایوں سے تعلقات بہت قدیم تھے اور

اعلیٰ حضرت قدس سرہ سے جدید مگر چوں کہ حق اعلیٰ حضرت کے ساتھ تھا اس لیے خانقاہ برکاتیہ کے سجادہ نشینوں نے اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے فتوی پر عمل کیا اور قدیم تعلقات کی پرواہ نہیں کی۔ اس سلسلہ میں کچھ بدمزگیاں بھی ہوئیں، جس کا کچھ تذکرہ کتاب ”برکات مارہرہ و مہمان بدایوں“ میں ہے۔ حضرت تاج العلماء قدس سرہ نے اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی حمایت میں بدایونی حضرات کے رد میں تین رسالے بھی لکھے:

☆ بدایونی مبحث الاذان۔ ☆ شافی جواب پر کافی ایرادات۔

☆ بدایونی تحریر کے شافی جواب۔“(سیدین نمبر ص ۳۱۴،۳۱۳)

بدایونی مقدمہ سے نقصان:

بدایوں مقدمہ نے جہاں ایک طرف دیوبندیوں اور وہابیوں کو تقویت پہنچائی تھی اور اہل سنت پر ہنسنے کا موقع دیا تھا وہیں اس مقدمہ نے اعلیٰ حضرت، شہزادگان اعلیٰ حضرت اور خلفاے اعلیٰ حضرت جیسی علمی شخصیات کا کس قدر نقصان کیا تھا اس کا اندازہ وہی لوگ لگا سکتے ہیں کہ جنھوں نے مقدمات کی پریشانیاں جھیلی ہوں۔ ایسا نہیں کہ یہ صرف ان کا ذاتی نقصان ہوا ہو بلکہ اس مدت میں کہ جب کہ اعلیٰ حضرت کا قلم وصال سے پہلے کے دس سالوں میں خوب رواں دواں تھا ایسے میں اس مقدمہ کی الجھنوں میں علماے بدایوں نے کتنا نقصان دین و مذہب کا کیا ہوگا ہر ہوش مند اس کا اندازہ بخوبی لگا سکتا ہے بقول حضرت صاحب عرس قاسمی: ”ان پر کیا حملہ ہے؟ دین پر حملہ ہے“۔

پھر ایک بات یہ بھی غور کرنے کی ہے کہ اعلیٰ حضرت وہابیوں، دیوبندیوں اور دیگر بدمذہبوں کے کھلے دشمن تھے۔ مگر جو کام ان بدمذہبوں نے باوجود اتنی شدید مخالفت کے کبھی نہیں کیا وہ کام علماے بدایوں نے کر ڈالا۔ انہوں نے اسی پر بس نہ کیا کہ مقدمہ کر کے خاموش بیٹھ جاتے بلکہ ہر طرح سے عاجز و پریشان کیا گیا۔ اس وقت کے بزرگوں سے سینہ بہ سینہ ہم نے یہ سنا ہے کہ ان حضرات نے بدایوں کا ماحول ایسا بنا دیا تھا کہ جب حضرت صدر الشریعہ اور شہزادہ اعلیٰ حضرت حضور حجۃ الاسلام، اعلیٰ حضرت کی طرف سے مقدمہ بدایوں کی

تاریخوں پر بدایوں جاتے تو ان حضرات کو کوئی تانگے والا نہ تو اپنے تانگے پر بیٹھاتا اور نہ ہی کوئی ہوٹل والا انہیں چائے پانی کرنے دیتا۔

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ ایک تانگے والے نے ان دونوں حضرات کو اپنے تانگے پر بیٹھا لیا تب ازراہ مزاح حضرت صدر الشریعہ نے یا حضور حجۃ الاسلام نے اس سے کہا کہ شاید تم ہماری طرف کے لگتے ہو۔اس نے جواب دیا کہ میں نے آپ کو اس لیے نہیں بٹھایا کہ میں آپ کا طرف دار یا عقیدت مند ہوں، بلکہ اس لیے بٹھایا ہے کہ آپ بھی خان صاحب ہو اور میں بھی خان ہوں۔

بدایوں مقدمہ میں تاج العلماء کی گواہی:

صاحب عرس قاسمی حضرت سیدنا شاہ اسمٰعیل حسن شاہ جی میاں اور ان کے شہزادے حضرت تاج العلماء علیہ الرحمہ نے قضیہ اذان ثانی اور اس کی پاداش میں اہل بدایوں کی جانب سے بدایوں کورٹ میں جو مقدمہ دائر کیا اور اعلیٰ حضرت کو وارنٹ اور سمن کے ذریعہ آپ کے وصال ۱۳۴۰ھ سے تقریباً چھ سال پہلے عمر کے اس آخری پڑاو پر ۱۳۳۴ھ میں کورٹ کے اندر گھسیٹنے کی جو کوشش کی تھی اس وقت انہیں روحانی اور جسمانی، ذہنی اور قلبی جو صدمہ پہنچا تھا اس کے لیے ضروری یہ تھا کہ کوئی مونس و غم خوار اور مشفق و مہرباں ہو جو انہیں تسلی دے سکے۔اس سلسلہ میں ان دونوں حضرات نے اپنے گھرانے اور اپنی خانقاہ کے مرید و خلیفہ اور اپنے بزرگوں کے مشن کے سب سے کار آمد مبلغ و داعی اور ناشر امام احمد رضا کو ہر طرح سے تسلی دی، خط و کتابت کے ذریعہ، ان کے فتوی پر عمل در آمد کرا کر، ان کی حمایت میں تحریریں اور کتب و رسائل لکھ کر حتیٰ کہ مقدمہ میں کورٹ کے اندر جا کر ان کی طرف سے بحث کر کے، ان کے وکیل صفائی بن کر صفائی پیش کر کے اور ان کے حق میں گواہی دے کر۔اس پورے واقعہ کو حضرت مفتی شریف الحق صاحب نے یوں لکھا ہے:

"یہاں ہر سنجیدہ متین آدمی کے لیے سوچنا یہ ہے کہ اذان ثانی کا مسئلہ ایک جزئی مسئلہ تھا تو انہیں اپنی بات سنجیدگی اور متانت کے ساتھ لکھ کر چھاپنے کا حق تھا تو اس پر اعلیٰ حضرت

قدس سرہ اور ان کے متعلقین کو بھی یہ حق تھا کہ ان کا رد لکھتے اور انہوں نے لکھا۔ لیکن کچہری میں جا کر ایک علمی مبحث میں عاجز آکر مقدمہ دائر کرنا نہ علم کی شان کے لائق ہے اور نہ دین داری ہے۔ ایک فروعی مسئلہ میں اتنا "چراغ پا" ہونا ہی غلط ہے۔ رہ گیا تحریروں پر مواخذہ وہ بدایوں کے حضرات نے بھی کیا اور بریلی کے حضرات نے بھی کیا، اب اگر بریلی کا مواخذہ بھاری پڑ گیا تو اس میں بریلی والوں کا کیا قصور؟ آپ نے ایسی بات ہی کیوں کی کہ پھنسیں؟

اس کے باوجود کہ حضرت تاج العلماء قدس سرہ نے کچھ کتابیں جناب مولانا عبد المقتدر سے بھی پڑھیں اور مسئلہ اذان ثانی میں مرحوم ہی نے اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے خلاف بدایوں میں محاذ کھولا تھا، مگر حضرت تاج العلماء قدس سرہ نے اس مسئلہ میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا اتباع کیا بلکہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی حمایت میں بدایونی حضرات کا رد کیا۔ اس خصوص نے اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی حمایت اس درجہ فرمائی کہ باآں عظمت و کمال اور سجادہ نشین ہونے کے بدایونیوں کے خلاف اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی حمایت میں بدایوں کچہری میں تشریف لے گئے۔

قصہ یہ ہوا کہ مسئلہ اذان ثانی میں بدایونی حضرات نے اعلیٰ حضرت قدس سرہ پر "ہتک عزت عرفی" کا بدایوں میں مقدمہ دائر کر دیا۔ اس مقدمہ میں بدایونی حضرات نے بہت کوشش کی کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ بدایوں "ملزم" کی حیثیت سے تشریف لائیں اور ملزم کی جگہ "کٹہرے" میں کھڑے ہوں۔ اس کے لیے (سمن) گیا۔ اعلیٰ حضرت نے لینے سے انکار فرما دیا۔ بدایونی حضرات نے "وارنٹ" جاری کرایا جو تعمیل نہ ہو سکا اور صرف سرجن کے اس سرٹیفکیٹ پر کہ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب بہت ضعیف، بیمار، کمزور ہیں (یہ کوئی جھوٹا سرٹیفکیٹ نہیں تھا کہ جس طرح آج لوگ بنوا لیتے ہیں بلکہ حقیقت یہی تھی کیوں کہ یہ اعلیٰ حضرت کی زندگی کے آخری برسوں کا معاملہ ہے جس میں تصنیف و تالیف اور فتاوی کے شب و روز کام کرنے کی وجہ سے اعلیٰ حضرت کافی نحیف و ناتواں ہونے کے ساتھ بیمار رہنے لگے تھے)۔ کچہری میں جانے کی ان میں قوت نہیں، اعلیٰ حضرت کو متعلقہ حاکم نے

حاضری سے مستثنیٰ کر دیا اور مقدمہ کی کارروائی آگے بڑھی۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی طرف سے صفائی کے لیے جو بزرگ پیش ہوئے ان میں حضرت تاج العلماء قدس سرہ بھی تھے۔

بدایونی وکیل نے یہ درخواست پیش کی کہ:

”حضرت تاج العلماء کی صفائی مدعا علیہ کے حق میں قابل قبول نہیں۔ کیوں کہ یہ ان کے پیرزادے ہیں۔“

اس کے جواب میں تاج العلماء نے فرمایا کہ:

”میں مدعیان (ارباب مدرسہ قادریہ بدایوں) کا بھی پیرزادہ ہوں اس لیے کہ ان کے مورث اعلیٰ حضرت مولانا عبدالمجید صاحب عین الحق رحمۃ اللہ علیہ میرے جد امجد حضور سیدنا سید ابوالفضل آل احمد اچھے میاں صاحب قدس سرہ کے خلیفہ ہیں۔ نیز میں مدعیوں سے بنسبت مدعا علیہ کے یوں بھی زیادہ قریب ہوں کہ میں نے مولانا عبدالمقتدر صاحب مرحوم سے کچھ اسباق پڑھے ہیں۔“

اس پر حاکم نے بدایونی وکیل کی درخواست مسترد کر دی اور حضرت تاج العلماء کو گواہ تسلیم کر لیا۔ اس مقدمہ کا فیصلہ یہ ہوا کہ بدایونی دعویٰ خارج ہوا اور اعلیٰ حضرت قدس سرہ باعزت بے داغ بری ہوئے۔ یہ خبر جب اعلیٰ حضرت کو ملی تو فرمایا: ”بدا، یوں ہی تھا“

جب بدایونی کی طرف سے اس پر بہت زیادہ زور صرف کیا گیا کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کچہری میں ضرور تشریف لائیں تو اعلیٰ حضرت نے فرمایا:

”احمد رضا تو احمد رضا، احمد رضا کی جوتی بھی کچہری میں نہ جائے گی۔ انہوں نے اپنی سرکار میں میرے خلاف مقدمہ دائر کر دیا ہے میں نے بھی اپنی سرکار (سرکار مدینہ اور سرکار بغداد) میں اپنا مقدمہ دائر کر دیا ہے اور ہوگا وہی جو میرے سرکار چاہیں گے۔“

(سیدین نمبر ص ۱۳۷، ۳۱۶)

صاحب عرس قاسمی اور تاج العلماء کی حمایت:

حضرت تاج العلماء علیہ الرحمہ کو اعلیٰ حضرت کی مدد کرنے کی تلقین کرتے ہوئے اسی

مقدمہ بدایوں کے زمانہ میں حضرت صاحب عرس قاسمی نے اپنے شہزادے حضرت تاج العلماء کو ایک خط مکتوب ۲/ شعبان ۱۳۳۴ھ کو لکھنؤ ارسال فرمایا جس میں یوں تحریر کرتے ہیں:

"اب تم (تاج العلماء) بریلی اترلو وہاں (حضرت مولانا) مولوی احمد رضا خاں صاحب سے بھی مل لوگے۔ وہ آج کل مخمصہ (بدایوں کورٹ کے مقدمہ کی مصیبت) میں ہیں۔ ان پر کیا حملہ ہے۔ دین پر حملہ ہے۔" (مفاوضات طیبہ ص ۱۴ مکتوب نمبر ۱۷)

ایسا نہیں کہ حضور صاحب عرس قاسمی علیہ الرحمہ نے محض رسماً اپنے شہزادے حضرت تاج العلماء کو بریلی بھیجا ہو بلکہ انہوں نے اس وقت تک خود اور اپنے شہزادے کے ذریعہ اعلیٰ حضرت کی بھرپور حمایت و اعانت فرمائی جب تک کہ مقدمہ کا فیصلہ اعلیٰ حضرت کے حق میں نہ ہو گیا۔ اس درمیان آپ برابر زبانی اور تحریری طور پر بھی اعلیٰ حضرت کو دلاسے دیتے رہے۔ چناں چہ اپنے ایک مکتوب جو انہوں نے مقدمہ بدایوں کے زمانہ میں اعلیٰ حضرت کے نام تحریر فرمایا تھا اس میں جو دلاسے دیے ہیں وہ ملاحظہ فرمائیں:

فخر الافاضل، صدر الاماثل، افضل العلماء، اجل الفضلاء، دامت برکات افاداتہم علینا۔

پس از تسلیم مالوف بالوف تعظیم ملتمس ہوں۔ بفضلہٖ تعالیٰ فقیر بخیر ہے اور خیر و عافیت مزاج مبارک کا مستدعی۔ فقیر کو اس حملہ نامرضیہ کا۔ جو بظاہر آپ پر اور اصل میں دین اسلام پر ہے، نہایت رنج ہے۔ افسوس صد افسوس کہ ابھی کچھ عرصہ نہیں گزرا ہے اور تقریباً ہزاروں آدمی اس وقت موجود ہیں جنہوں نے حضرت استاذی مولانا مولوی عبد القادر صاحب قدس سرہ اور آپ کے مراسم اور محبت کے برتاوے دیکھے ہیں۔ یا اب یہ حال ہوا ہے کہ جس سے مسلمان دینداروں کو روحی صدمہ اور بدمذہبوں کو موقعہ شماتت اور خوشی کا مل گیا ہے۔ اگرچہ ان شاء اللہ تعالیٰ ہو گا کچھ نہیں مگر معاندین اور مخالفین مذہب حق کو چند دنوں یہ خوشی کا موقع مل گیا۔ فقیر اگرچہ آپ کی کسی ظاہری اعانت کے لائق نہیں مگر ہر وقت دل سے دعا کر رہا ہے کہ اس مخمصے سے با حسن رجوع آپ کو طمانینت حاصل ہو اور آپ کے دست و قلم سے دین حق

کی ہر طرح سے اعانت ہوتی رہے اور مخالفین دین کو ذلت پہنچتی رہے۔“

(مفاوضات طیبہ مکتوب نمبر ۱۸ ص ۱۴)

اس خط میں حضرت صاحب عرس قاسمی جیسی عظیم شخصیت نے اعلیٰ حضرت کے لیے جن القاب و آداب اور خطابات کا استعمال کیا ہے اس سے ان نوخیز سنی علما اور موجودہ دور کے کچھ ان ارباب خانقاہ کو درس حاصل کرنا چاہیے کہ جو وہابیوں، دیوبندیوں اور جدیدیوں کے زیر اثر اعلیٰ حضرت کو صرف ”فاضل بریلوی“ یا ”مولانا احمد رضا مرحوم“ لکھتے اور بولتے ہیں۔

قضیہ اذان ثانی اور مقدمہ بدایوں کی تفصیل مارہرہ مقدسہ کے بزرگوں کی زبانی:

اس قضیہ اذان ثانی اور مقدمہ بدایوں کی کافی تفصیلات ہم اوپر حضرت مفتی شریف الحق صاحب علیہ الرحمہ کے حوالہ سے بیان کر چکے ہیں۔ اب آئیے حضرت سید العلماء علیہ الرحمہ کے پیرو مرشد، ان کے مربی اور ان کے نانا جان، صاحب عرس قاسمی حضرت سیدنا شاہ ابوالقاسم محمد اسمٰعیل حسن عرف شاہ جی میاں مارہروی علیہ الرحمہ، سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ کی زبانی وہ تمام تفصیلات سنتے ہیں جو انہوں نے ”نواب سید سردار علی خاں صاحب، سردار نواز جنگ بہادر“ کے نام ۲۴/ ذی الحجہ ۱۳۳۴ھ میں لنگسگور ریاست حیدر آباد کو ارسال کردہ اپنے مکتوب میں بیان فرمائی ہیں۔ لکھتے ہیں:

”۸۶۔ سید صاحب۔ جمیل المناقب، رفیع المناصب، اوصلہ اللہ تعالیٰ الیٰ ما یتمناہ۔

پس از سلام مسنون و دعاہائے ترقیات اقبال و عمر و دولت مشحون واضح رائے گرامی ہو۔

بفضلہ تعالیٰ۔ فقیر بخیر ہے اور خیر و عافیت آپ کی مع متعلقین مطلوب۔

آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ مندرجہ سے مطلع ہوا۔ جس مشرب کے ہم نقال ہیں اس میں کسی سے رنج رکھنا کب جائز ہے؟ اگر کسی نے کچھ خلاف بھی کیا تو اگر ہم اس کے مستحق تھے تو اس کی کیا بے جائیت ہے؟ اور ہم اگر مستحق نہ تھے تو اللہ تعالیٰ جو چاہے گا اس کا بدلہ کرے گا۔

بہر حال میں ناخوش نہ تھا۔ امیروں کا قاعدہ ہے کہ کبھی خوش کبھی ناخوش۔ یہ معمولی بات ہے۔ مگر اس وقت آپ کی اس تحریر سے البتہ رنج ہوا کہ آپ نے بلا سمجھے اور بنا عمیق نظر

ڈالے ایک رائے (ہمارے) خلاف قائم کرلی۔

یہ تو آپ خوب جانتے ہیں کہ جو نسبت آپ کو مولانا شاہ عبدالمقتدر صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے دو پشت سے ہے وہ ہی نسبت جناب مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو محمد میاں سلمہ سے پانچ پشت (مولانا عبدالمجید عین الحق بدایونی علیہ الرحمہ کے زمانہ) سے ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ رہے گی۔

آپ نے مسائل فقہیہ فرعیہ میں جو اختلاف ہوتا ہے اس سے کوئی ذاتی مخالفت اور پرانے تعلقات کو ''سوہان روح'' ہونا کیسے مان لیا؟ اگر آپ کا یہ مستخرجہ نتیجہ مان لیا جائے تو صحابہ سے لے کر آج تک کوئی آپس میں ایک دوسرے کو ''سوہان روح'' پہونچانے اور ذاتی مخالفت ہونے سے نہیں بچتا۔

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے تلامذہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے سیکڑوں مسائل فرعیہ میں اختلاف رائے ہے۔ کیا وہ حضرات آپس میں خدانخواستہ ایک دوسرے کے ذاتی مخالف اور عدو تھے؟

سب سے بڑھ کر یہ دیکھیے کہ میرے اور آپ اور جناب مولانا (عبدالمقتدر) صاحب کے آقائے معظم، دستگیر اعظم، حضرت غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہزاروں حضور کے غلام، جاں نثار اور میں اور مولانا (عبدالمقتدر) صاحب اور ہمارے اجداد قدست اسرارہم۔ مسائل فقہیہ میں دوسرے مذہب کے پابند اور مقلد ہیں۔ ہمارے حضور (غوث اعظم) رضی اللہ تعالیٰ عنہ حنبلی تھے اور ہم سب حضور کے جاں نثار خدام ''حنفی'' ہیں۔ یہاں تک کہ آپ تو خود حضور (غوث اعظم) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں ہیں اور حنفی ہیں۔ تو کیا آپ کو (حنفی ہونے اور غوث اعظم کے حنبلی ہونے کی وجہ سے غوث اعظم سے) ذاتی مخالفت ہے؟ اور (حنفی مذہب کی تقلید کرنے کی وجہ سے کیا) حضرت (غوث اعظم) کو ''سوہان روح'' پہنچاتے ہیں؟ ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔

محمد میاں (حضرت تاج العلماء) کا رسالہ ''مبحث الاذان'' صرف ایک مسئلہ فرعیہ (مسئلہ

اذان ثانی) کے انکشاف میں ہے جو ان کو تتبع کتب حدیث شریفہ وفقہ منیفہ اور اقوال محدثین و فقہاے کرام سے منکشف ہوا وہ انہوں نے قلم بند کر کے، طبع کرا کر سب سے اول مولانا (عبدالمقتدر) صاحب کی خدمت میں بھیجا۔ یہ معلوم نہ تھا کہ صاحبان مدرسہ (قادریہ مولوی محلہ بدایوں) اب مسائل فقہیہ، فرعیہ میں بھی اپنے خلاف رائے والے کو (ذاتی) مخالف اور عدو سمجھیں گے؟

مولانا صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تو بفضلہٖ تعالیٰ عالم و کامل تھے۔ (اور ہمارا حسن ظن یہ ہے کہ) انہوں نے تو زیادہ سے زیادہ یہ سمجھا ہو گا کہ اس مسئلہ میں آپس میں رائے کا خلاف ہے۔ مگر "مولوی محب احمد" اور ان کے صاحبزادے وغیرہم نے اس کو مخالفت ذاتی پر مبنی کیا۔ اگر یہ ہی مخالفت، ذاتی مخالفت ہے تو اول حضرت "سیف المسلول مولانا فضل رسول" قدس سرہ اور 'تاج الفحول مولوی مولانا عبدالقادر' صاحب قدس سرہ میں، باپ بیٹوں، استاد، شاگر، پیر و مرید میں بدرجہ اولیٰ ہے۔ (کیوں کہ) مولوی حضرت فضل رسول صاحب قدس سرہ "یزید پلید" پر لعنت کرتے تھے اور "مجوزین لعن" (یزید پر نام بنام متعیّن طور پر لعنت کرنے کو جائز ٹھہرانے والے طبقے) میں تھے اور ہمارے حضرت استاد (حضرت تاج الفحول بن علامہ فضل رسول) ساکتین (یزید پلید پر نام بنام متعیّن طور پر لعنت کرنے کو جائز کہنے اور ناجائز کہنے سے سکوت اور خاموشی کا موقف رکھنے والے طبقے) میں تھے۔ لعن (لعنت) نہیں کرتے تھے۔ حالاں کہ حضرت استاذی (تاج الفحول) قدس سرہ نے بارہا مجھ سے ارشاد فرمایا کہ "حضرت والد ماجد (علامہ فضل رسول) مجھ کو اس مسئلہ کے بارے میں اکثر ارشاد (یعنی لعنت کرنے کے جواز والے موقف کے صحیح ہونے کے بارے میں) فرماتے تھے مگر میرے ذہن میں نہیں آتا تھا۔ یہاں تک کہ حضرت کو تیزی (غصہ) آجاتی تھی۔

اس سے بڑھ کر اور یہ ہے کہ میرے حضرات (اکابر خانقاہ برکاتیہ) قدست اسرارہم بھی "مجوزین لعن" تھے۔ تو اگر یہ ذاتی مخالفت تھی تو حضرت استاذی (تاج الفحول) قدس سرہ (یزید پلید پر لعنت کرنے پر سکوت اختیار کرنے اور اپنے پیر خانے مارہرہ مقدسہ کے اکابر

بزرگوں کے خلاف سکوت کا موقف اپنانے کو) ہرگز گوارا نہ فرماتے۔

"کفرابوطالب" میں مولوی احمد رضا خاں صاحب کا ایک رسالہ ہے اور اس میں (اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے) کفر ثابت کیا ہے۔ حضرت استاذی (تاج الفحول) قدس سرہ نے اس (اعلیٰ حضرت کے رسالہ) کی تصدیق فرمائی ہے۔ (جب کہ) میرے بزرگ (اکابر خانقاہ برکاتیہ) اس (کفرابی طالب) مسئلہ میں ساکت تھے جیسے شیخ (عبدالحق) محدث دہلوی ساکت ہیں۔ اگر یہ ذاتی مخالفت ہے تو میرے سب بزرگوں (اکابر خانقاہ برکاتیہ) سے ذاتی مخالفت قائم ہوتی ہے جو کسی طرح سے قابل قبول نہیں ہے۔

اس مسئلہ کفرابوطالب کا جب میں نے اول اول (اعلیٰ حضرت کا لکھا) رسالہ دیکھا، میں اتفاق سے اس وقت "بدایوں" تھا۔ میں وہ رسالہ لیے ہوئے حضرت استاذی (تاج الفحول) قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ آپ نے بھی اس کی تصدیق فرمائی ہے!!!

فرمایا کہ:

"میری رائے میں راجح قول یہ (اعلیٰ حضرت کا موقف) ہی ہے۔ اگرچہ اہل بیت (ابو طالب کے) ایمان کی طرف گئے ہیں"۔ میں نے عرض کیا کہ جب اہل بیت ایسا فرماتے ہیں تو پھر یہ راجح کیوں ہے؟

فرمایا کہ:

"اہل بیت سے مراد "سادات زیدیہ" (جو ایک فرقہ روافض ہے وہ مراد) ہیں۔"

مگر حضرت استاذی قدس سرہ نے کوئی رنج اس اپنے اور میرے خلاف پر ظاہر نہ فرمایا۔ اگر مسائل اختلافیہ دیکھے جائیں تو قریب قریب دو ثلث ہوں گے۔ مگر خدانخواستہ وہ اختلاف ایک دوسرے کے عناد پر مبنی نہیں ہے۔

خود ایک اہم رکنِ اسلام "نماز" ہے۔ دیکھیے کہ اس کے متعلقات میں کس قدر اختلاف ہیں؟ کوئی "رفع یدین" کرتا ہے، کوئی نہیں کرتا۔ کوئی (سورہ) "فاتحہ خلف الامام" پڑھتا ہے، کوئی منع کرتا ہے۔ قس علیٰ ھٰذا۔ مگر ایک دوسرے سے عداوت یا ذاتی مخالفت نہیں ہے۔ یہ

"مشتے نمونہ از خروار" ہے۔ کہاں تک شمار کراؤں؟

اب تھوڑا سا حال محمد میاں (حضرت تاج العلماء) کے رسالہ "مبحث الاذان" شائع کرنے کی ضرورت کا تحریر کرتا ہوں:

"دبدبۂ سکندری"، رامپور میں یہ مسئلہ (اذان ثانی یعنی خطبے کی اذان خارج مسجد ہو اس کا فتویٰ جو اعلیٰ حضرت نے دیا تھا وہ) طبع ہو کر مارہرہ پہنچا۔ (حضرت) مہدی حسن (میاں علیہ الرحمہ سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ) نے اول دیکھا۔ مجھے نماز جمعہ کے وقت دکھا کر کہا گیا کہ مسئلہ بہت مدلل معلوم ہوتا ہے۔ ہم اپنی مسجد میں اس پر عمل کرانا چاہتے ہیں۔ میں نے بھی دیکھا واقعی استناد کے ساتھ تھا۔ میں نے اسے دیکھ کر کہا کہ میں اس کے بارے میں ابھی کچھ کہہ نہیں سکتا۔ جب کتابیں دیکھ لوں گا، کہوں گا مگر میں بادی (اس مسئلہ کی حقانیت اور راجحیت کو ظاہر کرنے والا) اس وقت نہیں ہو سکتا۔ اگر آپ لوگ شروع کراتے ہیں تو میں مانع (منع کرنے والا، روکنے والا) بھی نہیں ہوں۔ بہر حال اس جمعہ کو اذان "فصیل مسجد" پر (اعلیٰ حضرت کے فتوے کے مطابق خارج مسجد) ہوئی۔ اس کے بعد میں نے اور محمد میاں سلمہ نے گھر پر آکر جہاں تک اپنا علم و فہم تھا اس حد تک اس مسئلہ (خارج مسجد اذان خطبہ) کی تنقید کی۔ بالکل صحیح معلوم ہوا۔ اس کے بعد سے برابر "مسجد خانقاہ برکاتیہ" میں، سرکار کلاں و خورد میں (یعنی خانقاہ برکاتیہ کی دونوں ہی مسجدوں میں) اذان جمعہ (اعلیٰ حضرت کے فتویٰ کے مطابق) بیرون مسجد ہونے لگی۔

اس کے بعد وہابیان بریلی اور کانپور وغیرہ کے اور بعض "رامپوریوں" کے رسائل وغیرہ اس فتویٰ کے خلاف میں آئے مگر بالکل نامضبوط باتوں سے بھرے ہوئے۔ اصلاً کوئی مضبوط استناد ان میں نہ تھا۔ ان کے دیکھنے سے زیادہ تروثوق فتوائے اذان بیرون مسجد پر ہوا۔

بہر حال ہماری مسجد میں اذان باہر ہی ہوتی رہی۔ یہاں تک کہ عرس شریف "اخی الاعظم حضرت سید شاہ ابوالحسین احمد نوری قدس سرہ" (عرس نوری) کا وقت آیا اور اس میں بغرض شرکت مولانا عبد المقتدر صاحب معہ اپنے اعزہ "مولوی عبد القدیر" صاحب و "مولوی

عبدالماجد“اور ”محب احمد“صاحب اور ان کے صاحبزادے وغیرہ صاحبان، متوسلان مدرسہ عالیہ قادریہ (بدایوں) آئے اور مولانا مولوی احمد رضاخاں صاحب بھی آئے۔ مولانا عبدالمقتدر صاحب معہ اپنے بعض ہمرائیوں کے فقیر کے تکیہ پر مقیم ہوئے اور مولانا احمد رضاخاں صاحب مہدی حسن (حضرت مہدی میاں) کے مکان پر مقیم ہوئے۔

ایام قیام میں ایک روز مولوی محب احمد نے تذکرہ اس مسئلہ (اذان ثانی) کا چھیڑا۔ جناب مولانا (عبد المقتدر) صاحب بھی تشریف فرما ہیں۔ میں نے فہم ناقص کے موافق جواب دیے۔ برخوردار محمد میاں سلمہ (حضرت تاج العلماء) بھی آگیا۔ اس نے بھی جواب دیے۔ ہمارے جواب لاجواب دیکھ کر مولوی محب احمد نے اپنی تقریر (باتوں) کا رخ بدل کر ایسے کلام کیے جس سے معلوم ہوا کہ وہ ہمیں کچھ بے جا ذاتی طرفدار مولوی احمد رضاخاں صاحب کا جانتے ہیں۔ اس پر میں نے کہا کہ آپ خوب سمجھ لیں کہ مراسم محبت و مروت اور تعلیم اور تعلم وقدامت رشتہ توسل جو فقیر کو حضرات اکابر مدرسہ قادریہ (بدایوں) کے ساتھ ہے اس کا عشر عشیر مولوی احمد رضاخاں صاحب سے نہیں اور نہ ہو سکتا ہے۔ بلکہ معاملات دنیاوی میں تو مولوی احمد رضاخاں صاحب ہمارے اعزہ مخالفین کے ساتھ ہیں۔ مگر یہ معاملہ (مسئلہ اذان ثانی) دینی ہے۔ اگر ہمارا جانی دشمن بھی دین کے امر میں حق پر ہوگا تو ہم کیا بلکہ سب سچے مسلمان اس کے ساتھ ہوں گے۔ بفضلہ تعالیٰ یہاں اس وقت سب پڑھے لکھے ہوئے صاحبوں کا مجمع ہے۔ ہمیں اقوال مفسرین و محدثین وفقہا سے اس مسئلہ کو اپنا سا سمجھا دیجیے، ہم پھر مسجد کے اندر اذان دلوانے لگیں گے۔ اور بہتر تو یہ ہے کہ اس وقت آپ دونوں طرف کے صاحب یہاں تشریف فرما ہیں اور اپنے آپ کو اس آستانہ کا خادم و متوسل سمجھتے ہیں اور ہم سب آپ دونوں کو اپنے خاندان کا رکن رکین سمجھتے ہیں۔ دونوں طرف والے بالمواجہہ بیٹھ کر اس مسئلہ کو صاف کرلیں۔ مگر محب احمد صاحب اور ان کے صاحبزادہ وغیرہ نے اس میں طرح طرح کی گریزانہ گفتگو کر کے مولانا (عبد المقتدر) صاحب کو اس (مسئلہ اذان ثانی پر علمی بحث) پر نہ آنے دیا۔ میں نے مولانا (عبد المقتدر) صاحب سے کہا کہ آپ

ان (امام احمد رضا) سے اگر بالمواجہہ کلام فرمانا نہیں چاہتے تو اپنا مسئلہ آپ ہم ہی کو سمجھا دیں، اس کے مستند دلائل بتادیں تو ہم جاکر مولانا احمد رضا خاں صاحب سے کہیں کہ اس کا کیا جواب ہے؟ اگر وہ جواب نہ دے سکیں توان سے (امام احمد رضا سے ہم) کہیں کہ آپ اپنی رائے کو واپس لینے کا اظہار کیجیے اور اگر وہ جواب مدلل دیں تو آپ سے عرض کریں، آپ مان لیں۔

اس پر بھی لوگوں (مولوی محب احمد اور ان کے صاحبزادے وغیرہم) نے مولانا (عبد المقتدر) صاحب کو نہ آنے دیا۔ مولانا (عبدالمقتدر) صاحب نے فرمایا کہ اس سے کچھ فائدہ نہ ہوگا، تکدر بڑھے گا۔ میں نے کہا اس سے ضرور اس قدر فائدہ ہوگا کہ اگر وہ (امام احمد رضا) خوامخواہ آپ کے دلائل نہ مانیں گے تو لوگوں پر ظاہر ہوجائے گا کہ وہ برسر خلاف انصاف ہیں اور کم از کم فائدہ یہ ہوگا کہ ہم لوگ تو مسئلہ کی حقانیت سمجھ جائیں گے۔ مگر مولانا (عبدالمقتدر) صاحب نے کچھ توجہ نہ کی۔ اس مسئلہ کا ذکر ہی چھوڑ کر اور باتیں ہونے لگیں۔ اس کے بعد مولانا (عبدالمقتدر) صاحب کئی روز یہاں تشریف رکھتے رہے مگر (اپنے اور امام احمد رضا کے مابین افہام وتفہیم کے ذریعہ) تصفیہ پر آمادہ نہ ہوئے۔

یہاں سے تشریف لے جانے پر چند روز کے بعد (اعلیٰ حضرت کے فتوی کے خلاف اذان ثانی داخل مسجد ہی دی جائے اس پر) ایک فتویٰ "مولوی ابراہیم" (مدرسہ قادریہ بدایوں) کی جانب سے شائع ہوا جس کی مصدقین میں مولانا (عبدالمقتدر) صاحب بھی تھے۔ اس میں (اتہاماً بالکل جھوٹ جسے آج تک اذان ثانی اندر، داخل مسجد، منبر کے قریب، امام کے سر پر دینے والے لوگ آج تک دلیل میں پیش کرتے ہیں اور جس کا ذکر ہم نے ما قبل میں کیا تھا) یہ لکھا تھا کہ:

"صاحبزادگان مارہرہ کے کہنے کے بموجب تحریر ہوا"۔

اس فتویٰ میں بھی دلائل مضبوط نہ تھے۔ وہ ہی تھے جو وہابیان بریلی وغیرہ مخالفین رامپور وغیرہ نے لکھے تھے اور جن کا ردّ اہل تحقیق نے بہت واضح اور لائح کر دیا تھا مگر اس (مولوی

ابراہیم مدرسہ قادریہ بدایوں کے) فتویٰ کا جواب نہ مولوی احمد رضاخاں صاحب نے لکھا اور نہ ہم لوگوں نے کچھ عرض کیا۔(صرف فقیر راقم[محمد میاں مارہروی]) نے ایک خط اس فتویٰ کے لکھنے والے مفتی صاحب کو لکھا تھا جس میں یہ امران کو دکھادیا گیا تھا کہ ہم نے کس چیز کا اصرار کیا تھا اور اس کو آپ نے کس حد تک مانا؟ پھر خوامخواہ اس کی تحریر و اشاعت کا باعث ہمیں کیوں بتایا جاتا ہے۔اس سے زائد اسی فتویٰ کا رد و جواب کچھ نہیں لکھا گیا تھا) کہ ہم نے جو عرض کیا تھا وہ کب مانا گیا۔ہم نے فتویٰ تحریر کرنے کو کب کہا تھا؟ اور فتویٰ بھی ایسا کہ جو ہمارے مدرسہ عالیہ (قادریہ بدایوں) کی شان علمی کے بالکل لائق نہیں ہے۔

اس خاموشی پر لحاظ نہ کر کے پھر دوسرا اشتہار صاحبان مدرسہ (قادریہ بدایوں) نے لکھا۔ (مدرسہ قادریہ بدایوں والوں نے) تیسرا رد لکھوایا مگر ہم لوگوں کو اس سے کوئی غرض نہیں ہوئی۔

مولوی احمد رضاخاں صاحب کی طرف سے تیسرے رد کے بعد رد و جواب ہوا جو مارہرہ میں حضرت بھائی صاحب (حضرت نوری میاں) قدس سرہ کے عرس ۳۳ھ (۱۳۳۳ھ) میں شائع ہوا۔ مولانا (عبد المقتدر) صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس عرس میں نہ تھے۔ہم لوگوں نے اس سے کوئی حصہ نہیں لیا کہ دونوں صاحب جانیں اور سمجھیں۔

مولوی احمد رضاخاں صاحب والے اس اشتہار کا جواب مولوی عبد الماجد (بدایونی) صاحب نے عرس ہی میں قلمی عبد الواحد (طالب علم مدرسہ شمس العلوم بدایوں) کے نام سے لکھا۔جس کو (قاضی) غلام شبر صاحب (بدایونی صاحب کتاب تذکرۂ نوری) فقیر کے پاس لائے۔میں نے اسے دیکھا اور غلام شبر صاحب سے کہا کہ اس میں جواب تو کسی مسئلہ کا ہے نہیں۔صرف مولوی احمد رضاخاں صاحب کو ''سب و شتم'' (گالی گلوچ) ہے۔میری رائے میں تو اس کو اس قدر جلد اور بے سوچے شائع کرنا نہیں چاہیے،بلکہ بجائے اس کے یہ ہونا چاہیے کہ آپس میں جو ذاتی کچھ رنج ہو وہ صاف کر لیا جائے اور مسئلہ کو بھی بلا نفسانیت یکے بادیگر صاف کر لیں تو بہت اچھا ہے۔غلام شبر صاحب نے بھی میری اس رائے کی پسندیدگی

ظاہر کی اور کہا کہ اچھا ابھی شائع نہ ہو گا۔ میں نے یہ بھی کہا کہ اگر شائع بھی ہو تو اس میں یہ فقرہ (عبارت) نہ ہو کہ جس کا مفہوم اور محصل یہ ہے کہ:

"صاحبزادوں (شہزادگان خانقاہ برکاتیہ) میں سے جو اس مسئلہ پر ہیں کہ اذان مسجد سے باہر ہوں وہ فریب اور چکر میں ہیں۔"

کیوں کہ جب یہ ہو گا تو ہمیں بھی ضرور لکھنا ہو گا کہ ہم "فریب اور چکر" میں نہیں بلکہ ہمیں تحقیقات علماے سلف اور محققین مذہب کے اتباع سے یہ مسئلہ اسی طرح سے حق معلوم ہوتا ہے۔ غلام شبر صاحب وعدہ عدم اشاعت کر کے چلے گئے مگر بعد کو معلوم ہوا کہ وہ اشتہار قلمی لکھوا کر شائع کر دیا گیا اور ایک بار درگاہ معلی کے بڑے دروازہ خانقاہ پر لگوا دیا گیا۔ اس اشتہار کو جو دیکھا تو معلوم ہوا کہ جو چوٹ اپنے مخدوم زادوں (بزرگان و شہزادگان خانقاہ برکاتیہ) پر کی گئی تھی وہ بدستور ہے۔ عبدالماجد صاحب (بدایونی) تو ملے نہیں کیوں کہ وہ بخلاف اپنے بزرگوں کے طریقے کے، "صاحبان سرکار خورد" سے مراسم بھی زیادہ رکھتے ہیں اور انہیں سے ان کو دلچسپی ہے مگر جو صاحب ملے ان سے کہا گیا کہ عبدالماجد صاحب نے بیکار ہم فقیروں کو بھی اپنے خلاف کچھ لکھنے پر مجبور کیا اور باوجود منع کرنے کے ہم پر چوٹ کی کہ جس سے عوام کی نظر میں ہمارا "فریب اور چکر میں پھنسا ہونا" ظاہر ہوتا ہے۔ لہٰذا وہ دلائل کہ جن سے ہم اس مسئلہ کو حق جانتے ہیں لکھ کر پیش کرنا پڑیں گے۔

یہ سبب محمد میاں (حضرت تاج العلماء) کے رسالہ (مبحث الاذان) لکھنے کا ہوا اور ہنوز محمد میاں سلمہ اللہ تعالیٰ نے رسالہ مکمل نہیں لکھ لیا تھا کہ بدایوں اپنے خسر کے طلبیدہ (بلاوے پر) گئے۔ مولانا (عبدالمقتدر) صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہاں بھی اس کا ذکر آیا۔ محمد میاں سلمہ نے بمواجہہ مولانا (عبدالمقتدر) صاحب و مولوی عبدالقدیر صاحب و دیگر صاحبان مدرسہ سے کہا کہ:

"آپ سب صاحب اس مسئلہ کو مجھے سمجھا دیں، جو حق ہو گا بلا نفسانیت مان لوں گا"۔ مگر کسی صاحب نے کچھ مسکت جواب نہ دیا اور واقعی یہ ہے کہ یہ مسئلہ از روے تحقیق (اعلیٰ

حضرت کے فتویٰ کے عین مطابق) ہے بھی یہی کہ اذان خارج مسجد ہو۔اگر حضرت تاج الفحول قدس سرہ اس وقت پردہ فرمائے ہوئے ہماری ظاہری نظروں سے نہ ہوتے تو اس مسئلہ کو اور زیادہ قوی دلیلوں سے ثابت فرمادیتے کہ اذان مسجد کے باہر ہی چاہیے۔

محمد میاں سلمہ نے بعد واپسی بدایوں رسالہ کی تکمیل کی اور طبع کرا کر مولانا (عبدالمقتدر) صاحب کی خدمت میں جو اپنی تحقیقات تھی بھیج دی،اس رسالہ کا نام ''مبحث الاذان'' ہے۔

اگر آپ کے پاس ہو تو اس کو دیکھیے کہ اول سے آخر تک جناب مولانا (عبدالمقتدر) صاحب کی کہیں خدانخواستہ توہین یا اہانت ہے؟بلکہ مولانا (عبدالمقتدر) صاحب سے تو رد میں خطاب بھی نہیں۔عبدالواحد (بدایونی) وغیرہ سے بکمال تہذیب ان کے استدلال کے ضعف اور اپنے دلائل کی قوت بیان کی ہے۔یہ رسالہ مولانا (عبدالمقتدر) صاحب کی خدمت میں تین چار ماہ قبل از وصال پہنچایا گیا تھا۔مولانا (عبدالمقتدر) صاحب نے اس کو دیکھا مگر کسی طرح کا اپنا تکدر و ملال ہم پر ظاہر نہیں کیا،یہاں تک کہ مولانا (عبدالمقتدر) صاحب کا انتقال ہوا جس کے بعد مولوی عبدالماجد (بدایونی) صاحب نے چند اور صاحبوں کی کوشش مجموعی کے ساتھ اس کا جواب تصنیف فرمایا جو ایک انہیں کے طالب علم عبدالواحد (بدایونی) کے نام سے چھپا اور اس میں کلمات خلاف تہذیب اور شان اپنے پیرزادوں کے تحریر فرمائے۔ہمیں اس کا گلہ نہیں۔ہاں ان کا یہ رسالہ اگر ان (مولوی عبدالماجد بدایونی) کے والد ماجد شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے لے کر ان کے جد الاجداد حضرت مولانا مولوی عبدالحمید صاحب،قدست اسرار ہم۔دیکھتے اور حیات ظاہری میں دنیا میں تشریف فرما ہوتے تو عبدالماجد صاحب کو معلوم ہوتا کہ وہ حضرات مدرسہ (قادریہ بدایوں) کے لڑکوں کے نام سے اپنے پیرزادوں (خانقاہ برکاتیہ کے بزرگوں) کو ایسا سب وشتم (گالی گلوچ) کرنے سے راضی ہیں یا ناراض؟اور اب بھی جس کی چشم بینا ہے وہ رضامندی اور ناراضی ان حضرات (بزرگوں) کی معلوم کر سکتا ہے۔

آپ ''مبحث الاذان'' اور اس کا یہ (بدایونی) جواب ''مباحث الاذان'' دونوں دیکھیے اور

اگر آپ کے پاس نہ ہوں تو مجھ سے منگوا کر دیکھیے، تو آپ کو معلوم ہو جائے کہ محمد میاں سلمہ نے صرف ایک فرعی مسئلہ میں دلائل اپنے مضبوط پا کر اس مسئلہ کو غیر مضبوط سمجھنے والوں اور اسے ''فریب و چکر میں پھنسا ہوا'' بنانے والوں کو نہایت تہذیب سے سمجھایا ہے۔''

(مفاوضات طیبہ مکتوب نمبر ۱۹ ص ۱۵ تا ۲۳)

حضرت سیدنا شاہ ابو القاسم اسمٰعیل حسن علیہ الرحمہ کا یہ مکتوب نمبر ۱۹/ مفاوضات طیبہ (مرتب کردہ حضرت تاج العلماء) کے صفحہ ۱۵/ سے صفحہ ۲۸/ تک ہے۔اس کے بعد مرتب موصوف حضرت تاج العلماء علیہ الرحمہ کا یہ تبصرہ ہے:

''یہ تینوں صحائف شرائف نمبر ۱۷ و ۱۸ و ۱۹/ اس زمانے کے ہیں جب کہ بعض اہل بدایوں نے بسلسلۂ ''مسئلہ اذان خطبہ بیرون مسجد'' حضرت امام اہل سنت مولوی احمد رضا خاں صاحب قدس سرہ پر ایک استغاثہ دائر کر رکھا تھا۔ان سے حمایت سنن اور علماے کرام اہل سنت بالخصوص حضرت فاضل بریلوی دامت برکاتہم کے ساتھ ہمارے حضرت (صاحب عرس قاسمی) قدس سرہ کے قلب مبارک میں احترام و محبت کے جو خالص ایمانی جذبات تھے ان کا اظہار ہوتا ہے۔نیز (مکتوب نمبر) ۱۸/ (جو اعلیٰ حضرت کو دلاسے کے طور پر ارسال فرمایا تھا) حضرت (صاحب عرس قاسمی) کی اس پیش گوئی پر بھی مشتمل ہے کہ بدایونی استغاثہ ناکام رہے گا۔جو بعد کو واقعہ کے لحاظ سے بالکل سچی بفضلہ تعالیٰ ثابت ہوئی۔''

(مفاوضات طیبہ ص ۲۸)

حضرت سیدنا شاہ ابو القاسم اسمٰعیل حسن (صاحب عرس قاسمی) علیہ الرحمہ کو ''مدرسہ قادریہ'' بدایوں کے ارباب کی طرف سے چھاپی جانے والی تحریروں سے کس قدر ذہنی و قلبی اور جسمانی و روحانی تکلیف پہنچی تھی اس کا اندازہ آپ کے اس مکتوب سے بھی لگایا جا سکتا ہے جو آپ نے مؤرخہ ۱۲/ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ کو حضرت مولانا عبد المقتدر بدایونی علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد تعزیت کے لیے ان کے جانشین مولانا عبد القدیر صاحب بدایونی کے نام لکھ کر مؤرخہ ۱۳/ صفر ۱۳۳۴ھ کو بدایوں روانہ فرمایا۔تعزیتی کلمات لکھنے اور مدرسہ قادریہ کے

ارباب کی سخت کلامی کا شکوہ کرتے ہوئے ایک جگہ یوں تحریر فرمایا:

"چوں کہ یہ رسالہ (حضرت تاج العلماء کے مرتب کردہ رسالہ "مبحث الاذان" کے جواب میں لکھا جانے والا "مباحث الاذان" نامی بدایونی رسالہ) مجھے اور میرے نام بھیجا گیا اور خط بھی میرے نام تھا۔ لہٰذا مجھ کو یہ گزارش کرنا ضروری ہے کہ میں نے اس رسالہ کو دیکھا۔ تین باتیں میرے ذہن میں آئیں: اول محمد میاں سلمہ کو سخت زبانی سے یاد کرنا۔ دوسرے مولوی احمد رضا خاں صاحب پر غصہ۔ تیسرے وہی چند دلائل جو بکرات و مرات موافقین مسئلہ نے رد کردیے ہیں .... رہا محمد میاں سلمہ کو برا بھلا لکھنا وہ اگر فی الواقع یہ رسالہ مصنفہ مولانا (عبدالمقتدر) صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہے تو استاد کو شاگرد کو جا و بیجا کہنے کا اختیار ہے۔ اس کا کچھ جواب کوئی نہیں دے سکتا اور اگر مصنفہ کسی دوسرے صاحب کا ہے تو ہمارے اکابر سلف نے تبلیغ دین متین میں منبروں پر صدہا سال بالمواجہہ سب و شتم (اموی خلافت میں منبروں پر حضرت علی اور اہل بیت پر جو سب و شتم ہوتا تھا وہ مراد ہے) سنا ہے اور چوں کہ دین حق کی تائید میں تھا لہٰذا بہت خوش ہو کر صبر کیا ہے۔" (مفاوضات طیبہ ص ۱۲ مکتوب نمبر ۱۲)

قضیہ اذان ثانی اور اس تعلق سے دین کے مجدد، اسلام کے فقیہ، علوم و فنون کے تاجدار، پیر خانے مارہرہ مطہرہ کے وفادار، سنی عقائد و اعمال کے پاسبان، عشق رسول اور تحفظ ناموس رسالت کے علم بردار، اکابر مارہرہ مطہرہ کے مشن کے نقیب و پیرو کار، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمہ پر "مدرسہ قادریہ سے وابستہ ایک غیر معروف شخص کی طرف سے "اذان ثانی" کے ایک جزئی اور فرعی مسئلہ کو بنیاد بنا کر "بدایوں کورٹ" میں مقدمہ کرنا، سمّن و وارنٹ جاری کرا کر انہیں "ملزم" و "مجرم" کی شکل میں "بدایوں کورٹ" کے اندر گھسیٹنے کی کوشش کرنا، شب و روز پُر سکون و خاموش انداز میں فقہ و فتاویٰ کے ذریعہ عالم اسلام کے بیشمار خطوں سے آئے ہوئے ہزاروں سوالات کے جوابات لکھنے اور اللہ و رسول کے گستاخوں کی سرکوبی میں ہمہ تن مصروف رہنے والی مخلص و محسن شخصیت کو قلبی صدمہ پہنچانا، زیادتی کرنا، حیثیت عرفی کو پامال کرنے کی کوشش کرنا اس دور کا ایک اہم سانحہ تھا

جس سے پوری جماعت اہل سنت کو سخت صدمہ اور دھچکا لگا تھا۔

اس مقدمہ کے چرچے اس زمانے میں زبان زد عوام و خواص تھے۔ یہاں تک کہ اس دور کے معروف اخبار ”دبدبہ سکندری رامپور“ اور اخبار ”ذوالقرنین بدایوں“ میں بھی باقاعدگی کے ساتھ اس مقدمہ کی تفصیلات شائع ہورہی تھیں۔ امتداد زمانہ کے ساتھ ان اخبارات کی متعلقہ فائلیں اہل علم کی دسترس سے باہر ہوگئیں اور اس مقدمہ بدایوں کے تاریخی حقائق آہستہ آہستہ پردہ خفا میں جانے لگے۔ البتہ منتشر اور متفرق طور پر اس مقدمہ بدایوں کی کچھ تفصیلات چند کتب و رسائل میں شدہ شدہ ضرور ملتی ہیں۔ قابل مبارکباد ہیں جماعت اہل سنت کے نوجوان عالم و فاضل اور محقق و مصنف حضرت علامہ مفتی محمد ذوالفقار خاں نعیمی صاحب کہ جنہوں نے اس مقدمہ بدایوں کی تاریخی روداد بنام ”مقدمہ بدایوں و بریلی تاریخی حقائق“ مرتب فرماکر رضویات پر کام کرنے والے محققین کے خوان مطالعہ کی زینت بنانے کا ایک اہم کارنامہ انجام دیا ہے۔ امید ہے کہ اس کتاب کے منظر عام پر آجانے کے بعد مقدمہ بدایوں کے تعلق سے لوگوں کے ذہن و دماغ میں جو غلط فہمیاں ہیں وہ دور ہوں گی اور ان تاریخی حقائق پر امتداد زمانہ کا جو پردہ پڑ چکا تھا وہ ضرور اٹھے گا۔ حضرت علامہ مفتی ذوالفقار خاں نعیمی صاحب ایک زود نویس قلم کار ہیں۔ مسلک اعلیٰ حضرت کے ناشر ہیں، اعلیٰ حضرت کے معاصر اکابر اہل سنت کے تعلق سے کافی تاریخی معلومات رکھتے ہیں۔ اب تک آپ کی کئی کتابیں منظر عام پر آکر اہل علم سے خراج تحسین حاصل کر چکی ہیں۔ اس سلسلہ میں آپ نے ”سوانح صدر الافاضل“ دو جلدوں میں مرتب فرماکر ایک اہم اور تاریخ ساز کارنامہ انجام دیا ہے۔ اللہ رب العزت مرتب موصوف کو اپنی حفظ و امان میں رکھے۔

آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

محمد سلیم بریلوی

خادم جامعہ رضویہ منظر اسلام، درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف

۱۲/ صفر المظفر ۱۴۴۵ھ/ ۳۰/ اگست ۲۰۲۳ء بروز بدھ

تقدیم

وہ جو ایک بات تھی گفتنی وہی ایک بات شنیدنی
جسے میں نے تم سے کہا نہیں جسے تم نے مجھ سے سنا نہیں

جب سے سوشل میڈیائی دور آیا ہے فتنوں کی بھر مار ہوگئی ہے۔اسلام مخالف طاقتیں بزور طاقت اسلام کو مٹانے کے لیے بر سر پیکار ہیں تو وہیں نام نہاد مسلمانوں نے بھی اسلام کی عظمت شان گھٹانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی ہے۔اسلامی لباس میں ملبوس مختلف فرقے معرض وجود میں آچکے ہیں، تو دوسری طرف جماعت اہل سنت میں آستین کے سانپ پیدا ہوگئے ہیں جو رات و دن اہل سنت کے درمیان حسد کا ایسا زہر گھول رہے ہیں جس سے جماعت کا شیرازہ منتشر ہونے کے ساتھ نوجوانوں میں اسلاف بیزاری، فکری و نظری کج روی و بے راہ روی کا اثر دکھائی دے رہا ہے۔

ارباب فکر کو معلوم ہے کہ اس وقت بشکل مولوی و پیر و پروفیسر، شر پسند، تقلید و اسلاف بیزار، مسلک مخالف، فرضی محققین کا ایک مخصوص ٹولہ اکابرین اہل سنت خصوصاً امام اہل سنت اعلی حضرت کے خلاف بر سر پیکار رہے۔

سوشل میڈیا پر آئے دن یہ ٹولہ کبھی اہل سنت کے اجماعی مسائل سے اختلاف کرتا نظر آتا ہے، کبھی مشاجرات صحابہ سے چھیڑ چھاڑ، کبھی تقلید بیزاری کی ترغیب، کبھی ترتیب خلفاے رسول پر کلام، کبھی حب علی کی آڑ میں بغض معاویہ کی ناپاک حرکت، کبھی اسلام میں موسیقی کے جواز کا فتنہ، کبھی رقص و وجد کی بحثیں، کبھی سجدہ تعظیمی کے جواز پر مناظرانہ دعوے، کبھی بزرگوں کی کرامتوں پر تنقید، کبھی شطحیات اولیا کا سہارا لے کر کفر کی تائید، کبھی بد مذہب و بد عقیدہ فرقوں کی حمایت، کبھی در پردہ رافضیت کی نشر و اشاعت، کبھی اسلاف بیزاری تو کبھی اکابر سے متعلق ان کہی و ان سنی روایات و من گھڑت واقعات پر مبنی بیان بازی۔

الغرض یہ ٹولہ، اہل سنت کے شیرازے کو منتشر کرنے کی ہر ممکن کوشش میں مصروف کار رہتا ہے۔لیکن اب تک اسے خاطر خواہ کامیابی نصیب نہیں ہو پائی اور اس کی اصل وجہ امام

اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قدس سرہ کی ذات گرامی وقار ہے، جو ان کے منصوبوں کی تکمیل میں حائل ہے۔ انہیں بخوبی معلوم ہے کہ جماعت اہل سنت کی موجودہ اکثریت امام اہل سنت سے متاثر ہے اور ان کی ذات کی گرویدہ ہے۔ رہے چند فیصد لوگ تو خواہ ذاتی طور پر امام اہل سنت سے متفق نہ ہوں البتہ فکری و نظریاتی بنیاد پر وہ ضرور امام اہل سنت کے ساتھ ہیں۔ اب ایسی صورت میں اہل سنت کے شیرازے کو فکری و نظری طور پر منتشر کرنا ناممکن امر ہے۔ اس لیے یہ ٹولہ خصوصی طور پر، امام اہل سنت کے خلاف محاذ آرا ہے اور آپ کی ذات گرامی کو داغ دار اور آپ کی عظمت شان گھٹانے کی ہر ممکن کوشش کرنے میں لگا ہے، یہ جانتے ہوئے کہ ع

مہ نور می فشاند وسگ بانگ می زند

اور یہ بھی معلوم ہوتے ہوئے کہ ع

پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

یا یہ بھی پتہ ہوتے ہوئے کہ

سب ان سے جلنے والوں کے گل ہوگئے چراغ
احمد رضا کی شمع فروزاں ہے آج بھی

اس گروہ کے کچھ فرضی محققین تو امام اہل سنت اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے حسد میں جنون کی حد تک پہنچ چکے ہیں اور ان کا حال یہ ہے کہ ان کی تمام تر تحقیقات کا دار و مدار امام اہل سنت کی ذات و خدمات کو مشکوک کرنا ہے۔ اور وہ اپنے اس مشن کی تکمیل کے لیے کسی بھی حد تک جانے کو تیار ہیں۔ اس کے لیے وہ گاہے بگاہے اپنی مفلوج، فتنہ انگیز، تعصب و حسد آمیز، جھوٹ اور صرف جھوٹ پر مبنی تحقیقات منظر عام پر پیش کرتے رہتے ہیں لیکن الحمدللہ فدایان امام اہل سنت اعلیٰ حضرت و خدامان مسلک اعلیٰ حضرت ان کے تمام تر منصوبوں کو خاک میں ملانے، ان کی ناپاک سازشوں کے سدباب اور انہیں ہر محاذ پر منہ توڑ جواب دینے کے لیے تیار رہتے ہیں۔

مقدمہ بدایوں اور فرضی محققین:۔

بیسوی صدی کی ابتدائی دو دہائیوں میں جمعہ کی اذان ثانی منبر کے پاس ہونے یا خارج مسجد ہونے سے متعلق علماوفقہامدرسین و مشائخ کے درمیان جو علمی معرکۃ الآرا بحث چھڑی اس سے اہل علم بخوبی واقف ہیں۔ وہ علمی نوعیت کا مسئلہ تھا لیکن اسی دوران ایک ناگہانی آفت مقدمہ کی شکل میں ظاہر ہوگئی جس نے اس مسئلہ کو مزید پیچیدہ کر کے اہل سنت کو مصیبت میں مبتلا کر دیا۔

اس حادثہ کے وقوع کو سو سال سے زائد کا عرصہ ہوگیا مگر اس کی تلخی آج تک محسوس کی جا رہی ہے۔ کوئی دہائی ایسی شاید ہی رہی ہو کہ جب اس میں اس المناک وافسوس ناک حادثہ کا تذکرہ نہ ہوا ہو۔ داخلی و خارجی فتنہ پرور افراد شروع سے پائے جاتے رہے ہیں جو خواہی نا خواہی اس مقدمہ کو اپنے مطلب کے لیے استعمال کر کے اہل سنت کو مزید منتشر کرنے کی ناپاک کوشش کرتے رہے ہیں۔

یہ سوشل میڈیائی فرضی محققین بھی چند سالوں سے امام اہل سنت اعلیٰ حضرت پر اہل بدایوں کی طرف سے کیے جانے والے اس مقدمہ کی نامکمل اور فرضی تاریخ بیان کر کے اہل سنت کی نئی نسل کو اعلیٰ حضرت کے خلاف بدظن کرنے کی ناپاک کوشش کر رہے ہیں۔ کچھ مثالیں پیش ہیں۔

خانقاہ مارہرہ شریف کے ایک سید صاحب جو اس وقت تعلیمات و نظریات جماعت اہل سنت یعنی مسلک اعلیٰ حضرت خاص کر اپنے آباواجداد کی فکرو نظر کے سخت مخالف اور اعلیٰ حضرت کے بڑے حاسد ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ اعلیٰ حضرت کو مقدمہ بدایوں میں شیعوں کی حمایت حاصل تھی۔ یعنی مقدمہ میں شیعوں کی مدد سے جیت حاصل کی گئی تھی۔ اب ان سید صاحب کی بات کو اگر یقین کا جامہ پہنایا جائے تو خود ان کے آباواجداد کی آبرو زد میں آتی نظر آئے گی۔ کیوں کہ یہ بات جگ ظاہر ہے کہ اس قضیہ اور مقدمہ میں خانقاہ مارہرہ شریف کا کلیدی کردار رہا ہے۔ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت کو اس معاملہ میں اگر کسی کی غیر جانبدارانہ

ومنصفانہ تائید اور کھلی حمایت حاصل تھی تو وہ مشائخ مارہرہ شریف تھے۔ جنھوں نے اول تا آخر اس معاملہ میں امام اہل سنت اعلیٰ حضرت کا ساتھ دیا تھا۔ اب اگر اس مقدمہ کی جیت میں شیعوں کی مدد لی گئی تو اس میں سید صاحب کے اجداد کرام بھی شامل تھے تو الزام صرف امام اہل سنت پر ہی کیوں؟

ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ قضیہ اذان ثانی اور مقدمہ بدایوں سے متعلق مشائخ مارہرہ شریف کی کارکردگی کو قدرے تفصیل سے بیان کردیا جائے تاکہ معترضین کے تمام تر شکوک وشبہات کا سدباب ہوجائے۔

مارہرہ شریف میں نماز جمعہ کی اذان ثانی عند المنبر ہوتی تھی لیکن جب علمائے کرام کی بحثیں زوروں پر ہوئیں اور امام اہل سنت اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی تحقیق منیر مشائخ مارہرہ تک پہنچی تو خوب غور وخوض کے بعد مارہرہ مقدسہ کے مشائخ نے حضور اعلیٰ حضرت کی تحقیق انیق کی تائید وتصدیق فرماتے ہوئے اذان خارج مسجد ہونے پر جزم فرمایا۔ اور اسی وقت سے اپنی مساجد میں اذان خارج مسجد ہونے کا اعلان فرمادیا۔

اس تعلق سے سابق سجادہ خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مقدسہ حضرت ابو القاسم سید شاہ محمد اسماعیل حسن شاہ جی میاں مارہروی، علیہ الرحمۃ والرضوان کا درج ذیل گرامی نامہ جو آپ نے نواب سید سردار علی خاں صاحب کے نام لکھا تھا، پڑھے جانے سے تعلق رکھتا ہے۔ مکرمت نامے کا ضروری حصہ ملاحظہ فرمائیں:

”اب تھوڑا سا حال محمد میاں سلمہ کے رسالہ شائع کرنے کی ضرورت کا تحریر کرتا ہوں۔ دبدبہ سکندری رام پور میں یہ مسئلہ طبع ہو کر مارہرہ پہنچا۔ مہدی حسن نے اوّل دیکھا۔ مجھے نمازِ جمعہ کے وقت دِکھا کر کہا گیا کہ مسئلہ بہت مدلل معلوم ہوتا ہے۔ ہم اپنی مسجد میں اس پر عمل کرانا چاہتے ہیں۔ میں نے بھی دیکھا۔ واقعی استناد کے ساتھ تھا۔ میں نے اسے دیکھ کر کہا کہ میں اس کے بارے میں ابھی کچھ نہیں کہہ سکتا۔ جب کتابیں دیکھ لوں گا، کہوں گا۔ مگر میں بادی اس وقت نہیں ہوسکتا۔ اگر آپ لوگ شروع کراتے ہیں، تو میں مانع بھی نہیں ہوں۔ بہر

حال اس جمعہ کو اذان فصیلِ مسجد پر ہوئی۔ اس کے بعد میں نے اور محمد میاں سلمہ کے گھر پر آکر جہاں تک اپنا علم اور فہم تھا، اس حد تک اس مسئلہ کی تنقید کی۔ بالکل صحیح معلوم ہوا۔ اس کے بعد سے برابر مسجد خانقاہِ برکاتیہ میں سرکارِ کلاں و خورد میں اذانِ جمعہ بیرونِ مسجد ہونے لگی۔

اس کے بعد وہابیانِ بریلی اور کان پور وغیرہ کے اور بعض رامپوریوں کے رسائل وغیرہ اس فتوے کے خلاف میں آئے، مگر بالکل نا مضبوط باتوں سے بھرے ہوئے۔ اصلاً کوئی مضبوط اِستناد اُن میں نہ تھا۔ ان کے دیکھنے سے زیادہ تر وثوق فتوائے اذان بیرونِ مسجد پر ہوا۔ بہر حال ہماری مسجد میں اذان باہر ہی ہوتی رہی۔ یہاں تک کہ عرس شریف اخی الاعظم حضرت سید شاہ ابوالحسن احمد نوری قدس سرہٗ کا وقت آیا اور اس میں بغرضِ شرکت مولانا عبد المقتدر صاحب مع اپنے اعزّہ مولوی عبد القدیر صاحب و مولوی عبد الماجد اور محب احمد صاحب اور ان کے صاحبزادے وغیرہ صاحبان متوسلان مدرسہ عالیہ قادریہ آئے اور مولانا مولوی احمد رضا خان صاحب بھی آئے۔ مولانا عبد المقتدر صاحب مع اپنے بعض ہمراہیوں کے فقیر کے تکیہ پر مقیم ہوئے اور مولانا احمد رضا خان صاحب مہدی حسن کے مکان پر مقیم ہوئے۔

ایامِ قیام میں ایک روز مولوی محب احمد نے تذکرہ اس مسئلہ کا چھیڑا، جناب مولانا (عبد المقتدر) صاحب بھی تشریف فرما ہیں۔ میں نے فہمِ ناقص کے موافق جواب دیے۔ برخوردار محمد میاں سلمہ بھی آگیا۔ اس نے بھی جواب دیے۔ ہمارے جوابِ لا جواب دیکھ کر مولوی محب احمد نے اپنی تقریر کا رُخ بدل کر ایسے کلام کیے، جس سے معلوم ہوا کہ وہ ہمیں کچھ بے جا ذاتی طرفدار مولوی احمد رضا خان صاحب کا جانتے ہیں۔ اس پر میں نے کہا کہ آپ خوب سمجھ لیں کہ مراسمِ محبت و مروت اور تعلیم اور تعلم و قدامتِ رشتہ توسل، جو فقیر کو حضراتِ اکابرِ مدرسہ قادریہ کے ساتھ ہے، اس کا عشرِ عشیر مولوی احمد رضا خان صاحب سے نہیں اور نہ ہو سکتا ہے، بلکہ معاملاتِ دنیاوی میں تو مولوی احمد رضا خان صاحب ہمارے اعزہ مخالفین کے

ساتھ ہیں۔ مگر یہ معاملہ دینی ہے۔ اگر ہمارا جانی دشمن بھی دین کے امر میں حق پر ہوگا، تو ہم کیا، بلکہ سب سچے مسلمان اس کے ساتھ ہوں گے۔

بفضلہٖ تعالیٰ یہاں اس وقت سب پڑھے لکھے ہوئے صاحبوں کا مجمع ہے۔ ہمیں اقوالِ مفسرین و محدثین وفقہا سے اس مسئلہ کو اپنا سا سمجھا دیجیے۔ ہم پھر مسجد کے اندر اذان دلوانے لگیں گے اور بہتر تو یہ ہے کہ اس وقت آپ دونوں طرف کے صاحب یہاں تشریف فرما ہیں اور اپنے آپ کو اس آستانہ کا خادم و متوسل سمجھتے ہیں اور ہم سب آپ دونوں کو اپنے خاندان کا رُکنِ رکین سمجھتے ہیں۔ دونوں طرف والے بالمواجہہ بیٹھ کر اس مسئلہ کو صاف کر لیں۔ مگر محب احمد صاحب اور ان کے صاحبزادہ وغیرہم نے اس میں طرح طرح کی گریزانہ گفتگو کر کے مولانا (عبدالمقتدر) صاحب کو اس پر نہ آنے دیا۔ میں نے مولانا (عبدالمقتدر) صاحب سے کہا کہ آپ ان سے اگر بالمواجہہ کلام فرمانا نہیں چاہتے، تو اپنا مسئلہ آپ ہم ہی کو سمجھا دیں۔ اس کے مستند دلائل بتادیں، تو ہم جاکر مولانا احمد رضا خان صاحب سے کہیں کہ آپ اپنی رائے کو واپس لینے کا اظہار کیجیے اور اگر وہ جواب مدلل دیں، تو آپ سے عرض کریں، آپ مان لیں۔ اس پر بھی لوگوں نے مولانا (عبدالمقتدر) صاحب کو نہ آنے دیا۔ مولانا (عبدالمقتدر) صاحب نے فرمایا کہ اس سے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ تکدر بڑھے گا۔ میں نے کہا کہ اس سے ضرور اس قدر فائدہ ہوگا کہ اگر وہ خواہ مخواہ آپ کے دلائل نہ مانیں گے، تو لوگوں پر ظاہر ہو جائے گا کہ وہ بر خلافِ انصاف ہیں اور کم از کم فائدہ یہ ہوگا کہ ہم لوگ تو مسئلہ کی حقانیت سمجھ جائیں گے، مگر مولانا (عبدالمقتدر) صاحب نے کچھ توجہ نہ کی۔ اس مسئلہ کا ذکر ہی چھوڑ کر اور باتیں ہونے لگیں۔ اس کے بعد مولانا (عبدالمقتدر) صاحب کئی روز یہاں تشریف رکھتے رہے، مگر تصفیہ پر آمادہ نہ ہوئے۔

یہاں سے تشریف لے جانے پر چند روز کے بعد ایک فتویٰ مولوی ابراہیم کی جانب سے شائع ہوا۔ جس کے مصدقین میں مولانا (عبدالمقتدر) صاحب بھی تھے۔ اس میں یہ لکھا تھا کہ صاحبزادگانِ مارہرہ کے کہنے کے بموجب تحریر ہوا۔ اس فتوی میں بھی بالکل دلائل مضبوط

نہ تھے۔ وہی تھے، جو وہابیانِ بریلی وغیرہ یا مخالفانِ رام پور وغیرہ نے لکھے تھے اور جن کا رد اہلِ تحقیق نے بہت واضح اور لائح کر دیا تھا۔ مگر اس فتوی کا جواب نہ مولوی احمد رضا خان صاحب نے لکھا اور نہ ہم لوگوں نے کچھ عرض کیا(۲) کہ ہم نے جو عرض کیا تھا، وہ کب مانا گیا۔ ہم نے فتوی تحریر کرنے کو کب کہا تھا اور فتوی بھی ایسا کہ جو ہمارے مدرسہ عالیہ کی شانِ علمی کے بالکل لائق نہیں ہے۔ اس خاموشی پر لحاظ نہ کر کے پھر دوسرا اشتہار صاحبانِ مدرسہ نے لکھا۔ تیسرا رد لکھوایا۔ مگر ہم لوگوں کو اس سے کوئی غرض نہیں ہوئی۔

مولوی احمد رضا خان صاحب کی طرف سے تیسرے رد کے بعد رد جواب ہوا۔ جو مارہرہ میں حضرت بھائی صاحب قدس سرہ کے عرس ۱۳۳۳ھ میں شائع ہوا۔ مولانا (عبدالمقتدر) صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس عرس میں نہ تھے۔ ہم لوگوں نے اس سے کوئی حصہ نہیں لیا کہ دونوں صاحب جانیں اور سمجھیں۔ مولوی احمد رضا خان صاحب والے اس اشتہار کا جواب مولوی عبد الماجد صاحب نے عرس ہی میں قلمی عبد الواحد کے نام لکھا۔ جس کو غلام شبر صاحب فقیر کے پاس لائے۔ میں نے اسے دیکھا اور غلام شبر صاحب سے کہا کہ اس میں جواب تو کسی مسئلہ کا ہے نہیں۔ صرف مولوی احمد رضا خان صاحب کو سب وشتم ہے۔ میری رائے میں تو اس کو اس قدر جلد اور بے سوچے شائع کرنا نہیں چاہیے، بلکہ بجائے اس کے یہ ہونا چاہیے کہ آپس میں جو ذاتی رنج ہو، وہ صاف کر لیا جائے اور مسئلہ کو بھی بلا نفسانیت یکے بعد دیگرے صاف کر لیں، تو بہت اچھا ہے۔ غلام شبر صاحب نے بھی میری اس رائے کی پسندیدگی ظاہر کی اور کہا کہ اچھا، ابھی شائع نہیں ہوگا۔ میں نے یہ بھی کہا کہ اگر شائع بھی ہو، تو اس میں یہ فقرہ نہ ہو کہ جس کا مفہوم اور محصل یہ ہے کہ صاحب زادوں میں سے جو اس مسئلہ میں اس پر ہیں کہ اذان مسجد سے باہر ہو، وہ فریب اور چکر میں ہیں۔ کیوں کہ جب یہ ہوگا، تو ہمیں بھی ضرور لکھنا ہوگا کہ ہم فریب اور چکر میں نہیں، بلکہ ہمیں تحقیقاتِ علمائے سلف اور محققینِ مذہب کے اتباع سے یہ مسئلہ اسی طرح حق معلوم ہوتا ہے۔

غلام شبر صاحب وعدہ عدمِ اشاعت کر کے چلے گئے۔ مگر بعد کو معلوم ہوا کہ وہ اشتہار قلمی

لکھوا کر شائع کر دیا گیا اور ایک درگاہِ معلیٰ کے بڑے دروازہ خانقاہ پر چپکا دیا گیا۔ اس اشتہار کو جو دیکھا، تو معلوم ہوا کہ جو چوٹ اپنے مخدوم زادوں پر کی گئی تھی، وہ بدستور ہے۔ عبد الماجد صاحب تو نہیں ملے۔ کیوں کہ وہ موافق اپنے بزرگوں کے طریقہ کے صاحبانِ سرکارِ خورد سے مراسم بہت زیادہ رکھتے ہیں اور انہیں سے ان کو دلچسپی ہے۔ مگر جو صاحب ملے، ان سے کہا گیا کہ عبد الماجد صاحب نے بے کار ہم فقیروں کو بھی اپنے خلاف لکھنے پر مجبور کیا اور باوجود منع کرنے کے ہم پر چوٹ کی کہ جس سے عوام کی نظریں ہمارا فریب اور چکر میں پھنسا ہونا ظاہر ہوتا ہے۔

لہٰذا وہ دلائل کہ جن سے ہم اس مسئلہ کو حق جانتے ہیں، لکھ کر پیش کرنا پڑیں گے۔ یہ سبب محمد میاں سلمہ اللہ تعالیٰ کے رسالہ لکھنے کا ہوا اور ہنوز محمد میاں سلمہ اللہ تعالیٰ نے رسالہ مکمل نہیں لکھ لیا تھا کہ بدایوں اپنے خسر کے طلبیدہ گئے۔ مولانا (عبد المقتدر) صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے، وہاں بھی اس کا ذکر آیا، محمد میاں سلمہ نے بمواجہہ مولانا (عبد المقتدر) صاحب و مولوی عبد القدیر صاحب و دیگر صاحبانِ مدرسہ کہا کہ آپ سب صاحب اس مسئلہ کو مجھے سمجھا دیں، جو حق ہوگا، وہ بلا نفسانیت مان لوں گا، مگر کسی صاحب نے کچھ مسکت جواب نہ دیا اور واقعی یہ ہے کہ یہ مسئلہ از روئے تحقیق بھی یہی ہے کہ اذان خارج مسجد ہو۔ اگر حضرت تاج الفحول قدس سرہ اس وقت پردہ فرمائے ہوئے ہماری ظاہری نظروں سے نہ ہوتے، تو اس مسئلہ کو اور زیادہ قوی دلیلوں سے ثابت فرما دیتے کہ اذان مسجد کے باہر ہی چاہیے۔

محمد میاں سلمہ نے بعد واپسی بدایوں رسالہ کی تکمیل کی اور طبع کرا کر مولانا (عبد المقتدر) صاحب کی خدمت میں جو اپنی تحقیقات تھی، بھیج دی، اس رسالہ کا نام ''مبحث الاذان'' ہے۔

اگر آپ کے پاس ہو، تو اس کو دیکھیے کہ اول سے آخر تک جناب مولانا (عبد المقتدر) صاحب کی کہیں خدانخواستہ توہین یا اہانت ہے۔ بلکہ مولانا (عبد المقتدر) صاحب سے رد میں خطاب بھی نہیں۔ عبد الواحد وغیرہ سے بکمالِ تہذیب ان کے استدلالات کے ضعف اور

اپنے دلائل کی قوت بیان کی ہے۔ یہ رسالہ مولانا (عبدالمقتدر) صاحب کی خدمت میں چار ماہ قبل از وصال پہنچایا گیا تھا۔ مولانا (عبدالمقتدر) صاحب نے اس کو دیکھا۔ مگر کسی طرح کا اپنا تکدر و ملال ہم پر ظاہر نہیں کیا۔ یہاں تک کہ مولانا (عبدالمقتدر) صاحب کا انتقال ہوا، جس کے بعد مولوی عبدالماجد نے چند اور صاحبوں کی کوششِ مجموعی کے ساتھ اس کا جواب تصنیف فرمایا۔ جو ایک ابھی کے طالبِ علم عبدالواحد کے نام سے چھپا اور اس میں کلمات خلافِ تہذیب اور شان اپنے پیرزادوں کے تحریر فرمائے۔ ہمیں اس کا گلہ نہیں۔

ہاں! ان کا یہ رسالہ اگر ان کے والدِ ماجد شہید رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر ان کے جدالامجد اور حضرت مولانا مولوی عبدالحمید صاحب قدست اسرار ہم دیکھتے اور حیاتِ ظاہری میں دنیا میں تشریف فرما ہوتے، تو عبدالماجد صاحب کو معلوم ہوتا کہ وہ حضرات مدرسہ کے لڑکوں کے نام سے اپنے پیرزادوں کو ایسا سب وشتم کرنے سے راضی ہیں یا ناراض۔ اور اب بھی جس کی چشمِ بینا ہے، وہ رضا مندی اور ناراضی ان حضرات کی معلوم کر سکتا ہے۔ آپ ''مبحث الاذان'' اور اس کا یہ جواب ''مباحث الاذان'' دونوں دیکھیے اور اگر پاس نہ ہو، تو مجھ سے منگوا کر دیکھیے، تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ محمد میاں سلمہ نے صرف ایک فرعی مسئلہ میں دلائل اپنے مضبوط پا کر اس مسئلہ کو غیر مضبوط سمجھنے والوں اور اسے فریب و چکر میں پھنسا ہوا بنانے والوں کو نہایت تہذیب سے سمجھایا ہے۔ الخ۔''

[مفاوضات طیبہ، مرتبہ حضور تاج العلما مارہروی: ۱۸ تا ۲۳]

حضور تاج العلما محمد میاں مارہروی علیہ الرحمۃ خط کے آخر میں رقم طراز ہیں۔

''فقیر عرض کرتا ہے۔ یہ تینوں صحائف شرائف اس زمانہ کے ہیں جب کہ بعض اہل بدایوں نے بہ سلسلہ مسئلہ اذان خطبہ بیرون مسجد حضرت امام اہل سنت مولوی احمد رضا خان صاحب قدس سرہ پر ایک استغاثہ دائر کر رکھا تھا۔ ان سے حمایت سنن اور علمائے کرام اہل سنت بالخصوص حضرت فاضل بریلوی دامت برکاتہم کے ساتھ ہمارے حضرت قدس سرہ کے قلب مبارک مین احترام و محبت کے جو خالص ایمانی جذبات تھے اُن کا اظہار ہوتا

ہے۔ نیز حضرت کی اس پیشن گوئی پر بھی مشتمل ہے کہ بدایونی استغاثہ ناکام رہے گا۔ جو بعد کو واقع کے لحاظ سے بالکل سچی بفضلہٖ تعالیٰ ثابت ہوئی۔ نیز (خط نمبر ۱۹) کی یہ تعلیم خاص طور پر قابل لحاظ ہے کہ امر حق کی پاسداری اور اس کے اتباع میں دوسرے ذاتی میل محبت وغیرہ کے مراسم کو اگرچہ وہ کتنے ہی گہرے اور پرانے اور بہتیرے ہوں ہرگز حائل نہ ہونے دینا چاہیے۔ اور مسائل دینیہ میں اسی کا ساتھ دینا چاہیے جو حق پر ہو۔ اگرچہ دنیاوی امور میں وہ خود ہمارا مخالف یا مخالف کا مددگار ہو۔"

[مرجع سابق: ص ۲۸]

حضور ابوالقاسم شاہ جی میاں مارہروی علیہ الرحمۃ نے اعلیٰ حضرت پر بدایوں سے ہوئے مقدمہ کو دین پر مقدمہ بتاتے ہوئے اپنے صاحب زادہ عالی وقار حضور تاج العلما علیہ الرحمۃ کے نام گرامی نامے میں تحریر فرمایا کہ

"اب تم آجاؤ بریلی اتر لو وہاں (حضرت مولانا) مولوی احمد رضا خاں صاحب سے بھی مل لوگے وہ آج کل مخمصہ میں ہیں ان پر کیا حملہ ہے، دین پر حملہ ہے۔"

[مرجع سابق: ص ۱۴]

اور امام اہل سنت اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے نام اپنے مکرمت نامے میں یوں تحریر فرمایا:

"فقیر کو اس حملہ نامرضیہ (مقدمہ مسئلہ اذان ثانی) کا جو بظاہر آپ پر اور اصل میں دین اسلام پر ہے، نہایت رنج ہے۔ افسوس صد افسوس کہ ابھی کچھ عرصہ نہیں گزرا ہے اور تقریباً ہزاروں آدمی اس وقت موجود ہیں، جنہوں نے حضرت استاذی مولانا مولوی عبد القادر صاحب قدس سرہ اور آپ کے مراسم اور محبت کے برتاو دیکھے ہیں یا اب یہ حال ہوا ہے کہ جس سے مسلمان دین داروں کو روحی صدمہ اور بدمذہبوں کو موقع شماتت اور خوشی کا مل گیا ہے۔ اگرچہ ان شاء اللہ ہوگا کچھ نہیں، مگر معاندین اور مخالفین مذہب حق کو چند دنوں یہ خوشی کا موقع مل گیا ہے۔ فقیر اگرچہ آپ کی کسی ظاہری اعانت کے لائق نہیں، مگر ہر وقت دل سے

دعا کر رہا ہے کہ اس مخمصہ سے با حسن وجوہ آپ کو طمانیت حاصل ہو اور آپ کے دست وقلم سے دین حق کی ہر طرح سے اعانت ہوتی رہے اور مخالفین دین کو ذلت پہنچتی رہے۔"

[مرجع سابق: ص ۱۵]

حضور سید محمد مہدی حسن میاں قدس سرہ، سابق سجادہ نشین درگاہ مارہرہ مقدسہ اپنے ایک مضمون میں تحریر فرماتے ہیں:

"فقیر پر علیٰ رؤس الاشہاد یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ یہ بے بضاعت حق ناحق فاضل بریلوی کا طرف دار ہے حالاں کہ اگر امعان نظر سے دیکھا جائے تو فاضل بریلوی بجز اپنے مولیٰ تعالیٰ کے اور کسی کے دنیاوی امور میں محتاج نہیں۔ چشم بددور وہ صاحب ریاست ہیں۔ ذاتی ثروت ووجاہت کے سوا ان کے معتقدین ومتوسلین اتنے باوقار ومال دار ہیں کہ باوجود ممانعت سخت ایسے ایسے بیس مقدموں کی پیروی کرنے کے بعد بھی سپر انداختہ نہ ہوں۔ ایسی صورت میں فقیر بے بضاعت کو ان کا معاون دنیوی سمجھنا مور ضعیف کو حضرت سلیمان (علیہ السلام) کا کفیل جاننا ہے۔

ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

میں ہر طرح سے مورد الزام ہوگیا
تقصیر کی کسی نے مرا نام ہوگیا

اتنی بات ضرور ہے کہ ایک ایسے جلیل القدر ونامور فاضل کے لیے ایسی بازاری اہانت دیکھ کر جو چند غیر معروف ناموں کی طرف سے روا رکھی گئی دل دکھا اور صدمہ وقلق ہوا اور وہ بھی محض اس لیے کہ ایک طرف ایک عالم دین ہے اور دوسری طرف ایک عامل دنیا ہے۔ اور یہ وہ بے لاگ صدمہ ہے جو ہر ملت پرست کو ہونا چاہیے۔ خدانخواستہ دور از حال یہی قضیہ بر عکس ہوتا تو یہ فقیر بے نوا اسی طرح حق گوئی کے لیے حاضر وغائب موجود رہتا۔"

راقم فقیر مہدی حسن ننگ سجادہ حضور اچھے میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ درگاہ مقدسہ مارہرہ۔"

[اخبار ذوالقرنین بدایوں: ۱۴/ نومبر ۱۹۱۶ء۔ ص ۵،۶]

علاوہ ازیں مقدمہ بدایوں میں پیروی کرنے والوں میں حضور سید مہدی میاں اور حضور تاج العلما سید محمد میاں مارہروی علیہما الرحمۃ خصوصی طور پر قابل تذکرہ ہیں۔

سید صاحب کے دادا کریم حضور سید العلما نے امام اہل سنت اعلیٰ حضرت کی منقبت میں درج ذیل اشعار کہتے ہوئے کس طرح بدایونی مقدمہ میں حمایت و پشت پناہی کرنے والوں کی نشاندہی فرمائی ہے، قابل ملاحظہ ہے۔ سید صاحب ان اشعار کو بار بار پڑھیں اور تعصب وحسد میں کہی گئی اپنی بات پر غور کریں کہ ان کی بات سچ ہے یا محض بہتان؟

بریلی کے فاضل، وہ دیں کے مجدد
خدا و نبی کی ہوں ان پر رضائیں
یہ ان (امام احمد رضا) کا بھی معمول دیکھا ہے ہم نے
کہ جب (شاہ ابوالقاسم کے) سامنے آئیں سر کو جھکائیں
یہ سچ ہے ولی را ولی می شناسد
وہ ان کو بڑھائیں یہ ان کو بڑھائیں
بدایونی گھیریں جو پیارے رضا کو
تو پشت پنہ بن کے سرکار (تاج العلماء) جائیں
مقابل کے دشمن میں سینہ سپر ہوں
انہیں (اعلیٰ حضرت کو) لا کے مہمان اپنا بنائیں
اذاں میں کریں وہ (امام احمد رضا) جو سنت کو زندہ
عمل ان کے فتوے پہ یہ (شاہ ابوالقاسم) کر دکھائیں
ضرورت ہو اعدائے دیں کے مقابل
تو فتوی سے ان کے یہ فتوی ملائیں
پدر کے ہی وارث ہیں تاج الاماثل
تو اپنے رضا کو وہ کیوں کر بھلائیں

رضا کی محبت پدر کا ہے ورثہ
تو میراث آبا نہ کیوں کر وہ پائیں
جناب رضا ان کے ہیں یہ ہیں ان کے
یہ حساد (علمائے بدایوں) کیوں اپنے دل کو جلائیں
اکابر کے وارث بقول رضا ہیں
عطیہ نہیں ان کی دینی ادائیں
اٹھی نصرت حق میں تھی اک جماعت
کہ جس کی تھی حامی رضا کی رضائیں
ہزاروں اکابر کے موجود ہوتے
صدارت کی مسند یہ ان (تاج العلماء) کو بٹھائیں
اشارہ تھا اس میں یہ حضرت رضا کا
کہ میری سی بس جا کے یہ کہہ سنائیں
محمد میاں (تاج العلماء) اعلیٰ حضرت کے پیارے
جنہیں عمر بھر دیتے حضرت دعائیں
اذیت جو دیتے ہیں ان کو یہ سن لیں
کہ فیض رضا سے وہ حصہ نہ پائیں

[سیدین نمبر ص ۵۳۵، ۵۳۶]

تفصیل بالا سے یہ بات واضح ہوگئی کہ مارہرہ شریف کے مشائخ کرام قضیہ مسئلہ اذان ثانی فی الجمعہ خارج مسجد ہونے میں اور مقدمہ بدایوں میں امام اہل سنت اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے حامی و ناصر اور موید و مصدق تھے۔ لہٰذا مارہرہ شریف کے سید صاحب کا یہ کہنا کہ اعلیٰ حضرت یہ مقدمہ شیعوں کی مدد سے جیتے محض بہتان اور صرف بہتان ہے اس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔

ایک محقق ڈاکٹر نے یہ دعوی کیا کہ

حضور اعلیٰ حضرت نے اس مقدمہ کو نواب رامپور کی سفارش سے خارج کرایا۔ ہم نے دلیل کا مطالبہ کیا لیکن کئی سال گزرنے کے باوجود دلیل نہ مل سکی اور ان شاء اللہ تاقیامت نہ مل سکے گی۔ بلکہ زیر نظر کتاب کے ذریعے اس دعوے کی حقیقت ضرور منکشف ہو جائے گی، ان شاء اللہ تعالیٰ۔ اور اہل حق و منصف مزاج حضرات کو بخوبی معلوم ہو جائے گا کہ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت نے یہ مقدمہ اپنے مذہبی نوابوں، آقاؤں اور سرکاروں کے طفیل اپنی صداقت و حقانیت کی بنیاد پر فتح فرمایا تھا، نا کہ دنیاوی نوابوں کے درباروں میں حاضر باش ہو کر ان سے منت و سماجت کے ذریعے۔ وہ بھلا نواب رامپور سے کیا سفارش کرتا جو نوابوں کی مدح سرائی کو گویا جرم تصور کرتے ہوئے یہ کہتا تھا کہ

کروں مدح اہل دول رضا پڑے اس بلا میں مری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا میرا دین پارہ ناں نہیں

ایک محقق مولوی صاحب نے امام اہل سنت اعلیٰ حضرت اور رضویت کے حوالے سے اپنی تعصب آمیز تحقیق پیش کرتے ہوئے کتاب سدالفرار جس کی بنیاد پر مقدمہ دائر کیا گیا تھا کے حوالے سے اہل سنت کے جلیل القدر رضوی عالم دین علامہ شرر مصباحی صاحب علیہ الرحمۃ سے متعلق یہ بات لکھی کہ

”فاضل بریلوی سے انہیں بڑی عقیدت ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ ان کی یہ عقیدت اس وقت بہت مجروح ہوئی جب مولانا اسید الحق اور مولانا خوشتر کے توسط سے انہیں سدالفرار کے مطالعے کا موقع ملا۔ فرماتے:

”کاش میں نے اپنی زندگی میں یہ کتاب نہ پڑھی ہوتی۔ انھوں نے یہ کتاب مجھے دے کر مجھ پر بڑا ظلم کیا۔ زندگی بھر کی عقیدت دیکھتے دیکھتے زمیں بوس ہو گئی۔“

یہ بات کس حد تک سچ ہے یہ تو اللہ تعالیٰ ہی جانے البتہ حضرت شرر مصباحی صاحب جیسی عظیم شخصیت سے جو لوگ (منصف مزاج و غیر متعصب) واقف ہیں انہیں یہ بات کسی

بھی طور تسلیم نہیں ہو سکتی، کیوں کہ ایک منصف مزاج محقق کے لیے یہ بہت ضروری ہے کہ کسی بھی کتاب کو پڑھتے ہوئے اس کے سیاق وسباق کے علاوہ یہ بھی جانے کہ یہ کتاب کس نے لکھی، کیوں لکھی، اور کن کتابوں کے جوابات میں لکھی گئی۔ زیر نظر کتاب سے یہ ثابت ہے کہ کتاب اعلیٰ حضرت نے نہیں لکھی۔ کتاب کا سرورق، اخبارات کی خبریں، غیر مسلم جج کا ججمنٹ اس پر شاہد ہے کہ کتاب اعلیٰ حضرت نے نہیں لکھی۔ جب یہ بات ثابت ہے اور اعلیٰ حضرت کا کتاب لکھنا ثابت نہیں تو پھر حضرت شرر صاحب جیسے محقق سے یہ امید کیسے کی جا سکتی ہے کہ سد الفرار کی وجہ سے ان کی عقیدت اعلیٰ حضرت سے مجروح ہو گئی؟

نیز سد الفرار میں ایسا کیا ہے جس کی بنیاد پر شرر صاحب کی عقیدت مجروح ہوئی اگر کہا جائے کہ اس میں تلخیاں ہیں تو مناظرانہ انداز میں لکھی جانے والی اکثر کتابوں میں ایسا ہی ہوتا ہے۔ اسلاف کی کتابیں مطالعہ کرنے والوں پر یہ بات بخوبی منکشف ہے۔ اور اگر کہا جائے کہ اس میں فحش کلمات ہیں جیسا کہ مقدمہ بدایوں میں مدعی حضرات کی طرف سے یہ دعوی کیا گیا ہے، تو فقیر عرض کر دے کہ یہ بات بھی درست نہیں ہے کیوں کہ مقدمہ کے فیصل وجج نے جو ججمنٹ لکھا ہے اور اخبار ذوالقرنین بدایوں نے اسے شائع کیا ہے اس میں صاف طور پر اس دعوے کو خارج کیا گیا ہے کہ اس کتاب میں فحش کلمات ہیں۔ پھر بھی کسی کو اگر کہیں کچھ ذو معانی کلمات فحش معلوم ہوتے ہیں تو اس بندے کو وہ تمام کتابیں پڑھنا چاہیے جن کے جوابات میں یہ کتاب لکھی گئی ہے۔ اگر واقعی وہ منصف مزاج ہو گا تو اسے محسوس ہو گا کہ غیر مہذب کلمات فریق مخالف ہی کی کتابوں، اشتہارات وغیرہ سے منقول وماخوذ ہیں۔ ہمارے اس دعوے پر تفصیلی دلائل کتاب کے اندر ملاحظہ کریں۔ البتہ یہاں اخبار ذوالقرنین کا ایک اقتباس پیش ہے۔ ملاحظہ کریں:

”پھر کتاب التہدید مؤلفہ مولوی حبیب الرحمٰن دکھائی گئی ایک موقع پر لکھا تھا۔ (بنارسی ـــــ سارا ہضم کر گئے۔) گواہ نے کہا یہ غیر مہذب گالی ہے کتاب السدید مؤلفہ حکیم عبد الماجد صاحب میں ص ۱۶ سطر ۲ کا یہ فقرہ گواہ کو دکھایا گیا کہ (اتنا لمبا فقرہ بھی آپ کو نظر نہ پڑا یا

دیکھا جان کر سارے کا سارا ہضم کر گئے) اور پوچھا گیا کہ مہذب ہے یا غیر مہذب۔ گواہ نے کہا میں سخت نا مہذب گالی سمجھتا ہوں گواہ کو ایک کتاب ۔۔۔ مصنفہ مولوی حکیم عبد القیوم بدایونی بھی دکھائی گئی جس میں کئی جگہ پر دو ورقی کا لفظ آیا تھا گواہ نے کہا میں اس کو غیر مہذب گالی سمجھتا ہوں۔"

[اخبار ذوالقرنین بدایوں: ۲۸ / جنوری ۱۹۱۷ء ص ۶، ۷]

نیز منصف و غیر متعصب آدمی کے لیے سد الفرار کی درج ذیل عبارت بھی بہت ہے۔ حجۃ الاسلام رقم طراز ہیں:

"اُس کا زیادہ تعلق بعض پس ماندوں ہی سے ہے جن کے زبان و قلم و قلب کے وہ نتائج ہیں، شاید اللہ تعالیٰ ہدایت فرمائے۔ ورنہ سنی مسلمان وہاں کی سابقہ حالت اور اُن کے رسالہ شمس العلوم سے دھوکا تو نہ کھائیں۔ جواب کی اب ہم کس سے تمنا کریں۔ ہاں یہ جانتے ہیں کہ ہم نے یہ ۶۳۵ رد کیے۔ پچاس کا جواب کون دے سکا تھا کہ اب ۶۳۵ کا دے گا۔ عوام کے دکھانے کو ان سے جستہ جستہ گنتی کے چند لے کر صدہا مکابرہ و عناد کے ساتھ کچھ گالیاں ہم پر اور دی جائیں گی۔ جیسا کہ تحریر شافی میں ہوا۔ وہ حیات مولانا کی تھی اب تو نری آزادی ہے۔ ہم اُن گالیوں کے شکریہ میں التہدید کی وہی عبارت کہ صفحہ ۱۱۶ (اب ۱۹۱ صفحہ جو حضرات بدایوں کو خود رسالہ بدایوں کی ہدایتیں کی شہ سرخی کے تحت ہے۔ ادارہ) پر گزریں ان کے ساتھ نتھی کر کے پھیر دیں گے کہ تمام ۶۳۵ کا نمبر وار جواب لکھو تو دو۔ ورنہ خاموش رہو۔ اللہ تعالیٰ ہدایت دے۔ آمین۔"

[سد الفرار: ص ۲۰۴]

بر سبیل تنزل ہم مان لیں کہ شرر صاحب والا واقعہ درست ہے (اللہ کرے ایسا نہ ہو اور یقین ہے کہ ایسا نہ ہو گا) تو ہمیں افسوس ہے کہ شرر صاحب سے متعلق ہماری یہ خوش فہمی کہ وہ ایک دور اندیش، منصف مزاج، محقق تھے ختم ہو جاتی ہے۔ کیوں کہ انہوں نے صرف سد الفرار پڑھنے سے ہی حق و ناحق کا فیصلہ کر کے اپنے ممدوح سے ایک جھٹکے میں عقیدت کا

رشتہ ختم کرلیا، تحقیق کی ضرورت محسوس نہ کی۔

علاوہ ازیں ہمیں یہ بتایا جائے کہ شرر صاحب کو صرف سد الفرار ہی پڑھنے کو کیوں دی گئی سد الفرار کے ساتھ اعلیٰ حضرت کی مخالفت میں لکھی جانے والی بدایونی کتابیں، رسائل واشتہارات جیسے، رسائل شمس العلوم، مذاکرہ علمیہ، التہدید، ازالۃ الاوہام، تحریر بریلی کا شافی جواب، مباحث الاذان، سد الفرفار وغیرہ کیوں پیش نہیں کی گئیں کہ جنہیں پڑھ کر علامہ شرر صاحب کی اعلیٰ حضرت سے عقیدت جوں کی توں رہتی اور وہ اختلاف بدایوں و بریلی کے حقائق سے بخوبی واقف ہو پاتے۔

ابھی ماضی قریب میں ایک محقق صاحب نے ایک قدیم عالم دین کی کتاب شائع کی تو اس میں ان کا حاشیہ بھی درج کیا، حاشیہ میں امام اہل سنت کے فتوی اذان ثانی و مقدمہ سے متعلق جس طرح بیان بازی کی ہے اس سے محرر کا غیر جانبدارانہ و غیر منصفانہ رویہ صاف ظاہر ہے۔ قارئین خود ملاحظہ کریں:

”کچھ مدت سے مولوی احمد رضا خان نے ایک فتویٰ جاری کیا ہے کہ جمعہ کی اذان ثانی جو مسجد کے اندر خطیب کے سامنے منبر کے نزدیک پڑھی جاتی ہے، وہ مسجد سے باہر ہونا چاہیے، اگرچہ مجدد صاحب نے اس بارے میں بہت کوشش کی، مگر رواج بہت ہی کم ہوا۔ لڑائی جھگڑے برپا ہوگئے، گروہ بندی، مقدمہ بازی، فضول خرچی، جہالت، نفسانیت، سب وشتم، بغض و عناد غرض اس فتوی مبارکہ کی بدولت دولت و عزت خاک میں مل رہی ہے، مگر ہنوز روز اول ہے۔........“

کاش مصنف کتاب دیکھ پاتے کہ ملک میں اہل سنت کی اٹھانوے فیصد مساجد میں اذان خارج مسجد کا رواج ہو چکا ہے۔

خیر اس طرح کی بہت سی مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں لیکن ہم انہیں مثالوں پر اکتفا کرتے ہیں۔ منصف مزاج قارئین کو سمجھنے کے لیے اسی قدر کافی ہے۔

وجہ تالیف:۔

اس کتاب کو لکھنے کی تین وجوہات ہیں۔

پہلی وجہ:

علما سے سنا اور کتابوں میں پڑھا کہ اعلیٰ حضرت پر بدایوں والوں نے مقدمہ کیا تھا جس میں اعلیٰ حضرت کو فتح حاصل ہوئی تھی۔ لیکن اس واقعہ کی تفصیل کہ مقدمہ کس نے دائر کیا؟ کب دائر کیا؟ کیوں دائر کیا؟ دعوے میں کیا باتیں پیش کی گئیں؟ مقدمہ کہاں چلا؟ تاریخوں میں کیا کارروائیاں اور بحثیں ہوئیں؟ مدعی کون اور مدعا علیہ کون کون لوگ تھے؟ گواہ کون کون تھے؟ طرفین کے وکلا کون تھے؟ جج کون تھا؟ کب تک یہ مقدمہ چلا؟ اور کن پوائنٹ پر ختم ہوا؟ اور کس کے حق میں فیصلہ ہوا؟ یہ تمام تر تفصیلات کہیں پڑھنے میں آئیں نہ سننے میں۔ اس لیے ذوق پیدا ہوا کہ مقدمہ کی تاریخ تلاش کی جائے، جس کے لیے فقیر نے علما سے رابطہ شروع کیا اور لائبریریوں میں حاضری بھی۔ قدیم کتابیں، رسائل اور اخبارات دیکھنا شروع کیے، مگر خاطر خواہ کامیابی نہیں ملی۔ کچھ دنوں کے لیے یہ موضوع ذہن سے ہٹ گیا اور میں دوسرے کاموں میں مصروف ہو گیا۔

غالباً ایک سال کے بعد سن ۲۰۰۸ء میں خانقاہ قادریہ بدایوں شریف میں مولانا اسید الحق صاحب (اللہ انہیں غریق رحمت فرمائے) سے ایک ملاقات کے دوران میں نے یہ موضوع چھیڑ دیا۔ کچھ دیر تک مثبت انداز میں گفتگو ہوئی اور بعد میں کہا کہ اس تعلق سے میں آپ کی کیا مدد کر سکتا ہوں میں نے کہا کہ مجھے بدایوں کے مشہور اخبار ذوالقرنین کی فائلیں دیکھنا ہے۔ بولے یہ نظامی پریس والوں کے پاس ہے میرے پاس نہیں ہے اگر ہوتا تو ایک ایک صفحہ میں آپ کو پیش کر دیتا۔ میں نے کہا حضرت مجھے یقین ہے۔

پھر کسی اور موضوع پر بات ہونے لگی اسی دوران کوئی صاحب آئے تو ان سے نظامی پریس والوں کا نمبر لیا اور فوراً فون لگا دیا بات ہوئی اور مجھ سے بولے لو جی کام ہو گیا آپ کا۔ آپ فوراً جائیں اور اپنی مطلوبہ فائلیں دیکھ لیں۔ میں نے شکریہ ادا کیا اور ایک صاحب کو

ساتھ لے کر نظامی پریس پہنچ گیا۔ لگ بھگ پندرہ سال کی فائلیں دیکھیں خاص کر مقدمہ بدایوں والے سالوں کو خوب غور سے دیکھا اور اس وقت میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب میں نے مقدمہ بدایوں کی مفصل روداد ان بوسید اوراق میں دیکھی۔ میں نے اوراق نشان زد کیے صاحب پریس نے کہا کہ ایک دو دن میں کاپی کرا کے دوں گا میں نے کہا ٹھیک ہے۔ صاحب پریس اللہ ان کا بھلا کرے انہوں نے نشان زد اوراق کی کاپی عنایت کی۔ البتہ کچھ اوراق کی کاپی ہونے سے رہ گئی اور وہ ایسی رہی کہ مسلسل کئی سال تک مطالبہ کیا مگر صاحب پریس کی کیا مجبوریاں رہیں وہ جانیں مگر افسوس وہ اوراق حاصل نہ ہوئے۔ خیر ہمارا کام ہو گیا تھا جو کمی بچی تھی وہ اخبار دبدبہ سکندری سے پوری ہو گئی تھی الحمدللہ۔

دوسری وجہ:

عام طور پر یہ مشہور ہے کہ حضور اعلیٰ حضرت پر یہ مقدمہ بدایوں سے خانقاہ قادریہ وخاندان تاج الفحول کے ذمے داروں نے کیا تھا حالاں کہ یہ حقیقت نہیں ہے۔ زیر نظر کتاب کی سطر سطر اس بات کی گواہ ہے۔ ہاں فقیر کو اس بات کے انکار پر کہ مدعیان کو در پردہ حمایت حاصل رہی ہو، اصرار نہیں ہے۔

تیسری وجہ:

کتاب لکھنے کی ایک وجہ مقدمہ بدایوں کے قضیہ میں فرضی محققین کی تاریخ سوزی، ان کی بے باکانہ خیانتیں اور حسد و تعصب آمیز تحقیقات کی اشاعت (جس کا ذکر اوراق سابقہ میں گزر چکا ہے) بھی ہے۔

خلاصہ کتاب:۔

مارچ/۱۹۱۶ء میں امام اہل سنت اعلیٰ حضرت قدس سرہ پر سخاوت حسین بدایونی کی طرف سے مقدمہ دائر کیا گیا۔ دعوی یہ تھا کہ حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا خاں کی لکھی ہوئی کتاب ”سد الفرار“ کے مصنف اعلیٰ حضرت ہیں۔

اس کتاب میں مولانا عبد المقتدر صاحب علیہ الرحمۃ سے متعلق توہین آمیز جملے استعمال

کیے گئے ہیں، حالاں کہ یہ بات ثابت نہ ہو سکی۔ نیز انہیں کافر کہا گیا ہے یہ بھی کہا گیا بلکہ یہ بات تو آج بھی سننے میں آجاتی ہے حالاں کہ یہ بالکل غلط ہے۔ حضرت سید مہدی میاں مارہری علیہ الرحمۃ کے نام اعلیٰ حضرت کے گرامی نامے سے صراحتًا اس دعوے کی تردید ہوتی ہے۔ اعلیٰ حضرت تحریر فرماتے ہیں:

”نہ ہم نے مولوی عبد المقتدر صاحب کو کافر کہا نہ ہم ان کو کافر جانتے ہیں نہ ایسا کہنا ان کو روا رکھتے ہیں نہ مصنف سد الفرار نے سد الفرار میں ایسا لکھا بلکہ جا بجا ان کو سنی حنفی عالم اپنا بھائی لکھا ہے اور یہی ہم ان کو جانتے ہیں نیز وہ اور ہم ایک ہی آستانہ عالیہ کے متوسل ہیں۔“

[اخبار ذوالقرنین بدایوں: ۱۴/ نومبر ۱۹۱۶ء۔ ص ۶]

نیز سد الفرار کی یہ عبارت بھی دعوے کی تردید کے لیے کافی ہے:

”مہینوں کاتب نہ ملا۔ ۲۷/ ذی الحجہ سے کام شروع ہوا۔ دوران طبع میں دفعۃً مولانا کا انتقال ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اگرچہ یہاں کوئی خبر نہ بھیجی گئی۔ بازاری افواہ سنی جس پر نماز کے بعد تمام حاضرین سے دعا کرائی گئی کہ یہ خبر جھوٹی ہو۔ مگر بعد کو معلوم ہوا کہ واقعی ہے۔ خیر مشیت میں کیا چارہ۔ ہمیں بوجوہ صدمہ ہوا۔ اول یہ کہ اعلیٰ حضرت تاج الفحول قدس سرہ کی نشانی۔ دوم ہمارے دوست کہے جاتے۔ سوم ہماری طرف کے علما میں مقتدر۔ چہارم ہمارے مذہب کا وعظ کہتے۔

[سد الفرار: ص ۲۰۴]

دوران سماعت بطور شہادت کئی خود ساختہ بلکہ خریدے ہوئے گواہوں کی گواہیاں ہوئیں۔ اعلیٰ حضرت کو کچہری میں لانے کی جدوجہد کی گئی، لیکن ناکام رہے۔ اعلیٰ حضرت کی طرف سے مارہرہ شریف وغیرہ کے معتبر و مشہور علما و مشائخ نے مقدمہ کی پیروی کی اور کچہری میں حاضر ہو کر بحثوں میں حصہ لیا اور صفائیاں پیش کیں۔

۲/ مارچ ۱۹۱۷ء کو کنور جگدیش پرشاد آئی سی ایس مجسٹریٹ ضلع بدایوں نے مدعی سخاوت

حسین کے تمام دعووں کی تغلیط، تکذیب اور تردید کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت کے حق میں فیصلہ سنایا۔ فتح مقدمہ پر ملک بھر سے اعلیٰ حضرت کے عقیدت مندوں نے مبارک بادیاں پیش کیں۔

ہدیہ تشکر:۔

فقیر ان تمام احباب کرام کا شکر گزار و ممنون ہے جنہوں نے اس کتاب کے سلسلے میں کسی بھی طرح کا تعاون فرمایا ہے۔ خصوصًا خلیفہ حضور تاج الشریعہ، پیکر علم و عمل، حامل اوصاف حمیدہ، لائق صد افتخار، گرامی وقار حضرت علامہ سید عبد القادر جیلانی حفظہ اللہ تعالیٰ بانی و سرپرست جیلانی مشن ممبئی کا جنہوں نے اس کتاب کی اشاعت کا بوجھ اپنے مبارک کاندھوں پر قبول فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت کا سایہ عاطفت اہل سنت پر دراز فرمائے اور جیلانی مشن ممبئی اور حضرت کی تمام تحریکات و تنظیمات کو مقبول و مشہور فرمائے۔

نیز عزیز گرامی جناب محترم عتیق الرحمٰن رضوی صاحب اور المختار پبلی کیشنز مالیگاؤں کی پوری ٹیم سلمہم اللہ تعالیٰ، کا ممنون ہوں جنہوں نے حضور سید عبد القادر جیلانی صاحب دام ظلہ کے حکم اور ان کی سرپرستی میں کتاب کے طباعتی حقوق ادا کیے ہیں۔

اللہ تعالیٰ تمام احباب پر اپنا فضل فرمائے اور دنیا و آخرت کی بھلائیاں نصیب فرمائے، مزید دینی خدمات کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین الکریم علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ افضل الصلوات والتسلیمات

نیاز کیش:۔

محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی

نوری دار الافتاء مدینہ مسجد محلہ علی خاں کاشی پور اتراکھنڈ

مورخہ ۸ ر صفر المظفر ۱۴۴۵ھ ۲۳ ر اگست ۲۰۲۳ء

مقدمہ بدایوں و بریلی
تاریخی حقائق

بدایوں و بریلی اختلاف کا بنیادی سبب

خانقاہ رضویہ بریلی شریف اور خانقاہ قادریہ بدایوں شریف اپنی علمی و روحانی اقدار و روایات، مسلمات و نظریات کے اعتبار سے ملک کی دیگر خانقاہوں سے قدرے منفرد ہیں۔ ایک مدت تک دونوں خانقاہوں کے ارباب و مشائخ کے درمیان گہرے روابط اور مثالی تعلقات رہے۔ لیکن بیسوی صدی کی پہلی دہائی کے اختتام پر ہندوستان میں جمعہ کی اذان ثانی داخل مسجد اور خارج مسجد ہونے سے متعلق ایک نئی بحث کا آغاز ہوا۔

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت قدس سرہ اور ان کے حامی علما و مشائخ اذان ثانی خارج مسجد ہونے کو سنت قرار دے رہے تھے تو دوسری طرف علمائے بدایوں اور ان کے ہمنوا علما و مشائخ اذان ثانی عند المنبر کے قائل تھے۔ اولاً یہ بحث فتووں تک محدود رہی پھر معاملات کشیدہ ہوئے تو یہ بحث اس قدر طول پکڑ گئی کہ خانقاہوں مدرسوں اور دار الافتا و دار القضا سے نکل کر عام اخباروں، اشتہاروں تک پہنچ گئی۔ اور مزید حالات بگڑے تو معاملہ مفصل و ضخیم کتابوں تک پہنچ گیا۔ اگر غور کیا جائے تو بدایوں شریف اور بریلی شریف کے درمیان اختلاف کی اصل اور بنیادی وجہ یہی ایک فروعی مسئلہ اذان ثانی رہا۔

یہاں یہ بات بھی بتانا ضروری ہے کہ مسئلہ اذان ثانی کے تعلق سے علما و مشائخ اپنے اپنے طور پر علمی لڑائی لڑ رہے تھے لیکن اخبارات و اشتہارات کے ذریعے غیر علما بھی اس بحث میں دل چسپی لینے لگے اور دخل اندازی کرنے لگے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بحث خواص سے نکل کر عوام تک جا پہنچی اور پھر سب نے اپنے اپنے طور پر تبصرہ بازی شروع کر دی۔

اخبار ذوالقرنین کا درج ذیل مضمون جس پر شاہد!

مدیر اخبار ذوالقرنین لکھتے ہیں:

”کچھ عرصے سے بریلی کے اعلیٰ حضرت اس سنت کو زندہ کرنے پر تلے ہیں کہ جمعہ کی اذان ممبر کے سامنے نہ ہو بلکہ مسجد کے دروازے پر ہو۔ حالاں کہ جمہور علمائے حنفیہ نے

جمعہ کی اذان کو ممبر کے سامنے جائز رکھا ہے۔ ہم اعلیٰ حضرت کو ان دلائل سے جو وہ جمہور علمائے سلف کے عمل کے خلاف پیش کرتے ہیں بحث نہیں چاہتے کیوں کہ یہ کام علمائے کرام کا ہے،

چناں چہ اعلیٰ حضرت اور دیگر علما میں اس مسئلہ پر مدت سے رد و کد ہو رہی ہے۔ کسی مسئلہ کے تحقیق میں کچھ مضائقہ نہیں لیکن افسوس اس وقت ہوتا ہے جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ علما بحث میں وہ طرز بیان اختیار کرتے ہیں جو ان کی شان سے گرا ہوا ہوتا ہے۔

بدایوں کے نیک نفس فرشتہ صفت اور مقدس عالم باعمل حضرت مولانا مولوی عبد المقتدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ جن کا اسی سال ۲۵/ محرم الحرام کو وصال ہوا ہے۔ اس خاص مسئلہ میں بریلوی اعلیٰ حضرت کے خلاف رائے رکھتے تھے۔ چناں چہ اس بارے میں بدایوں سے بھی کچھ مطبوعہ تحریرات شائع ہوئی تھیں۔ ان تحریرات کے سلسلے میں اس ہفتہ بریلی سے اعلیٰ حضرت کے صاحب زادے مولوی حامد رضا خاں صاحب کے نام سے ۱۲۸/ صفحے کا ایک رسالہ شائع ہوا ہے جس میں مدرسہ قادریہ کی تحریرات پر (جن میں زیادہ تر مضامین بدایوں کے رسالہ شمس العلوم کے شامل ہیں) ۶۲۵/ ایرادات لکھے گئے ہیں اگر عالمانہ شان ہوتی تو ہمیں یہاں پر قلم اٹھانے کی ضرورت نہ تھی کیوں کہ وہ لوگ جن کی طرف معترض صاحب کا روئے سخن ہے اس کا جواب دینے کو کافی تھے۔

ہمیں صرف یہ دیکھ کر افسوس ہوا کہ اس رسالے میں جو اس وقت ہمارے پیش نظر ہے اور جس کا نام "ناز برداری جور بدایوں" ہے۔ بدایوں کے جملہ مسلمانوں سے جو بدقسمتی سے مسئلہ اذان میں اعلیٰ حضرت کے ہم خیال نہیں ہیں خطاب کیا گیا ہے۔ اور یہاں کے ایک مقدس عالم کی ذاتیات پر حملے کیے گئے ہیں، جس سے عموماً بدایوں کے تمام مسلمانوں کو اور بالخصوص مولانا صاحب مرحوم کے مریدین اور معتقدین اور تلامذہ کو جو بدایوں اور بدایوں سے باہر دور دور موجود ہیں، صدمہ پہنچایا ہے۔ کاش وہ اپنے علم و فضل سے امت محمدی کو نفع پہنچاتے اور انہیں دینی و دنیاوی فلاح کا راستہ بتاتے۔ خدا کرے وہ اب بھی عامہ مسلمین کی دل

آزاری اور اپنے ہی گروہ میں تفرقہ اندازی کی روش کو چھوڑ دیں۔ اور امت مرحومہ کی حالت پر رحم فرمائیں ورنہ خدا کے یہاں ان کو جواب دینا ہوگا اور یہ بھی ممکن ہے کہ دنیا میں بھی اس قسم کی تحریرات کچھ رنگ لائیں۔"

[اخبار ذوالقرنین بدایوں: ۷/ فروری ۱۹۱۶ء۔ ص ۱۰]

مدیر اخبار ذوالقرنین کی درج بالا تحریر پڑھنے کے بعد یہ نتیجہ نکالنا مشکل نہیں کہ تحریر میں تضاد کے ساتھ ایک فریق کی کھلی حمایت اور دوسرے فریق کی بے جا مخالفت کی گئی ہے۔ صاحب تحریر کی اس متضاد بیان بازی اور غیر منصفانہ طرز تحریر سے نالاں ہو کر مدیر اخبار دبدبہ سکندری رامپور نے درج ذیل مختصر مگر جامع و معقول تبصرہ تحریر فرمایا جسے ہم من و عن اخبار سے نقل کر رہے ہیں۔ ملاحظہ کریں:

"علما کی چھیڑ چھاڑ" اس عنوان سے فاضل ہم عصر ذوالقرنین بدایوں نے اپنی ۷/ فروری کی اشاعت میں اعلیٰ حضرت مجدد مأۃ حاضرہ مولانا مولوی مفتی حاجی قاری شاہ احمد رضا خاں صاحب قادری بریلوی کے فتاواے اذان ثانی پر تنقیدی تبصرہ کرتے ہوئے مولانا کے فرزندار جمند کے تصنیف کردہ رسالہ سد الفرار علی الصید الفرار" پر خامہ فرسائی کی ہے۔ اور آخر میں اپنی گہری قابلیت سے ایک قابل قدر مگر مضحک مشورہ دیا ہے کہ عامہ مسلمین کی دل آزاری کو چھوڑ دیں ورنہ خدا کے یہاں جواب دینا ہوگا۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ دنیا میں بھی اس قسم کی تحریرات کچھ رنگ لائیں۔

ہم فاضل ہم عصر کی رائے کی قدر کرتے ہیں۔ اور اس کی اس جرأت پر رشک کرتے ہیں کہ وہ باوجودیکہ اپنے آپ کو اپنے انکسار سے طبقہ علما میں نہیں شمار کرتا اور حق بھی یہی ہے کہ علماے کرام کے مباحث فقہیہ ہر زید و عمر کے سمجھ میں نہیں آتے ہیں، پھر بھی وہ امتیاز کرتا ہے کہ اس بارے میں اعلیٰ حضرت جمہور علماے سلف کے عمل کے خلاف دلائل پیش کرتے ہیں۔

ایک اخبار نویس جو غالباً معلومات علمیہ و فقہیہ سے دامن فخامت بچائے ہوئے ہیں وہ

محسوس فرماتے ہیں کہ جو دلائل بریلی سے پیش کیے گئے ہیں وہ جمہور علماے سلف کے خلاف ہیں تو کیوں کر مان لیا جائے ہ شان خلاف وقیع نہیں ۔ جہاں تک میرا خیال ہے اس بارے میں لب کشائی صرف علما کا منصب ہے یہاں سے ان مسائل کی اشاعت ضرور ہوئی لیکن کبھی ان پر محاکمہ یا فیصلہ نہیں لیا گیا۔ آپ کے نزدیک رسالہ سدالفرار میں نہ تو عالمانہ شان ہے نہ عالمانہ معلومات ہیں ۔ ہم نہیں سمجھتے کہ کیوں ایسا لکھا گیا جو محض طفلانہ بات ہے۔ عالمانہ شان ذوالقرنینی اگر دیکھنی ہو تو ے ر فروری کے معزز ذوالقرنین کو پڑھا کریں۔

ہم نے بھی یہ باب اپنے اخبار میں بند کر دیا تھا لیکن فاضل ایڈیٹر صاحب ذوالقرنین کے بیان سے لوگ غلط رائے قائم کرتے اس لیے کسی طرح یہ امر تسلیم نہیں کیا جا سکتا کہ بدایوں کے علما ذاتیات کا شکار نہیں ہوئے انہوں نے تو کچھ بھی اٹھا نہ رکھا یہاں سے تو جواب ہی میں کہا گیا جو کچھ کہا گیا لیکن اس میں بھی جو متانت و صداقت ہے وہ آسانی سے معلوم ہو سکتی ہے۔ بشرطیکہ عداوت نہ ہو۔

ہنر بچشم عداوت بزرگ تر عیبے ست

ہم اس امر کے قائل نہیں کہ بریلی کے علما معصوم ہیں یا رامپور کے علماے کرام سے غلطی نہیں ہوتی یا علماے بدایوں نفسانیت سے بری ہیں ۔ ہم جب بشر ہیں تو ہمارے لیے مبتلاے اغلاط ہونا لازمی امر ہے۔ مگر یہ کس طرح تسلیم کر لیا جائے کہ بریلی سے جو جواب شائع ہوا اس میں نہ تو عالمانہ شان ہے نہ وہ کسی کے پڑھنے کے قابل ہے۔ سدالفرار نے جو باتیں پیش کی ہیں اگر کچھ انصاف پر آئیں تو مدیر شمس العلوم بدایوں کی اعلیٰ قابلیت کا ثبوت ملے گا۔

جناب یہ مذہب اہل سنت ہے مذہب صلح کل نہیں، اس میں اگر لب کشائی کا موقع ہے تو صرف حضرات علماے کرام کو نہ کہ ایڈیٹران اخبار کو۔ معتقدات ظاہر کیجیے ،جس کے ہم خود عادی ہیں ۔ لیکن علم سے الگ رہ کر اتنی ہی بات مانی جائے گی جس کے آپ اہل ہوں گے ۔ آپ کو بدایوں شریف کے مقدس عالم کی ذاتیات پر حملوں کا افسوس ہے جس میں ہم بھی آپ کا ساتھ دیں گے لیکن یہ نہ دیکھا کہ کیا وجہ واقع ہوئی ان حملوں کی ۔ حق و صداقت

کابول بالا ہے۔ اگر آپ حق پر ہیں اور اڈیٹر کی شخصیت سے الگ ہیں تو علما کے میدان میں کرم فرمائیے اور پھر سد الفرار کا جواب ہی لکھ دیجیے اور صفحہ ۸۲ تا ۱۱۴ پر انصاف کی نظر ڈالیے اور ذرا غور سے پڑھیے کہ کیا کہا گیا ہے۔ یہ نہ دیکھیے کہ کون کہتا ہے۔ اور اگر اس کی توفیق نہ ہو تو آپ کے لیے تختہ مشق معاملات علی گڑھ کالج ہیں ان سے دل بہلائیے مسائل دینیہ میں بوریہ نشینوں کی خامہ فرسائی کافی ہے۔ بدایوں کے علما جانیں اور بریلی کے علما سمجھیں ۔اظہار رائے اور محاکمہ نہ آپ کے لیے زیبا نہ ہمارے لیے مناسب۔ یہ خیر خواہانہ معروض ہے کسی اور وجہ پر محمول نہ فرمائیں۔"

[اخبار دبدبہ سکندری۔ رامپور۔ ۲۱/ فروری ۱۹۱۶ء ص ۴، جلد ۵۲، نمبر ۱۵]

اخبار دبدبہ سکندری کے مذکورہ بالا تبصرے کے بعد بدایوں سے ایک عالم دین نے علمائے بریلی کو دعوت مناظرہ پر مشتمل ایک مراسلہ بغرض اشاعت اخبار دبدبہ سکندری بھیجا جس کے جواب میں مدیر اخبار نے درج ذیل تحریر شائع کی ہم اسے یہاں نقل کرنا ضروری سمجھتے ہیں ملاحظہ فرمائیں:

راقم دبدبہ سکندری نے پچھلی اشاعت میں علما کی چھیڑ چھاڑ عنوان لے کر اخبار ذوالقرنین بدایوں کے ۷/ فروری والے مضمون پر تبصرہ کرتے ہوئے ایک ضروری گزارش پیش کی تھی، یعنی یہ عرض کیا تھا کہ اس بارے میں لب کشائی صرف علما کا منصب ہے اس گزارش پر قاضی محلہ (بدایوں) کے کوئی بزرگ ہیں جن کا نام مولوی سید حسن صاحب قادری (مولوی عالم) ہیں ۔دفتر ہذا میں ایک مراسلہ ارسال فرماتے ہیں اور بریلوی علما کو دعوت مناظرہ کے لیے مدعو فرماتے ہیں ہم مولوی عالم صاحب کی وجاہت سے صرف اتنا واقف ہیں کہ ان کی تحریر ہمارے سامنے آئی ہے۔ ہم اس مراسلے کو درج کر دیتے لیکن جب کہ اس سے بہتر یہ صورت متصور ہے کہ مولوی عالم صاحب کو اگر دعوت مناظرہ پیش کرنا ہے تو بذریعہ رجسٹری شدہ لفافے کے اصالتاً دعوت ارسال فرمائیں۔ اور سب میں بہتر یہ صورت ہے کہ خاموشی اختیار کی جائے اور مسلمانوں کو کشمکش سے نجات عطا فرمائی جائے۔ یہ اختلاف رفع ہوتا نہیں

معلوم ہوتا اس لیے کہ جو کچھ کہا جائے اس میں علم کی روشنی دلائل و براہین کی راہیں دیکھنی ہوں گی۔ اور مقصد حاصل ہونا ویسا ہی مشکل ہو جائے گا جیسا اب ہے۔

یاد رکھیے کہ ایثار و انکسار سے اگر اس جیسے معاملہ کو طے کیا جاتا تو یہ ناگوار تفرقہ جو اس وقت ملت واحدہ میں پیدا ہو گیا ہے، ہرگز نہ پیدا ہوتا اور جو پیدا ہو بھی گیا تھا تو آسانی سے طے ہو جاتا اور باہم دوستی کے ہاتھ پڑھتے رہتے۔ یہی گزارش اس وقت بھی پیش کی گئی تھی جب نزاع حد مسئلہ سے تجاوز ہو کر کشمکش شخصیت میں گرفتار ہونے والی تھی۔ لیکن رامپوری پارٹی سے جب ہمیں یہ جواب ملا کہ چاہے مولوی احمد رضا خاں صواب ہی پر کیوں نہ ہوں مگر ہم خلاف ضرور کریں گے جب ہم نے گھر کی یہ حالت دیکھی تو باہر سے کیا امید ہو سکتی تھی اس کا فیصلہ ناظرین کی طبع رسا پر چھوڑا جاتا ہے۔ بہر حال ہادیان امت کو اخلاق مصطفویہ کا سچا نمونہ پیش کر کے دنیا کو مسخر کر لینا چاہیے نہ کہ اس خدائی عطا سے حسد کرنے کی ٹھہرانی چاہیے جسے عرب عجم کے علما سے اپنے کمالات کا خطبہ پڑھوالیا۔“

[۲۸ / فروری: ۶ / مارچ ۱۹۱۶ء ص ۳، جلد ۵۲، نمبر ۱۵، ۱۶]

بحث کتابوں سے کچہری تک:۔

کس دور میں علما کے درمیان اختلافات نہیں رہے ہیں؟ کیا مناظرانہ طرز پر لکھی گئی کتابوں میں تلخیاں نہیں ہوتیں؟ جواب الجواب میں جو بحثیں معرض وجود میں آتی ہیں ان میں شدت کا ہونا کسے معلوم نہیں؟ لیکن اس کے باوجود بھی کبھی سنا کہ ان دینی مسائل کے حل کے لیے کسی دنیاوی و غیر مسلم فیصل کا سہارا لیا گیا ہو؟ یا کسی فریق پر کتاب کی سختی کا بہانہ بنا کر دنیاوی کچہریوں میں مقدمے دائر کیے گئے ہوں۔ لیکن قسمت کا لکھا کون مٹا سکتا ہے۔ یہ دن بھی بدایوں اور بریلی کو دیکھنا تھے، کہ جب دینی بحث کتابوں کے ذریعہ حل کرنے کی فریقین میں کوشش جاری تھی اسی درمیان فریق بدایوں کے کچھ نام نہاد خیر خواہ حضرات غیر مسلم کچہری میں مقدمہ دائر کرنے پہنچ گئے۔ اور بدایوں و بریلی کا وہ اختلاف جو صرف ایک مسئلہ شرعیہ کے سلسلے میں پیدا ہوا تھا اور امید تھی کہ علما و مشائخ اس اختلاف کو خود ہی ختم کر لیتے اور

بہت ممکن تھا کہ بریلی شریف و بدایوں شریف کے درمیان جو دوری ہو چکی تھی وہ دور ہو جاتی ،اسے دنیاوی روپ دے کر اس قدر پختہ کر دیا گیا کہ صدی ہونے کو آئی مگر اس کا اثر اب بھی زائل ہونے کا نام نہیں لے رہا ہے۔

ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ کتابوں کی بحث کتابوں تک محدود رکھی جاتی ۔لیکن کچھ ناعاقبت اندیشوں نے اس کو خانقاہوں ،مدرسوں ،مسجدوں دار الافتاو دار القضا میں حل کرنے کے بجائے دنیاوی کچہریوں میں غیر مسلموں کی میز تک پہنچا دیا ،جس میں کہیں نہ کہیں شریعت کا تقدس پامال ہوتا محسوس ہوتا ہے۔

مقدمہ لائبل سخاوت حسین بنام اعلیٰ حضرت وغیرہ:۔

اس وقت جب کہ علما کی بحث زوروں پر تھی ،کتابوں پر کتابیں تصنیف و تالیف ہو کر منظر عام پر آرہی تھیں ۔اخبارات ورسائل اشتہارات و پمفلٹ چھپوا کر عام کیے جا رہے تھے ۔اور فریقین اپنے اپنے موقف کو درست قرار دینے کے لیے ہر ممکن زور لگا رہے تھے،اسی درمیان بدایوں شہر سے جناب سخاوت حسین بدایونی اور جناب عطا علی بدایونی کی طرف سے انگریز کچہری میں امام اہل سنت اعلیٰ حضرت ،جناب شاہد علی ،حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا خان ،صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی علیہم الرحمۃ کے خلاف دفعہ ۵۰۰/ وغیرہ تعزیرات ہند کے تحت مان ہانی یعنی ہتک عزت کا مقدمہ دائر کر دیا گیا۔

یہ مقدمہ ”لائبل سخاوت حسین“ کے نام سے مشہور ہوا۔

لائبل ایک انگریزی لفظ ہے جس کا معنی مان ہانی یعنی ازالہ حیثیت عرفی ،ہے۔اور یہ لفظ قانونی اصطلاح کے لیے مستعمل ہے۔

مقدمہ کا آغاز:۔

۲۳/ مارچ ۱۹۱۶ء کو بدایوں کچہری میں بہادر عبد الغفار اسپیشل مجسٹریٹ کے یہاں مقدمہ پیش ہوا۔کچہری میں بحیثیت جج بہادر عبد الغفار مقرر تھے۔امام اہل سنت اعلیٰ حضرت قدس سرہ بیماری کے سبب کچہری نہیں پہنچے ،جس کی وجہ سے مقدمہ ملتوی کر دیا گیا،۷/ اپریل تک

میڈیکل رپورٹ پیش کرنے کا آڈر ہوا۔اور اگلی تاریخ ۱۱/ اپریل ۱۹۱۶ء مقرر ہوئی۔اس درمیان تصفیہ کی بات بھی رکھی گئی مدعاعلیہم سے سوسوروپے کے مچلکے بھی لیے گئے۔

اخبار ذوالقرنین کی درج ذیل خبر ملاحظہ کریں:

"۲۳/مارچ ۱۹۱۶ء کو علما کی چھیڑ چھاڑ کا مقدمہ خان بہادر شیخ عبدالغفار صاحب کے اجلاس میں پیش ہوا سخاوت حسین وعطاعلی مستغیثان ہیں۔ مولوی احمد رضاخاں صاحب، شاہدعلی، حامد رضاخاں ومحمد رضاخاں امجد علی پرنٹر مطبع اہل سنت والجماعت مدعاعلیہم ہیں۔ دفعہ ۵۰۰ وغیرہ تعزیرات ہند کا استغاثہ ہے، جو کتاب نازبرداری جوربدایوں کے بعض فقروں کی بنیاد پر کیا گیا ہے۔ مدعاعلیہ نمبر (۱) حاضر عدالت نہیں ہوئے۔بیماری کا عذر کیا گیا ہے اس وجہ سے مقدمہ ملتوی ہوا ہے۔ان کو ۷/اپریل تک میڈیکل سرٹیفکٹ پیش کرنے کا حکم دیا گیا۔۱۱/اپریل ۱۹۱۶ء مقرر ہوئی ہے۔استغاثہ کی طرف سے ۵/گواہ طلب ہیں،جس میں بدایوں کے سوادیگر اضلاع کے بھی ہیں۔تصفیہ کی بھی گفتگو درپیش رہی اب بھی اگر تصفیہ ہوجائے تو غنیمت ہے۔مدعاعلیہم سے سوسوروپیہ کی حاضری کے مچلکے لیے گئے ہیں۔"

[اخبار ذوالقرنین بدایوں:۲۸/مارچ ۱۹۱۶ء ص۱۰]

مقدمہ کی اگلی تاریخ اور تصفیہ کی کوشش:۔

گیارہ اپریل ۱۹۱۶ء کو مقدمہ کی مقررہ تاریخ پر مدعیان اور مدعاعلیہم کچہری میں حاضر ہوئے۔مدعی حضرات یعنی اہل بدایوں کی طرف سے بحیثیت وکیل مسٹر قادری صاحب بیرسٹرایٹ لاعلی گڑھ اور مدعاعلیہم کی جانب سے سید حبیب اللہ صاحب بیرسٹرایٹ لالکھنؤ منتخب تھے۔

کچہری میں مقدمہ کی بحث سے قبل فریقین کے وکلا اور نمائندہ حضرات نے آپسی مجلس مشاورت میں دو گھنٹہ تصفیہ کی کوشش کی مگر کامیابی نہیں ملی،جس کے بعد جج کے روبرو مقدمہ کی کارروائی شروع ہوئی۔

امام اہل سنت کی طرف سے وکیل نے عدم حاضری کا ڈاکٹری سرٹیفکٹ پیش کیا جس پر

فریقین کے وکلا کے درمیان بحث ہوئی، جس پر مجسٹریٹ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ مزید یہ کہ مجسٹریٹ کو جب یہ بات معلوم ہوئی کہ فریقین کے نمائندہ حضرات آپس میں تصفیہ کی کوشش میں ہیں تو مجسٹریٹ نے تصفیہ کی مزید مہلت دیتے ہوئے تصفیہ نہ ہونے کی صورت میں مقدمہ کی کارروائی ۳۰/اپریل تک ملتوی کردی۔

اس تاریخ میں شہر و بیرون شہر فریقین کے بہت سے احباب بھی کچہری میں حاضر تھے۔ کچھ شعرا حضرات بھی موجود تھے جنھوں نے مقدمہ سے فراغت پاکر شام کو ایک عام مشاعرہ منعقد کیا۔ اخبار ذوالقرنین نے اس تاریخ کی جو رپورٹ پیش کی وہ من و عن پیش ہے ملاحظہ فرمائیں:

"لائبل کیس سخاوت حسین بنام مولوی حامد رضا خاں وغیرہ۔

علماے بدایوں اور بریلی کی لفظی نزاع جو کئی ہفتہ سے عدالتی مسل کی صورت میں خان بہادر شیخ عبد الغفار صاحب اسپیشل مجسٹریٹ کے اجلاس میں برٹش انصاف کی دست نگر ہے۔ اس کا مقدمہ ۱۱/اپریل کو سماعت ہونے والا تھا۔ مستغیث کے کثیر التعداد گواہ اس روز عدالت کے احاطے میں موجود تھے۔ شہر کے معزز شرفا اور روسا کے علاوہ باہر سے آنے والے گواہوں میں مولانا عبد الحلیم صاحب لکھنوی، حضرت احسن صاحب مارہروی اور ابو المعظم مرزا سراج صاحب سائل دہلوی، حضرت بے باک شاہجہان پوری بھی تشریف رکھتے تھے بریلی اور بدایوں کے مقامی اخبارات کے ایڈیٹر بھی مستغیث کے طلبیدہ موجود تھے۔ گواہوں کے علاوہ تماشائیوں کا خاصہ مجمع تھا۔ مستغیث کی طرف سے مسٹر قادری صاحب بیرسٹرایٹ لا علی گڑھ سے آئے تھے۔ مدعا علیہم کی طرف سے سید حبیب اللہ صاحب بیرسٹرایٹ لا لکھنؤ سے تشریف لائے تھے۔

دو ڈھائی گھنٹہ کامل فریقین کے وکلا اور قائم مقاموں میں عدالت سے باہر تصفیہ کی بات چیت ہوتی رہی، لیکن جب کوئی مختتم بات قرار نہیں پائی تو عدالت کے سامنے فریقین بلائے گئے۔ مجمع کثیر کی وجہ سے دروازہ عدالت پر پولیس کے جوانوں کا پہرہ تھا، تاکہ عدالت کے

اندر بے اندازہ بھیڑ ہو کر شوو غل نہ ہو جائے۔ پھر بھی مناسب تعداد فریقین کے پیرو کاروں اور مقدمہ سے دل چسپی رکھنے والوں کی عدالت میں پہنچ گئی تھی۔ ذوالقرنین کی طرف سے مولوی طفیل احمد متولی کو خاص طور پر نوٹ کرنے کی عدالت نے اجازت دے دی تھی۔

مقدمہ پیش ہونے پر مولوی احمد رضا خاں صاحب مدعا علیھم کی غیر حاضری کا سرٹیفکٹ ڈاکٹری بابت معافی حاضری عدالت پیش ہوا اس پر فریقین کے بیرسٹروں نے تقریریں کیں، مستغیث کی طرف سے اس امر پر زور دیا جاتا تھا کہ یہ سرٹیفکٹ ناکافی ہے اور صرف اسی تاریخ کی غیر حاضری کی بابت ہے آئندہ تاریخ پر مدعا علیہ کو بلا لیا جائے۔ دوسری طرف سے یہ کہا جاتا تھا کہ آج ہی بغیر حاضری ایک مدعا علیہ علیل کے سماعت مقدمہ شروع کر دیا جائے لیکن عدالت نے یہ معلوم ہونے پر کہ باہم گفتگو سے صلح ہو رہی ہے، حکم دیا کہ مقدمہ ۳۰/ اپریل کو پیش ہو اور اس تاریخ کے لیے مستغیث کوئی شہادت طلب نہ کرائے اگر اس وقت تصفیہ نہ ہوا تو ۳۰/ اپریل کو سرٹیفکٹ پر لحاظ یا غیر لحاظ کے متعلق حکم دیا جائے گا۔

چوں کہ بدایوں کی سخن فہم اور شاعری پسند طبائع کی خوش قسمتی سے اس مقدمہ کی بدولت باہر کے بعض نامور شعرا جن کا ذکر سطور بالا میں کیا گیا ہے جمع ہو گئے تھے، اس لیے مولوی حاجی عطا محمد صاحب وکیل کو اچھا موقع ہاتھ آیا اور انہوں نے لگے ہاتھوں اسی شب کو مشاعرہ کی صحبت کا رنگ جما دیا۔ خوب خوب طبع آزمائیاں کی گئیں۔

حضرت سائل دہلوی اور حضرت احسن مارہروی کی انصاف پسند طبیعتوں سے نہ رہا گیا اور انہوں نے طرح والی غزلوں کے مقطعوں میں اس ناخوشگوار واقعہ کی طرف جوان محترم حضرات کو اس گرم موسم میں سفر کی تکلیف دینے کا باعث ہوا تھا۔ اشارہ کر دیا حضرت سائل کا مقطع ہے۔

آج دو بار زیارت ہوئی سائل کی نصیب
دن کو اجلاس میں تھا شب کو غزل خواں دیکھا

حضرت احسن نے فرمایا۔

آج وہ دن تھا کہ تو مرثیہ پڑھتا احسن
لیکن افسوس تجھے ہم نے غزل خواں دیکھا

[اخبار ذوالقرنین، ۱۴/ اپریل ۱۹۱۶ء ص ۹]

اعلیٰ حضرت کے نام سمن جاری:۔

۳۰/ اپریل کو مقدمہ کی شنوائی ہوئی یا نہیں اس سلسلے میں کوئی خبر ہمیں نہیں ملی۔ البتہ اخبار ذوالقرنین کی درج ذیل خبر سے پتہ چلتا ہے کہ غالباً ۳۰/ اپریل یا اس کے علاوہ کسی تاریخ میں مقدمہ کی شنوائی ہوئی جس میں اعلیٰ حضرت کو کچہری میں پہنچنے کا سمن جاری کیا گیا۔ ۲۲/ مئی کی تاریخ مقرر ہوئی لیکن اعلیٰ حضرت کی عام کچہری سے مقدمہ ہائی کورٹ میں چلانے کی خواہش پر ہائی کورٹ میں اپیل دیے جانے کے سبب مقدمہ ۲۷/ مئی تک ملتوی کردیا گیا۔

اخبار ذوالقرنین کی خبر ملاحظہ ہو:

"بریلوی اعلیٰ حضرت اور دیگر مدعاعلیہم کے خلاف جو مقدمہ لائبل خان بہادر شیخ عبد الغفار صاحب کے اجلاس میں چل رہا ہے اور جس میں بوجہ عدم حاضری اعلیٰ حضرت صاحب بہ تعین ۲۲/ مئی ۱۹۱۶ء عدالت نے ملزم کو بذریعہ وارنٹ طلب کیا تھا اب اس کی سماعت حالیہ تاریخ مذکور پر نہ ہوگی۔ کیوں کہ سنا گیا ہے کہ مدعاعلیہ مذکور کی طرف سے عدالت العالیہ ہائی کورٹ میں درخواست انتقال مقدمہ گزر گئی ہے اور اس میں ۲۷/ مئی مقرر ہوئی۔"

[اخبار ذوالقرنین بدایوں: ۲۱/ مئی ۱۹۱۶ء۔ ص ۱۰]

فریق بدایوں کی طرف سے ہائی کورٹ میں مقدمہ چلانے کی اپیل:۔

ہائی کورٹ میں مقدمہ چلانے سے متعلق اعلیٰ حضرت کی طرف سے جو اپیل دائر کی گئی تھی وہ خارج کردی گئی اور ضلع کی کسی اور کچہری میں مقدمہ منتقل کردینے کو ضلع مجسٹریٹ کی مرضی پر چھوڑ دیا گیا۔

اخبار ذوالقرنین کی یہ خبر ملاحظہ ہو:

"مقدمہ لائبل سخاوت حسین وغیرہ بنام مولوی حامد رضاخاں وغیرہ کے متعلق جو درخواست انتقال مقدمہ عدالت العالیہ ہائی کورٹ میں گزری تھی اس کا تصفیہ ۷ ۲/ مئی ۱۹۱۶ء کو ہو گیا۔ سنا ہے کہ درخواست مذکور خارج کردی گئی لیکن یہ بات کہ مقدمہ اسی ضلع کے اندر کسی دوسرے اجلاس میں منتقل کر دیا جائے۔ صاحب مجسٹریٹ ضلع کی مرضی پر چھوڑی گئی ہے عدالت العالیہ سے جس وقت مثل عدالت ماتحت میں واپس آئے گی اور اس وقت جو کارروائی جدید معلوم ہوگی مفصل طور پر لکھی جائے گی۔"

[اخبار ذوالقرنین ۲۸/ مئی ۱۹۱۶ء ص ۱۱]

مجسٹریٹ کی طرف سے تصفیہ کی تجویز:۔

ضلع مجسٹریٹ نے فریقین کو باہم تصفیہ کرنے اور از خود معاملہ سلجھانے کی تجویز پیش کی اور عدم تصفیہ کی صورت میں ڈپٹی کلکٹر مولوی فضل احمد صاحب کے یہاں ۱۹/ جون ۱۹۱۶ء کو مقدمہ کی کارروائی کا حکم دیا۔ اخبار ذوالقرنین کی درج ذیل خبر ملاحظہ ہو:

"بدایوں لائبل کیس سخاوت حسین بنام حامد رضاخاں وغیرہ میں مثل مقدمہ لائبل ہائی کورٹ سے واپس آنے پر صاحب مجسٹریٹ ضلع نے حسب منشا احکام ہائی کورٹ یہ حکم دیا ہے کہ فریقین کے نام ایک نوٹس جاری ہو کہ وہ باہم تصفیہ کرلیں اگر اس مرتبہ بھی تصفیہ نہ ہوگا تو مقدمہ کی آئندہ کارروائی مولوی فضل احمد صاحب ڈپٹی کلکٹر کے اجلاس میں ہوگی۔ بہ تعین ۱۹/ جون فریقین طلب ہیں۔"

[اخبار ذوالقرنین۔ ۷/ جون ۱۹۱۶ء ص ۸]

کچہری سے مزید مصالحت کا موقع:۔

اخبار ذوالقرنین نے درج ذیل خبر میں پچھلی خبر کی تصحیح کرتے ہوئے لکھا کہ ۱۹/ جون کو بہادر شیخ عبد الغفار صاحب کے یہاں مقدمہ پیش ہوگا۔ تب تک انہوں نے فریقین کو ایک بار پھر مصالحت کی پیش کش کی ہے اور عدم مصالحت کی صورت میں کسی تنخواہ دار مجسٹریٹ کے پاس مقدمہ منتقل کیے جانے کی بات کہی ہے۔

اخبار ذوالقرنین کی درج ذیل خبر ملاحظہ ہو:

”لائبل کیس سخاوت حسین بنام مولوی حامد رضاخاں وغیرہ کی خبر جو گزشتہ ہفتے میں لکھی گئی ہے اس کے متعلق صحیح طور پر یہ معلوم ہوا کہ اس مقدمہ میں فریقین بہ تعین ۱۹/جون ۱۹۱۶ءخان بہادر شیخ عبدالغفار صاحب کے اجلاس میں طلب ہوئے ہیں اور ان کو موقع دیا گیا ہے کہ وہ باہمی مصالحت کرلیں۔ اگر اس مرتبہ مصالحت نہ ہوئی تو مقدمہ حسب منشا حکم عدالت العالیہ کسی تنخواہ دار ڈپٹی مجسٹریٹ کے اجلاس کو بھیج دیا جائے گا صلح کل مسلمان اور وہ لوگ جو اس قسم کی مقدمہ بازی کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، بدل و جان کوشش کر رہے ہیں کہ باہم صلح ہو جائے۔

[اخبار ذوالقرنین: ۱۴/جون ۱۹۱۶ء۔ ص ۱۰]

تصفیہ کے لیے مدعیان کی طرف سے، اعلیٰ حضرت کے کچہری میں آکر معافی مانگنے اور سدالفرار کی تردید کرنے کی شرط:۔

۱۹/جون کو مجسٹریٹ بہادر شیخ عبدالغفار صاحب کے یہاں مقدمہ پیش ہوا۔ مدعا علیہم نے حضرت سید شاہ حامد حسین مارہروی کو ثالث مقرر کیے جانے کی درخواست پیش کی لیکن مدعی حضرات نے حضرت مارہروی کو ثالث بنانے سے صاف انکار کر دیا مزید یہ مطالبہ رکھ دیا کہ اعلیٰ حضرت کچہری میں حاضر ہو کر معافی مانگیں اور کتاب سدالفرار کی تردید کریں اگر وہ ایسا کرتے ہیں تو ٹھیک ورنہ ہم تصفیہ و مصالحت کے لیے تیار نہیں۔ مجسٹریٹ بہادر عبدالغفار صاحب نے جب معاملہ سلجھتے نہیں دیکھا تو ضلع مجسٹریٹ کی طرف مقدمہ کو منتقل کر دیا۔

اخبار ذوالقرنین کی درج ذیل خبر ملاحظہ ہو:

”مقدمہ لائبل سخاوت حسین وغیرہ بنام مولوی حامد رضاخاں بریلوی وغیرہ خان بہادر شیخ محمد عبدالغفار صاحب کے اجلاس میں ۱۹/جون ۱۹۱۶ء کو پیش ہوا۔ من جانب مدعا علیہم درخواست پیش ہوئی کہ اس مقدمہ میں حاجی سید شاہ حامد حسین صاحب مارہروی ثالث مقرر کر دیے جائیں۔ عدالت نے مدعیان سے دریافت کیا لیکن مدعیان کی جانب سے

صاف انکار کیا گیا اور اس بات پر زور دیا گیا کہ جب تک اعلیٰ حضرت مولوی احمد رضا خاں صاحب خود عدالت میں آکر معافی نہ مانگیں گے اور کتاب متنازعہ کی تردید نہ کریں گے ہم تصفیہ کو تیار نہیں ہیں۔ خان بہادر صاحب نے مثل مقدمہ کو صاحب مجسٹریٹ ضلع کے یہاں بھیج دیا۔"

[اخبار ذوالقرنین بدایوں: ۲۱/ جون ۱۹۱۶ء۔ ص ۱۰]

مجسٹریٹ کی طرف سے مزید مصالحت کی مہلت:۔

اسی درمیان جب مصالحت کی کچھ امید محسوس ہوئی تو ایک تاریخ اور مجسٹریٹ عبدالغفار صاحب کے یہاں مقرر ہوئی۔ یعنی ۳۰/ جون کو شیخ عبد الغفار صاحب کے یہاں بغرض مصالحت و تصفیہ فریقین کو طلب کیا گیا اور عدم مصالحت کی صورت میں تنخواہ دار مجسٹریٹ کے یہاں مقدمہ منتقل کیے جانے کی بات کہی گئی۔ خبر ملاحظہ ہو:

"مقدمہ لائبل سخاوت حسین بنام حامد رضا خاں وغیرہ کے متعلق معلوم ہوا ہے کہ خان بہادر شیخ محمد عبدالغفار صاحب کے اجلاس میں ۳۰/ جون ۱۹۱۶ء کو پیشی ہوگی، کیوں کہ تصفیہ کا ایک اور موقع دیا گیا ہے غالباً اس کے بعد صاحب مجسٹریٹ بہادر ضلع کے اجلاس سے حسب منشاے حکم ہائی کورٹ کسی دوسرے تنخواہ دار مجسٹریٹ کے اجلاس میں منتقلی کا حکم ہوگا۔"

[اخبار ذوالقرنین: ۲۸/ جون ۱۹۹۶ء ص ۱۰]

فریقین کی عدم مصالحت اور مقدمہ کی کارروائی:۔

شیخ بہادر صاحب کے یہاں مقدمہ پیش ہوا لیکن فریقین میں باہم تصفیہ نہیں ہوا۔ ۱۵/ ستمبر کو مدعا علیہم کو کچہری میں پھر طلب کیا گیا۔ خبر ملاحظہ ہو:

"مقدمہ لائبل (سخاوت حسین وغیرہ بنام مولوی حامد رضا وغیرہ) بذات خاص صاحب مجسٹریٹ بہادر ضلع کے اجلاس میں آگیا ہے۔ تصفیہ اب تک نہیں ہوا۔ بہ تعین ۱۵/ ستمبر ملزمان طلب ہوئے ہیں۔"

[اخبار ذوالقرنین بدایوں: ۷/ ستمبر ۱۹۱۶ء ص ۸]

اعلیٰ حضرت کا وکالتی میڈیکل سرٹیفکٹ:۔

۱۵؍ستمبر کو اعلیٰ حضرت کی طرف سے وکالتاً میڈیکل سرٹیفکٹ پیش ہوا۔ اور مجسٹریٹ کی طرف سے بذریعہ کمیشن ڈاکٹر کے بیان درج ہونے کا حکم جاری کیا گیا۔ اور مقدمہ سے متعلق کوئی کارروائی نہیں ہوئی۔ خبر ملاحظہ کریں:

"مشہور لائبل کیس ۱۵؍ کو صاحب مجسٹریٹ بہادر ضلع کے اجلاس میں پیش ہوا مولوی احمد رضا خان صاحب حاضر عدالت نہ ہوئے۔ ان کی جانب سے وکالتاً میڈیکل سرٹیفکٹ پیش کیا گیا۔ بذریعہ کمیشن ڈاکٹر صاحب بریلی کے بیان ہونے کے لیے حکم ہوا اور کوئی کاروائی نہیں ہوئی۔"

[اخبار ذوالقرنین بدایوں: ۲۱؍ستمبر ۱۹۱۶ء ص ۸]

اعلیٰ حضرت کے میڈیکل سرٹیفکٹ پر کچہری میں ڈاکٹر کا تائیدی بیان:۔

۲۴؍ستمبر کو اعلیٰ حضرت کے ڈاکٹر کا تائیدی بیان درج ہوا۔ اور مقدمہ اگلی تاریخ تک ملتوی ہو گیا۔ اخبار لکھتا ہے:

"معلوم ہوا ہے کہ بدایوں بریلی کے مشہور لائبل کیس رئیس فوجی ڈاکٹر صاحب نے مولوی احمد رضا خاں صاحب کو طبی سارٹیفکٹ دیا تھا ان کو کنونسٹ مجسٹریٹ بریلی نے ۲۴؍ستمبر کو لکھا۔ بدایوں میں مدعیان کی طرف سے ان کے مشیران قانونی جرح کے لیے گئے تھے اور بہت سے تماشائی بھی گئے تھے۔ سنا ہے ڈاکٹر صاحب نے اپنی تحریر کی تائید کی اور مدعا علیہ کو سفر کرنے کے ناقابل بتلایا اب کسی دوسری تاریخ پر مقدمہ پیش ہو گا۔"

[اخبار ذوالقرنین بدایوں: ۲۸؍ستمبر ۱۹۱۶ء ص ۸]

مقدمہ بازی پر ارباب علم کا اظہار افسوس، اعلیٰ حضرت کا طبی سرٹیفکٹ منظور:۔

مقدمہ اہم اور نازک ہونے کے سبب عوام و خواص کے درمیان موضوع بحث بنا ہوا تھا۔ سنجیدہ طبقہ اس مقدمہ بازی سے بالکل خوش نہیں تھا۔ لوگوں کے الگ الگ تاثرات تھے مدیر اخبار ذوالقرنین نے مولانا سلیمان صاحب پھلواری کا تاثر نقل کیا ہے۔ نیز مدیر

موصوف نے اس مقدمہ سے متعلق خانقاہ برکاتیہ مارہرہ شریف کے صاحب سجادہ حضرت سید شاہ مہدی حسن میاں علیہ الرحمۃ کے ایک مراسلہ کا ذکر کیا ہے اور اس کی اشاعت بھی کی ہے جسے ہم آگے کسی موقع پر نقل کریں گے۔

علاوہ ازیں مدیر اخبار نے درج ذیل تحریر کے ذریعے اطلاع دی ہے کہ مجسٹریٹ نے اعلیٰ حضرت کا ڈاکٹری سرٹیفکٹ منظور کرلیا ہے۔اور اس مقدمہ کو کنور جگدیش پرشاد آئی سی ایس جنٹ مجسٹریٹ بہادر کے یہاں منتقل کردیا ہے۔اور اب آگے مقدمہ میں جرح شروع ہوگی، خبر ملاحظہ کریں:

”ناظرین کو معلوم ہے کہ مسئلہ اذان بدایوں اور بریلی کے علما کے باہم مسئلہ مختلف فیہ بنا رہا ہے اور عرصہ ہوا کہ یہ اختلاف مقدمہ بازی کی صورت میں عدالت فوج داری تک پہنچ چکا ہے۔صلح پسند، سمجھ دار اور بردبار مشائخین اور علما کے گروہ میں اس مقدمہ بازی پر نہایت افسوس کیا جارہا ہے۔چناں چہ مولانا شاہ محمد سلیمان صاحب قادری پھلواری نے گزشتہ جلسہ ندوۃ العلما میں علما کی باہمی جوتی پیزار کا ذکر کرتے ہوئے اور اس کی مختلف مثالیں پیش کرتے ہوئے بدایوں کے اس مقدمے کی نسبت فرمایا تھا۔

”اور سنیے شہر بدایوں اور بریلی کے دو مقدس عالم اور ان کے معتقدین میں جمعہ کی اذان کے بارے میں کہ منبر کے قریب ہو یا منارہ پر ہو پہلے تو رسالہ بازی ہوئی اور فریقین نے خفیف اور ناشائستہ الفاظ ایک دوسرے کی شان میں استعمال کیے اور اخلاق سے گری ہوئی باتیں عامیانہ طور سے استعمال کی گئیں اور نوبت استغاثہ فوج داری کی آئی ہنوز یہ مقدمہ پیشی میں ہے اللہ تعالیٰ اسے بخیر انجام کرے۔“

اس مسئلہ میں ہمارے پاس حضرت سید شاہ مہدی حسن صاحب سجادہ نشین درگاہ برکاتیہ قادریہ مارہرہ کی ایک تحریر بغرض اشاعت پہنچی ہے جس کو ہم نے مراسلت کے کالم میں بجنسہ درج کردیا ہے۔شاہ صاحب چوں کہ فریقین کے پیر دادا ہیں اور فریقین ان کی عزت واحترام کرتے ہیں اور ان کو کرنا چاہیے غالباً اسی لیے شاہ صاحب نے اس مراسلت کی

اشاعت کو ضروری سمجھا ہے۔ ہم نہیں چاہتے کہ ہم مضمون پر کوئی رائے زنی کریں بلکہ ہم چاہتے ہیں کہ لوگ اس کو اسی روشنی میں ملاحظہ کریں، جس غرض کے لیے وہ نہایت نیک نیتی کے ساتھ لکھا گیا ہے۔ اور خدا سے دعا کرتے ہیں کہ اس مقدمہ کا جلد خاتمہ ہو اور مسلمانوں کے ایک مقدس طبقے کی تفضیح و تضحیک کے تماشے کا جس قدر جلد ممکن ہو ڈراپ سین ہو جائے۔ تقریباً ایک سال ہونے آیا کہ سوائے باہمی رنجشوں کی ترقی کے اس مقدمہ نے بھی ابتدائی منزل بھی طے نہیں کی ہے۔

سنا ہے کہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ صاحب بہادر نے مقدمہ کو کنور جگدیش پرشاد صاحب آئی سی ایس جنٹ مجسٹریٹ بہادر کی عدالت میں بھیج دیا ہے اور حضرت فاضل بریلوی کی حاضری کے متعلق۔۔۔ڈاکٹری سرٹیفکٹ جو بریلی کے کسی فوجی ڈاکٹر صاحب کا داخل ہوا ہے قبول کرلیا گیا ہے۔ اب ثبوت اور صفائی کی طرف سے یکے بادیگرے شہادت کا سلسلہ شروع ہوگا۔ اور ایک دوسرے پر جرح کے وار کر کے جذبات کو پورا کیا جائے گا اسی وقت۔۔۔۔۔۔کے لیے اب تک صلح کل حضرات باہمی تصفیہ کی کوشش کرتے رہے جس میں کامیابی نہیں ہوئی۔

بہر حال ایک ہی گروہ کے علما میں معاملات کا اس حد تک ترقی کر جانا سخت افسوس ناک ہے ورنہ ایک وہ زمانہ تھا کہ ہمارے علما اور مشائخین کی نسبت مسلمہ طور پر یہ کہا جاتا تھا۔ ؎

شنیدم کہ مردان راہ خدا
دل دشمناں ہم نہ کردند تنگ

[اخبار ذوالقرنین بدایوں: ۱۴/ نومبر ۱۹۱۶ء۔ ص ۴]

مارہرہ شریف سے ایک اہم مراسلہ:۔

اسی دوران فریقین کے معتمد علیہ، مخدوم زادے، خانقاہ مارہرہ شریف کے سجادہ نشین حضرت سید مہدی حسن میاں مارہروی علیہ الرحمۃ کی طرف سے ایک مراسلہ بنام ”اظہار درد دل“ بدایوں اخبار ذوالقرنین میں شائع ہوا۔ مراسلہ میں صاحب سجادہ نے اعلیٰ حضرت اور حجۃ الاسلام کی تائید کرتے ہوئے کتاب سد الفرار کو بے نقص قرار دیا۔ نیز اس تعلق سے

فریق مخالف کی طرف سے خود پر بے جا طرف داری کے الزام کو خارج کرتے ہوئے یہ الفاظ تحریر فرمائے:

"فقیر پر علیٰ رؤس الاشہاد یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ یہ بے بضاعت حق ناحق فاضل بریلوی کا طرف دار ہے حالاں کہ اگر امعان نظر سے دیکھا جائے تو فاضل بریلوی بجز اپنے مولیٰ تعالیٰ کے اور کسی دنیاوی امور میں محتاج نہیں۔ چشم بد دور وہ صاحب ریاست ہیں۔ ذاتی ثروت و وجاہت کے سوا ان کے معتقدین و متوسلین اتنے باوقار و مال دار ہیں کہ باوجود ممانعت سخت ایسے ایسے بیس مقدموں کی پیروی کرنے کے بعد بھی سپر انداختہ نہ ہوں۔ ایسی صورت میں فقیر بے بضاعت کو ان کا معاون دنیوی سمجھنا مور ضعیف کو حضرت سلیمان (علیہ السلام) کا کفیل جاننا ہے۔"

نیز چند غیر معروف لوگوں کی طرف سے اعلیٰ حضرت کی بازاری اہانت اور مقدمہ بازی پر اظہار افسوس کرتے ہوئے کتاب سد الفرار میں مولانا عبد المقتدر صاحب کی تکفیر کے الزام کی سخت انداز میں تردید فرمائی ہے۔ نیز اعلیٰ حضرت کے یہ الفاظ جو انہیں خط میں لکھے گئے تھے درج کیے:

"نہ ہم نے مولوی عبد المقتدر صاحب کو کافر کہا نہ ہم ان کو کافر جانتے ہیں نہ ایسا کہنا ان کو روا رکھتے ہیں نہ مصنف سد الفرار نے سد الفرار میں ایسا لکھا بلکہ جا بجا ان کو سنی حنفی عالم اپنا بھائی لکھا ہے اور یہی ہم ان کو جانتے ہیں نیز وہ اور ہم ایک ہی آستانہ عالیہ کے متوسل ہیں"

ہم یہاں مکمل مراسلہ من و عن نقل کر رہے ہیں ملاحظہ فرمائیں:

"اظہار دردِ دل

میرے دل کو دیکھ کر میری وفا کو دیکھ کر
بندہ پرور منصفی کرنا خدا کو دیکھ کر

بخدمت ایڈیٹر صاحب ذوالقرنین بدایوں۔ ہدیہ سلام مسنون!

عرصہ ہوا کہ ایک رسالہ مسمی بہ سد الفرار مصنفہ و مؤلفہ مولوی حامد رضا خان صاحب

خلف اکبر فاضل بریلوی چھپ کر شائع ہوا۔ مصنف موصوف نے اس رسالہ کی دو چار جلدیں اپنی مہربانی سے فقیر کو بھی بھیجیں۔ فقیر نے تبرکاً وتیمناً اس کا معمولی مطالعہ کیا اور اس کے عالمانہ ومحققانہ نکات کو بوجہ اپنی بے بضاعتی وکم علمی نہ سمجھ سکا نہ اس کے نقائص وذلل پر روشنی ڈال سکا۔

اس کے تھوڑے ہی عرصے کے بعد علمائے مدرسہ قادریہ بدایوں کی طرف سے یہ شور سنا گیا کہ مولانائے فاضل بریلوی پدر مصنف رسالہ مذکور نے حضرت مولانا عبد المقتدر صاحب کی تکفیر رسالہ مذکور میں چھپوادی ہے اور بے حد وعدد توہینی الفاظ اس میں لکھوائے ہیں یہ خبر پاکر نہایت رنج وافسوس کے ساتھ دوبارہ اپنی نظر کی حد وسعت تک مطالعہ کیا۔ لیکن پھر وہی کم سوادی سد راہ بن گئی۔ اپنے معیار فہم وقابلیت کے لحاظ سے رسالہ مسطور میں کوئی لفظ ایسا نظر نہ پڑا جو خدانخواستہ منجر بکفر ہوتا مگر اب بھی کم فہمی پر شبہ کیا گیا اور دیگر اہل علم کے ذریعے سے رسالہ معلومہ کے اس مفہوم پر عبور حاصل کرنا چاہا جس سے اتنی بڑی تکلیف وشور برپا ہوا مگر وہ لوگ بھی متعجّب ومتحیر ہو کر انکاری ہوئے۔ اتنی کاوش وفکر کے بعد ہی فقیر بجائے خود حیص وبیض میں تھا کہ وہ شور طلسم خیال کے حصار سے نکل کر احاطہ عدالت میں پہنچا اور وہاں سے عملی جامہ پہن کر ٹلا۔ یعنی ازالہ حیثیت عرفی کا مقدمہ دائر ہو گیا سنا نہیں بلکہ راس العین دیکھا کہ مدعا علیہم یا ملزمان کی فہرست میں یہ فقیر بے توقیر بھی شامل کیا گیا لیکن فرق یا پردہ اتنا رکھا گیا ہے کہ عدالتی ملزمان کو جسمانی اور ظاہری ذلت واذیت پہنچانے کا ارادہ کیا گیا اور فقیر بے توقیر کو روحانی اور باطنی تکلیف دی گئی۔ ان کے نام ایک انگریزی عدالت سے سمن اور ورانٹ بھجوائے گئے۔ اور فقیر کے لیے موروثی پابندی عقیدت کا سلسلہ توڑ کر آزادی کا پروانہ حاصل کیا گیا۔ جس کی نتیجہ خیز شہادت اکمل التاریخ دیتی ہے۔ بعد طبع وہ ایک مقام پر اکمل التاریخ میں اصلاح کی چسپیاں لگائی گئیں مگر وہ ایک مجروح اور ٹوٹے ہوئے دل کے لیے مرہم یا پھایا کیا بن سکتے ہیں بقول شخصے ع

دل را شکستہ نہ کہ گوہر شکستہ

فقیر پر علیٰ رؤس الاشہاد یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ یہ بے بضاعت حق ناحق فاضل بریلوی کا طرف دار ہے حالاں کہ اگر امعان نظر سے دیکھا جائے تو فاضل بریلوی بجز اپنے مولیٰ تعالیٰ کے اور کسی دنیاوی امور میں محتاج نہیں۔ چشم بد دور وہ صاحب ریاست ہیں۔ ذاتی ثروت ووجاہت کے سوا ان کے معتقدین و متوسلین اتنے باوقار ومال دار ہیں کہ باوجود ممانعت سخت ایسے ایسے بیس مقدموں کی پیروی کرنے کے بعد بھی سپر انداختہ نہ ہوں۔ ایسی صورت میں فقیر بے بضاعت کو ان کا معاون دنیوی سمجھنا مور ضعیف کو حضرت سلیمان (علیہ السلام) کا کفیل جاننا ہے۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

میں ہر طرح سے مورد الزام ہو گیا
تقصیر کی کسی نے مرا نام ہو گیا

اتنی بات ضرور ہے کہ ایک ایسے جلیل القدر ونامور فاضل کے لیے ایسی بازاری اہانت دیکھ کر جو چند غیر معروف ناموں کی طرف سے روا رکھی گئی دل دکھا اور صدمہ وقلق ہوا اور وہ بھی محض اس لیے کہ ایک طرف ایک عالم دین ہے اور دوسری طرف ایک عامل دنیا ہے اور یہ وہ بے لاگ صدمہ ہے جو ہر ملت پرست کو ہونا چاہیے۔ خدانخواستہ دور از حال یہی قضیہ بر عکس ہوتا تو یہ فقیر بے نوا اسی طرح حق گوئی کے لیے حاضر وغائب موجود رہتا۔ باوجود اس کے کہ فقیر بے توقیر کی نہیں (کیوں کہ وہ کوئی قابل وقعت وجود نہیں) بلکہ سجادہ حضرت اچھے میاں صاحب کی وقعت وعظمت کو بذریعہ اکمل التاریخ ونیز دیگر ذرائع سے پامال کیا گیا۔ بااین ہمہ فقیر کے دل میں بحمد اللہ تعالیٰ مولانا عبد المقتدر صاحب اور ان کے اسلاف واخلاف کی وہی عظمت ووقعت ہے جو ایک دعا گوے موروثی کو ہونی چاہیے۔

اس قدر تفضیح وتشہیر کے بعد ہی فقیر کے دل میں وہی وسوسہ وہی شبہ پھر باقی تھا کہ سد الفرار میں وہ الفاظ کہاں ہیں جن سے نعوذ باللہ منہا مولانا عبد المقتدر صاحب کی تکفیر ثابت ہوتی ہے۔ اب اس شبہ کے مٹانے کی کوئی تدبیر اس کے سوا خیال میں نہیں آئی کہ براہ راست فاضل بریلوی سے دریافت کروں اور نہ صرف دریافت کروں بلکہ تحریر حاصل کروں۔ چناں

چہ ایک دعانامے میں یہ استفسار کیا فاضل ممدوح نے اس کا جواب فوراً بھیجا جس کے الفاظ بجنسہٖ یہ ہیں:

"نہ ہم نے مولوی عبدالمقتدر صاحب کو کافر کہا نہ ہم ان کو کافر جانتے ہیں نہ ایسا کہنا ان کو روا رکھتے ہیں نہ مصنف سدالفرار نے سدالفرار میں ایسا لکھا بلکہ جابجا ان کو سنی حنفی عالم اپنا بھائی لکھا ہے اور یہی ہم ان کو جانتے ہیں نیز وہ اور ہم ایک ہی آستانہ عالیہ کے متوسل ہیں۔ وہ لوگ اپنے رسائل شمس العلوم، مذاکرہ علمیہ وغیرہ جن میں انہوں نے اللہ، رسول، صحابہ اور ائمہ اور حضور سیدنا غوث الاعظم کی توہین کی ہے واپس لیں تو مصنف اپنا رسالہ سدالفرار واپس لے سکتا ہے۔"

یہ الفاظ نہ استعارہ و مجاز ہیں نہ نغز و چیستاں۔ معمولی اور عام فہم اردو ہے۔ فقیر نہیں سمجھ سکتا کہ جو شخص اپنی تحریر میں ایسے الفاظ بالتصریح لکھے وہ کسی تالیف میں اس کے خلاف لکھوائے گا۔ بغرض اطلاع عام اس خط کو بجنسہٖ چھپواتا ہوں اور پھر متمنّی ہوں کہ مخالفین فاضل بریلوی آپ ہی فقیر کو سمجھائیں کہ کس جگہ مولانا عبدالمقتدر صاحب۔۔۔کی تکفیر کا مضمون یا مفہوم سدالفرار میں ادا کیا گیا ہے۔ زیادہ بجز دعاے استقامت ایمان کیا لکھوں۔

والسلام علیٰ من اتبع الھدٰی۔

راقم فقیر مہدی حسن

ننگ سجادہ حضور اچھے میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ درگاہ مقدسہ مارہرہ۔"

[اخبار ذوالقرنین بدایوں: ۱۴/ نومبر ۱۹۱۶ء۔ ص ۵،۶]

مقدمہ کی باضابطہ سماعت اور مدعیوں کا نقل بیان:۔

۴/ جنوری ۱۹۱۷ء سے کنور جگدیش پرشاد سی ایس جنٹ مجسٹریٹ کے اجلاس میں مقدمہ کی باضابطہ سماعت شروع ہوئی۔ اعلیٰ حضرت کی طرف سے وکالتاً پیروی کی اجازت تھی۔ فریق بریلی کی طرف سے مولوی حشمت اللہ خان صاحب ایم اے (رٹائرمنٹ مجسٹریٹ) اور فریق بدایوں کی جانب سے مسٹر ایلمنن بیرسٹرایٹ لا وکیل مقرر تھے۔ نیز

فریق بدایوں کی طرف سے مزید مقامی وکلا بھی پیروی کر رہے تھے۔

پہلی بحث میں فریقین کی طرف سے جن باتوں سے بحث کی گئی وہ درج ذیل تھیں۔

مدعا علیہم:۔ جن سے متعلق مقدمہ ہے انہوں نے یا ان کے رشتہ داروں نے مقدمہ دائر نہیں کیا حالاں کہ قانوناً یہ انہیں کا حق ہے، ان کے معتقدین کا نہیں۔

مدعی سخاوت حسین:۔ مولانا عبدالمقتدر صاحب میرے رضاعی بھائی اور پیر تھے۔

کتاب سد الفرار مولانا احمد رضا خاں کی تصنیف ہے مگر انہوں نے اسے اپنے بیٹے مولانا حامد رضا خاں کے نام شائع کیا ہے۔

مولانا احمد رضا خاں کا طرز عمل یہی ہے کہ وہ اپنی کتابیں دوسروں کے نام سے شائع کرتے ہیں۔

کتاب سد الفرار کے چند جملے توہین آمیز ہیں۔

مولانا احمد رضا خاں نے مجھے سد الفرار دی اور کہا کہ تم کسی اور کے مرید ہو جاؤ تمہاری مریدی جاتی رہی۔ تمہارے پیر کا نماز روزہ سب جاتا رہا۔

مدعی کی طرف سے مزید دو گواہ پیش ہوئے جنہوں نے کتاب سد الفرار سے متعلق اپنا نظریہ پیش کیا۔ دعوے اور گواہی کے بعد مقدمہ ۸/ جنوری کے لیے ملتوی کر دیا گیا اور جرح محفوظ رکھی گئی۔ اخبار ذوالقرنین کی درج ذیل خبر ملاحظہ ہو:

"ایک سال سے کچھ ہی کم عرصہ گزرا ہو گا کہ لائبل کیس کا ایک مقدمہ بریلی اور بدایوں کے مولوی صاحبان کے متعلق عدالت فوج داری بدایوں میں دائر ہوا تھا جواب تک ایک مدعا علیہ کے حاضر نہ ہونے کے سبب ملتوی ہوتا رہا۔ اب اس کی سماعت شروع ہو گئی ہے۔ اور مولانا مولوی احمد رضا خان صاحب کو وکالتاً پیروی کرنے کی اجازت دے دی گئی ہے۔ ۴/ جنوری ۱۹۱۷ء سے مقدمہ کنور جگدیش پرشاد صاحب سی ایس جنٹ مجسٹریٹ کے اجلاس میں پیش ہے۔ بریلوی مدعا علیہ کی طرف سے مولوی حشمت اللہ خان صاحب ایم اے (رٹائرمنٹ مجسٹریٹ) وکیل ہیں۔ اور مدعیان کی طرف سے مسٹر ایلمنن بیرسٹرایٹ لا و دیگر مقامی وکلا

بھی پیروی کرر ہے ہیں۔ مدعی کی شہادت شروع ہونے سے قبل مدعاعلیہم کی طرف سے یہ بحث کی گئی کہ یہ استغاثہ قانونا رشتہ داروں کی طرف سے ہوسکتا ہے مریدوں کی طرف سے دائر نہیں ہوسکتا۔ مدعی کی طرف سے اس بحث کی تردید کی گئی۔ عدالت نے اس بحث کے بعد سخاوت حسین مدعی کا بیان قلم بند کیا جس کا خلاصہ یہ ہے مولوی عبدالمقتدر صاحب جن کی توہین کا دعوی ہے۔ میرے رضاعی بھائی اور پیر تھے۔ میری پرورش مولانا کے مکان پر ہوئی مولانا سے میری ماں بے پردا تھیں اور مولانا کی ماں مجھ سے بے پردا تھیں۔

رسالہ تحریر مولانا بریلوی کا شافی جواب دیکھ کر مدعی نے کہا کہ یہ رسالہ مولوی حبیب الرحمٰن کی تصنیف ہے اس کے بعد رسالہ سد الفرار دکھایا گیا اس کی نسبت کہا کہ یہ مولوی احمد رضاخاں کی تصنیف ہے لیکن انہوں نے اپنے لڑکے حامد رضاخاں کے نام چھاپا ہے۔ اور یہ بھی بیان کیا کہ ان کا طرز عمل ہی یہ ہے کہ اپنی تصانیف اپنے عزیزوں کے نام سے چھپوایا کرتے ہیں۔ کتاب سد الفرار کے فقرے جن کی بنا پر مدعی نے استغاثہ دائر کیا ہے ایک ایک کر کے صفحہ اور سطر کے حوالے سے عدالت کو بتلائے۔ اور کہا کہ ایسے بہت سے فقرے کتاب میں موجود ہیں اور یہ بھی کہا کہ مولوی احمد رضا خان نے مجھے یہ کتاب دی تھی۔ اور کتاب دیتے وقت زبانی کہا تھا کہ تم کسی اور کے مرید ہوجاؤ تمہاری مریدی جاتی رہی۔ تمہارے پیر کا نماز روزہ سب جاتا رہا۔

مدعی کے بیان کے بعد مولوی غفور بخش گواہ پیش ہوئے، جن کا بیان ۵ / تاریخ کو ختم ہوسکا۔ اور اسی تاریخ میں مولوی علی احمد خاں سابق ہیڈ ماسٹر تحصیل اسکول بدایوں حال پروفیسر عربی سینٹ جانس کالج آگرہ کا بیان ہوا۔ دونوں گواہوں نے کہا کہ ہم نے کتاب سد الفرار کو دیکھا ہے۔۔۔۔ بھبتیاں ہیں۔ اور مولانا صاحب بدایونی کو جھوٹا کذاب افترا پرداز اور نجس اور جنب کہا گیا ہے۔ اور یہ سب فقرے ازالہ حیثیت عرفی کرتے ہیں۔ گواہوں نے مولانا بدایونی کے بزرگ اور ذی مرتبہ ہونے کا بھی بان کیا۔ مدعیان کی طرف سے تقریباً پچاس گواہ طلب ہوئے ہیں اس وقت تک صرف دو گواہوں کا بیان ہوا ہے جرح محفوظ

ہے۔ مقدمہ کئی روز جاری رہے گا۔اب کل ۸/ کو پیشی ہوگی۔اس مقدمے کی سماعت کی وجہ سے اجلاس میں بہت ہجوم ہوتا ہے۔ذوالقرنین کے رپورٹر مولوی طفیل احمد متولی کو عدالت نے خاص طور پر کارروائی نوٹ کرنے کی سہولت بہم پہنچائی ہے۔ جرح کے شروع ہونے پر آئندہ ہفتے میں کسی قدر تفصیل کے ساتھ اس مقدمہ کی کارروائی لکھی جاسکے گی۔"

[اخبار ذوالقرنین بدایوں:۷/ جنوری ۱۹۱۷ء۔ ص ۷]

مختلف سماعتیں اور گواہوں کے بیانات:۔

۱۳/ جنوری تک کی مختلف سماعتوں کی تفصیل اخبار ذوالقرنین نے پیش کی ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے:

مدعی کے بیان کے ثبوت میں چند گواہوں کا بیان قلم بند ہوا۔

کتاب سدالفرار سے متعلق گواہوں نے اپنے اپنے اعتراضات پیش کیے۔

کتاب سدالفرار میں نقل جملوں کو پیش کیا گیا۔

کتاب سدالفرار کے سرورق پر کتاب کے چار ناموں کا مدعی حضرات نے جو مطلب سمجھا وہ بیان ہوا۔

اعلیٰ حضرت کا بدایوں آنے کی گواہیاں پیش ہوئیں۔

یہ بھی دعوی کیا گیا کہ اعلیٰ حضرت نے مولانا عبدالمقتدر صاحب کو ممبئی خط بھیج کر دعوت مناظرہ دی لیکن مولانا صاحب موصوف نے انکار کر دیا۔

ان دعووں اور گواہیوں پر جرح کے لیے اگلی تاریخ مقرر کی گئی۔

اخبار ذوالقرنین سے تفصیلی خبر ملاحظہ کریں:

"اس مقدمہ کی کچھ مختصر کیفیت ہم ۷/ جنوری ۱۹۱۷ء کے پرچے میں دے چکے ہیں۔ ۱۳/ جنوری تک علاوہ مدعی کے بیان کے ثبوت کی طرف سے مولوی غفور بخش وکیل مولوی علی احمد خاں مولوی ظہور حسن ٹونک والا، خان بہادر احمد علی خاں، مولوی اعظم شاہ، شیخ سید محمد منشی مسعود علی، قاضی غلام امیر مختار، بابو جیگو پال بی اے ایل ایل بی، لالہ پہلادی لال

سیٹھ، مولوی محمد ابراہیم، خواجہ عبداللہ، مولوی عبد الصمد، مولوی حافظ بخش، منشی محب علی، قاضی طفیل احمد، حافظ عبد الستار، حافظ عبدالقدیر، منشی برکات احمد، مفتی حسین احمد، منشی فاضل سید حسن، منشی ابن حسن، شیخ محمد سلیمان، سید محفوظ علی بی اے، مولوی فاضل عبد الواحد، منشی عزیز حسین مختار، منشی عبدالعزیز بریلوی، کے بیانات قلم بند ہوئے۔

کتاب سدالفرار کی نسبت بعض نے بیان کیا ہے کہ اس میں مخاطبت مولانا عبدالمقتدر صاحب سے ہے کہیں ان کو لفظ برادرم سے اور کہیں مولانا کہہ کر مخاطب کیا ہے۔اس بیان کے مظہروں نے اپنے بیان کی تائید میں سدالفرار کے یہ فقرے عدالت کو قلم بند کرائے۔

حضرت تاج الفحول کی نشانی ہمارے دوست کہے جاتے ہیں اور یہ بھی ظاہر کیا کہ تاج الفحول مولانا عبدالمقتدر کے والد مولوی عبدالقادر کا لقب ہے۔کتاب سدالفرار کا دوسرا فقرہ برادرم اللہ واحد قہار کے حضور میں جانا ہے مولانا ہاتھ جوڑ کر سچے دل سے عرض کرتے ہیں۔

(۳) برادرم بات سن لیجیے سمجھ لیجیے پھر غصہ جتنا چاہے فرمالیجیے۔

(۴) ہمارے بھائی اپنے بندہ عبدالمقتدر کو حق کی توفیق دے۔اکثر گواہان ثبوت نے کتاب سدالفرار کے جن فقرات کو مولانا مرحوم و مغفور کی حیثیت عرفی کا ازالہ کرنے والا بتلایا ہے۔ان میں سے بعض فقرے یہ ہیں۔

(۱) نہ ہوا اس وقت کوئی جلال والا سید یا دین دار پٹھان عالم کہ ایسے بے ادب جنب کی سمجھ ٹھیک کردے۔

(۲) آدمی کو ذرا عالم ہونے کی بھی شرم چاہیے۔

(۳) اہل علم ایسے شخص کو کذاب، مفتری، بے باک، جعل ساز، دغاباز، ناپاک کہیں اس سے بڑھ کر اور کیا کرسکتے ہیں۔

(۴) سارے کا سارا ہضم فرمالیا۔

(۵) اس کا ذکر بھی منہ پر نہ لاتے تو کیا بدایوں کا قاضی گلہ کرتا۔

(۶) ذکر کریں بریلی والے اور بدایوں والوں پر اتر گیا۔(اس فقرہ کے ساتھ گواہ نے کہا کہ

اگر ذال کو زبر سے پڑھا جائے تو ایک کھلی گالی ہو جاتی ہے)

(۷) یہی دو روتی زیر مشق ہو گی۔

(۸) یہاں ڈھکی ہوئی تھی اس کے بعد کھول دی۔

(۹) تینوں ان کا ہضم کر جاتا۔

(۱۰) نراگندہ جھوٹ بھک رہے ہیں۔

(۱۱) مدرسہ خرمات میں قرآن کی کس قدر بے وقعتی ہو رہی ہے۔

(۱۲) ذکر تھا کہ وہ کہیں گھس گیا۔

(۱۳)۔۔۔۔ سوکھا چھوارا ہو کر رہ گئی۔

(۱۴) اب آگرہ والی بے چاری کس کی ہو کر رہے گی۔ یہ بھی بیان ہوا کہ مدرسہ قادریہ میں ایک مسجد بنام خرمہ ہے اور وہاں چھوارے کا درخت ہے۔ اور مدرسے کے لفظ سے صرف مدرسہ قادریہ مراد ہو سکتی ہے۔ عبد الواحد گواہ نے کتابوں کے چار ناموں کی جو ٹائٹل پیج پر درج ہیں شرح اور معنی بتائے۔ پہلے نام کے معنی یہ بتائے کہ بھگوڑے شکار کی راہ روکنا۔ اور چوتھے نام کی نسبت کہا کہ مصنف کتاب نے خرمہ کو خرما لکھا ہے اس لیے اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ ہمارے مدرسے کے گدھے کا۔۔۔ منہ کرنا۔ مولوی علی احمد خاں گواہ نے کہا کہ کتاب کے مصنف کا مقصود یہی تھا کہ لوگوں کی دل آزاری کی جائے۔ اس بیان کی تائید میں انہوں نے سد الفرار کا یہ فقرہ اپنے بیان میں نوٹ کرایا۔ ”ادھر مریدین اور متوسلین بگڑ گئے کہ۔۔ حضرت کی شان اور بہتان“

یہ بھی بیان ہوا کہ مولوی احمد رضا خاں بدایوں آکر محمد سلیمان کے مکان پر آکر۔۔ ٹولہ میں مقیم ہوئے۔ کتابیں بھی اپنے ساتھ لائے تھے شیخ محمد سلیمان ممبر میونسپل بورڈ نے بھی حلف سے مولوی احمد رضا خاں کا اپنے مکان پر آنا بیان کیا ہے۔ بعض گواہ کتابوں کا خریدنا محمد رضا سے اور بعض شاہد علی خاں سے بیان کرتے ہیں۔ اکثر گواہان کا بیان ہے کہ مولانا عبد المقتدر عابد، متقی عالم حاجی زائر بزرگ تھے۔ ان کے مرید علاوہ بدایوں کے بمبئی حیدرآباد

بھوپال میں بھی ہیں۔ خواجہ عبداللہ کا بیان ہے کہ ہز لائینس بیگم صاحبہ والی بھوپال بھی مولانا عبدالمقتدر صاحب کی مریدہ ہیں۔ بعض گواہوں نے بیان کیا کہ ہندو مسلمان سب ان کی وقعت کرتے تھے۔ اور مولانا عبدالمقتدر صاحب مباحثہ اور مناظرہ سے پرہیز کرتے تھے۔ خواجہ عبداللہ گواو کہتے ہیں کہ مولوی احمد رضا خاں کا خط مولانا بدایونی کے نام ممبئی پہنچا تھا جس میں مسئلہ اذان کی بابت مولانا سے مناظرہ چاہا گیا تھا۔ اور تحریک مناظرہ مولوی احمد رضا خاں کی طرف سے ہوئی تھی۔ مولانا نے اس کا جواب بھی بھیج دیا تھا۔ اور کہا تھا کہ بھلا مجھ کو ان جھگڑوں میں پڑنے کی اپنے مشاغل سے کہاں فرصت ہے۔

(نوٹ)

ثبوت کے گواہوں کے بیان ختم ہو چکے اب جرح کا سلسلہ شروع ہوگا۔"

[اخبار ذوالقرنین بدایوں: ۱۴/ جنوری ۱۹۱۷ء۔ ص ۷]

مدعی اور گواہوں کے بیانات اور جرح کی تفصیل:۔

۱۶/ جنوری ۱۹۱۷ء سے مولوی حشمت اللہ خاں ایم اے وکیل ہائی کورٹ اور بابو جھیل بہاری کپور وکیل نے مدعی حضرات اور ان کے گواہوں سے جرح شروع کی۔ ۲۰/ جنوری تک تقریباً بیس گواہوں سے جرح ہوئی۔ اخبار ذوالقرنین نے چند جرحوں کی تفصیل پیش کی۔ جس کا مختصر سے الفاظ میں خلاصہ درج ذیل ہے:

مدعی جناب سخاوت حسین نے وکیل مدعا علیہم کی جرح کے جواب میں یہ تفصیل پیش کی کہ میں مولانا احمد رضا خاں اور مولانا عبدالمقتدر دونوں کا سلسلہ قادری برکاتی ہے اور میں اان کا مرید ہوں لیکن میں برکاتی نہیں ہوں۔ مولانا بدایونی نے میری ماں کا دودھ پیا ہے۔ وغیرہ۔

بیعت سے قبل میں تاش کھیلتا تھا نماز نہیں پڑھتا تھا اب توبہ کر چکا ہوں۔

مجھے نہیں معلوم اگر پیر غیر مذہب اختیار کرلے تو بیعت رہتی ہے یا نہیں؟

اور میں نہیں کہہ سکتا کہ پیغمبر صاحب کے ساتھ جو گستاخی کرے وہ مسلمان ہے یا نہیں؟ لیکن یہ بڑا گناہ ضرور ہے۔ میں نے استغاثہ کا مسودہ لکھا لیکن رضاعت وغیرہ کا ذکر کرنا مجھے یاد

نہیں رہا۔ عطا علی سے میری بات ہوئی تو وہ بھی استغاثہ میں میرے شریک ہو گئے۔

مولانا احمد رضا خان صاحب نے مجھے کتاب سد الفرار دی تو مولانا حامد رضا خاں نے بتایا کہ یہ کتاب مولانا احمد رضا خاں صاحب کی ہے۔

کتاب مولانا احمد رضا خاں نے لکھی اور اس میں مولانا حامد رضا بھی شامل ہیں اور محمد رضا خاں اور محمد شاہد خاں نے کتاب فروخت کی ہیں اس لیے انہیں بھی شامل مقدمہ کیا گیا۔

کتاب سد الفرار میں درج ایک مصرع میں لفظ ''رقیب'' کو برا بتایا۔

بعض گواہوں نے جرح کے دوران بتایا کہ کتاب سد الفرار انہوں نے خریدی۔ بعض نے کہا کہ خود اعلیٰ حضرت نے انہیں کتاب دی۔ کسی نے بدایوں میں اعلیٰ حضرت کے آنے اور ان سے ملاقات کرنا بیان کیا۔ کسی نے سد الفرار کے الفاظ کو فحش بتایا۔

کتاب سد الفرار کی طباعت کے دوران مولانا عبد المقتدر علیہ الرحمۃ کے وصال کی خبر موصول ہوئی تو آخیر کتاب میں یہ جملے لکھے گئے:

''مہینوں کاتب نہ ملا۔ ۲۷/ ذی الحجہ سے کام شروع ہوا۔ دوران طبع میں دفعۃً مولانا کا انتقال ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اگرچہ یہاں کوئی خبر نہ بھیجی گئی۔ بازاری افواہ سنی جس پر نماز کے بعد تمام حاضرین سے دعا کرائی گئی کہ یہ خبر جھوٹی ہو۔ مگر بعد کو معلوم ہوا کہ واقعی ہے۔ خیر مشیت میں کیا چارہ۔ ہمیں بوجوہ صدمہ ہوا۔ اول یہ کہ اعلیٰ حضرت تاج الفحول قدس سرہ کی نشانی۔ دوم ہمارے دوست کہے جاتے۔ سوم ہماری طرف کے علما میں مقتدر۔ چہارم ہمارے مذہب کا وعظ کہتے۔ پنجم اس رسالے کا مزا انہیں کے دم ساتھ تھا۔ اور اس میں بعض مخاطبے تو خاص انہیں پر محدود تھے۔ ممکن تھا کہ ہم اسے روک دیتے ۔ اگرچہ کافی حصہ کاپی و طبع ہو چکا تھا۔ مگر اس کے رسالہ سوم میں خاص دین اسلام و مذہب اہلِ سنت کی طرف ہدایات ہیں۔ اس کا روکنا ناجائز تھا اور اُس کا زیادہ تعلق بعض پس ماندوں ہی سے ہے جن کے زبان و قلم و قلب کے وہ نتائج ہیں۔ شاید اللہ تعالیٰ ہدایت فرمائے۔''

[سد الفرار: ص ۲۰۴]

مدعی حضرات کی طرف سے مذکورہ بالا اقتباس کے الفاظ انا للہ وانا الیہ راجعون وغیرہ پر بھی اعتراض کیا گیا۔

اخبار ذوالقرنین کی مفصل خبر من وعن نقل کی جارہی ہے ملاحظہ کریں۔ کہیں کہیں عبارت میں الفاظ غائب ہیں اس کا سبب یہ ہے کہ ہمیں اخبار کی جو کاپی ملی اس میں الفاظ صاف نہیں تھے۔ ہماری دیانت پر شک نہ کریں۔

اخبار لکھتا ہے:

"۱۶/ جنوری سے مدعی اور گواہان ثبوت سے جرح شروع ہوئی۔ مولوی حشمت اللہ خاں صاحب ایم اے وکیل ہائی کورٹ (ریٹائرڈ جنٹ مجسٹریٹ) اور بابو جھیل بہاری کپور وکیل نے جرح کی۔ ۲۰/ جنوری تک حسب ذیل صاحبان سے جرح ہو چکی ہے۔ منشی سخاوت حسین مدعی، حافظ عبدالقدیر، منشی محب علی، منشی عزیز حسین مختار، منشی غلام برکات، مولوی سید حسن، منشی محمد سلیمان، شیخ عبدالرحمٰن، حافظ عبدالستار، مولوی حاجی غفور بخش وکیل، خان بہادر احمد علی خاں، منشی ابن حسن، مولوی ظہور حسن ٹونک والا، شیخ سید محمد، مولوی علی احمد خاں، مولوی اعظم شاہ، مولوی واحد حسین۔

جرح کے سوالات کے جو جوابات دیے گئے ہیں ان کا ضروری خلاصہ یہ ہے:

مدعی تسلیم کرتا ہے کہ مولانا عبدالمقتدر صاحب اور مولوی احمد رضا خاں صاحب دونوں کا قادری برکاتی سلسلہ ہے اور میں مولانا عبدالمقتدر کا رضاعی بھائی اور قادری مرید ہوں ۔میں برکاتی نہیں ہوں مولانا بدایونی نے میری ماں کا دودھ میرے ساتھ پیا ہے۔ میں نے کوئی ترکہ مولانا کے متروکہ سے نہیں پایا۔ مولانا کے یہاں شرعی پردہ ہے۔ میں نے بیعت آخرت سنبھالنے کو کی تھی۔ بیعت کے وقت میں نے اپنے گناہوں سے توبہ کی یعنی پہلے تاش کھیلتا تھا، اور نماز نہیں پڑھتا تھا اب تمام حرکتیں چھوڑ دی ہیں۔ نہیں معلوم کہ پیر غیر مذہب اختیار کرلے تو بیعت رہتی ہے یا نہیں۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ پیغمبر صاحب کے ساتھ جو گستاخی کرے وہ مسلمان ہے یا نہیں لیکن یہ بڑا گناہ ضرور ہے۔ میں اپنا اور مولانا کا

کوئی شجرہ نہیں بتا سکتا مجھ سے اور مولانا سے دور کا رشتہ ہے۔ تحریر استغاثہ سے ۱۲، ۱۳/ دن پہلے استغاثہ کا ارادہ کیا اس وقت میں یہ نہیں سمجھا کہ مسئلہ رضاعت اور ارادت اس استغاثہ سے متعلق ہو گا کسی سے اس کی بابت مشورہ یاد کر نہیں کیا۔ مسودہ بھی خود لکھا تحریر استغاثہ کے وقت رضاعی بھائی ہونے کا خیال نہیں رہا۔ قاضی نجم الاسلام مختار کو مسودہ دکھایا اور انہوں نے کچھ ترمیم کر دی انہیں کی تحریر غلام برکات سے صاف کرا کر درخواست دی۔ عطا علی کچہری میں ملے انہوں نے کہا مجھے بھی سد الفرار پڑھ کر بہت صدمہ ہوا میرا بھی نام استغاثہ میں لکھ دو۔ اس طرح ان کا نام بھی لکھ دیا اور انہوں نے دستخط کر دیے۔ جب مولوی احمد رضا خاں صاحب نے مجھے سد الفرار محمد سلیمان کے مکان پر دی اس وقت مولوی حامد رضا خاں نے کہا تھا کہ اعلیٰ حضرت کی تصنیف ہے۔ اور انہوں نے اس کو سن کر انکار نہیں کیا۔ اسی سے میں نے مولوی احمد رضا خاں کو مصنف کتاب سمجھ لیا اور ان کو مدعا علیہ بنا دیا اگر مولوی حامد رضا خاں یہ نہ کہتے تو مجھے اتنی لیاقت نہ تھی کہ کتاب کے طرز تحریر سے سمجھ لیتا کہ مولوی احمد رضا خاں کی تصنیف ہے۔ اور چوں کہ کتاب مولوی حامد رضا خاں صاحب کے نام سے چھپی ہے اس وجہ سے ان کو بھی مدعا علیہ کیا ہے یہ بھی ممکن ہے کہ تصنیف میں کچھ حامد رضا خاں کی بھی شرکت ہو۔ محمد رضا خاں اور شاہد علی غاں نے کتابوں کو فروخت کیا لہٰذا ان کو بھی مدعا علیہ بنا دیا۔ دوران جرح میں گواہ سے کچھ عبارت سید الفرار کے بھی پڑھوائی گئی جس میں اس نے ایک موقع پر لفظ مضمّر پڑھا ہے۔ اور شعر مندرجہ ذیل کا مطلب بھی پوچھا گیا جس کے نسبت مدعی نے کہا کہ اس شعر میں مجھے کچھ اور اعتراض نہیں ہے صرف رقیب کا لفظ برا ہے۔

رقیب آتا ہے بن کر نامہ بر لکھا نصیبوں کا
کریں گے لے کے کیا خط مدعی سے مدعا سمجھے

اس جرح کے بعد دیگر گواہان ثبوت سے جرح ہوئی، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حافظ عبد القدیر اسٹام فروش نے محمد رضا خان سے کتاب خریدنا بیان کیا جب کہ وہ گواہ سے ۸ کا

ٹکٹ خریدنے گئے تھے گواہ نے اپنی استعداد علمی صرف اردو کریما تک بتائی۔ منشی محب علی محرر منشی عزیز حسین مختار نے کہا کہ میں نے کتاب شاہد علی خان سے خریدی اور منشی عزیز حسین کو دکھائی۔ منشی جی نے کچھ صفحہ دیکھ کر فرمایا کیسی واہیات کتاب خریدی ہے۔ منشی غلام برکات گواہ نے کہا کہ میں اپنی بیوی کا فرستادہ محمد یاسین کے پاس نقدی مانگنے محمد سلیمان کے مکان پر گیا تھا اور میرے سامنے مولوی احمد رضا خان نے سخاوت حسین کو سد الفرار دی تھی۔

شیخ محمد سلیمان گواہ نے اپنے پہلے بیان کو جرح میں یوں صاف کیا کہ میں کانپور جاتا تھا اسٹیشن بدایوں پر مولوی حامد رضا خان نے ٹرین سے اتر کر مجھے کہا کہ آپ کہاں جاتے ہیں میں آپ کے یہاں ٹھہرنے کو آیا ہوں اعلیٰ حضرت بھی ہمراہ ہیں میں نے کہا میں کانپور جارہا ہوں آپ شوق سے مکان پر جاکر ٹھہریے۔ عدم موجودگی میں اعلیٰ حضرت وغیرہ ان کے مکان پر آکر مقیم ہوئے۔ اس گواہ نے یہ جواب سوال مدعی کہا کہ میرے یہاں اکثر لوگ میرے عقب میں آکر مقیم ہوا کرتے ہیں اور عدالت کے ایک سوال کے جواب میں یہ بھی کہا کہ مولوی احمد رضا خان کو میں نے اسٹیشن بدایوں پر دیکھا تھا۔

حافظ عبد الستار اور مولوی سید حسن گواہان نے کہا کہ ان کو کتاب بریلی میں مولوی احمد رضا خان نے دی تھی۔ گواہ اقل الذکر علی گڑھ جاتے ہوئے راستہ میں بوجہ تکان سفر بریلی میں مقیم ہوئے تھے اور اسٹیشن پر اسباب کو چھوڑ کر مولوی احمد رضا خان کے یہاں گئے تھے ان کو یہ یاد نہیں کہ کس وقت وہاں سے علی گڑھ کو سوار ہوئے، مولوی غفور بخش وکیل اپنے کو عربی علم کے بعض شاخوں کا پورا عالم اور بعض میں نامکمل بتاتے ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ صحیح لفظ چبوترہ ہے لیکن دہقانی یا ایسے لوگ جو دہقانی زبان بولا کرتے ہیں شعرامیں دونوں قسم کے گزرے ہیں انہوں نے ۔۔ حکم تحقیقی کا فرق بھی بیان کیا۔ اور افترا کی تعریف کی ایک ۔۔ کو دکھا کر دریافت کیا گیا کہ کہ فرمائیے کہ یہ بڑے نے چھوٹے کو یا چھوٹے نے بڑے کو لکھا ہے؟ القاب اس تحریر کا یہ تھا مولانا۔۔ گواہ نے کہا کہ عام طور پر ایسا چھوٹا اپنے بڑے کو لکھتا ہے مگر علما کسر نفسی سے اپنے چھوٹے کو بھی ایسا لکھ دیتے ہیں،۔۔ بدایونی نے اپنے ملفوظات میں امیر خسرو کی

بابت ایسے ہی لکھے ہیں اور میرے پیر نے اکثر مجھ کو لکھے ہیں حالاں کہ میں ان کا غلام ہوں اور اس کی طرز تحریر سے میں کہہ سکتا ہوں کہ عبدالقادر صاحب کا خط بنام مولوی احمد رضا خاں ہے۔ پھر اصل دکھایا گیا گواہ نے کہا کہ یہ تحریر مولوی صاحب کے ہاتھ کی ہے۔ میں ان کا خط پہچانتا ہوں طرز تحریر سے پہلے ہی کہہ دیا تھا۔ منشی ابن حسین گواہ محمد۔۔کے مکان پر مولوی احمد رضا خاں اور شاہد علی خاں وغیرہ آئے ہوئے تھے اس سے دریافت کیا گیا تم نے بمقدمہ نورالحسن بنام سروری بیگم دوستاویز قرضہ پر گواہی کی اور چار پانچ ۔۔تب منصفی مشرقی بدایوں میں شہادت دی ہے۔ اس گواہ کو سدالفرار بھی دکھائی گئی مگر گواہ نے کہا مجھے یاد ہی نہیں آتا۔

مولوی۔۔نے کہا کہ سدالفرار میں مولانا کے یکایک موت کے ضمن میں، انا للہ و انا الیہ راجعون جو لکھا گیا ہے یہ آیت کافر کی موت..... تاج الفحول کی نشانی کی شرح گواہ نے یہ بیان کی کہ نشانی۔۔۔کہتے ہیں اور یہ لفظ تعریضاً اور مزمتاً ایہام کے طور پر استعمال.. مولوی سید اعظم شاہ نے کہا کہ مجھ سے اور ظفرالدین بریلی سے...بازی ہوئی تھی میں مولوی احمد رضا خاں کو بڑا جید عالم تسلیم کرتا ہوں لیکن ان کی تحریرات دل خراش ہوتی ہیں کسی دوسرے مذہب۔۔۔کی کتاب ان کی مصنفہ میں نے نہیں دیکھی سنیوں کے.... ہیں اور ان کو دلخراش پایا مثلاً کتاب دو صد تازیانہ میں ... فحش باتیں ہیں گواہ سے ہضم ..... مندرجہ سدالفرار کے معانی پوچھے گئے انھوں نے کہا کہ ایک معنی فحش ہیں دوسرے۔۔۔کا تیسرے درجہ پر پیٹ میں ہضم ہونا ہیں۔

[اخبار ذوالقرنین، بدایوں، ۲۱ر جنوری ۱۹۱۷ء ص ۶]

اعلیٰ حضرت کے خلاف لکھی گئی کتابوں میں غیر مہذب گالیوں کی گواہان مدعی سے تائید:۔

۲۲، ۲۳ر جنوری دو دن مسلسل مقدمہ چلا، جس میں چند گواہوں سے جرح ہوئی۔ اخبار ذوالقرنین نے جو تفصیل پیش کی اس کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

قاضی غلام امیر سے جرح ہوئی۔ قاضی صاحب نے سدالفرار بریلی سے منگانے کی بات

کہی۔ اور جب ان سے سد الفرار جن کتابوں کے جواب میں لکھی گئی ہے ان کتابوں کے مشمولات پر جرح کی گئی تو انہوں نے بعض جملوں کی تاویل کی اور بعض کی تردید کرتے ہوئے انہیں فحش و غیر مہذب قرار دیا۔

مولانا حبیب الرحمٰن کی کتاب "جواب شافی" میں ایک جگہ اعلیٰ حضرت کے لیے "عقاک اللہ" (اللہ تجھے چھوڑ دے) لکھا گیا ہے۔ اس تعلق سے جب معلوم کیا گیا تو قاضی غلام امیر نے اسے "عفاک اللہ" (اللہ تجھے معاف فرمائے) بتایا کہ یہ عفاک اللہ ہونا چاہیے تھا۔

اسی کتاب میں لکھا تھا "اسلاف کرام کے خلف الصدق بن جائے نہ فرزند عاق" اس کی وضاحت قاضی غلام امیر نے پیش کی۔

کتاب مباحث اذان کے درج ذیل جملے سے متعلق پوچھا گیا

(ایسی کھلی بات کو نہ سمجھ سکو تو تمھاری عقل کو خدا سمجھے۔ کتنا طوطے کو پڑھایا پر وہ حیوان ہی رہا)

قاضی غلام امیر نے کہا کہ یہ غیر مہذب ہے۔

گواہ سید محفوظ علی سے جرح کے دوران اسی مباحث اذان کے الفاظ "حافظ نباشد" کے بارے میں معلوم کیا گیا تو سید محفوظ علی نے کہا کہ یہاں "دروغ گو را حافظ نباشد" کی طرف اشارہ ہے۔ اور میں ایسے الفاظ علما کے لیے بالکل پسند نہیں کرتا ہوں۔

"آپ کو کیا ہو گیا کہ آپ بچوں کی طرح رقص میں آ گئے"

گواہ نے کتاب مباحثہ اذان کے اس جملے پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔

الفاظ "مختفی بریلوی" سے متعلق کہا کہ مجھے نہیں معلوم یہ کس کی طرف اشارہ ہے۔

یوں ہی کتاب "توضیح حق" کی کسی عبارت سے متعلق معلوم کیا گیا تو سید محفوظ علی نے کہا کہ میں اس کو برا سمجھتا ہوں۔ اگر ایسی عبارت میرے متعلق لکھی جائے تو میں ضرور ناراض ہوں گا۔

خواجہ عبد اللہ صاحب سے جرح ہوئی۔ انہوں اپنے بیان میں کہا کہ میں مولانا عبد المقتدر صاحب کا حقیقی بہنوئی اور سوتیلا ماموں ہوں۔ مقدمہ میں رقم خرچ کرنے اور منشی سخاوت حسین کی مالی امداد کرنے کی بات کہی۔ اور بتایا کہ مقدمہ میرے ہی مشورے سے چل رہا ہے۔ ان سے اسی مقدمہ کے چند گواہوں کے سلسلے میں کچھ باتیں معلوم کی گئیں۔

بریلی کے محمد صدیق صاحب کے نام ان کے ایک خط کے بارے میں معلوم کیا گیا جس کا مضمون درج ذیل ہے:

”عزیزم شیخ محمد صدیق صاحب مجھے سخت ضرورت اس امر کی ہے کہ دو آدمی واسطے اس اس رسالہ کے کہ بالیقیں مصنف اس رسالہ کے اعلیٰ حضرت بریلوی ہیں۔ ایک کاتب دوسری پریس میں یہ دونوں تصدیق میں اس رسالہ کی پیش ہوں گے، جس معاوضہ پر تیار ہوسکیں۔ ہمارے پاس جلد بھیج دیجیے۔ یا خود لے کر چلے آئیے ایک تحریر قاضی محمد خلیل صاحب درباب امداد مقدمہ آئی ہے، کہ اگر کسی طریق سے اعلیٰ حضرت بریلوی پر ایک روپیہ بھی جرمانہ ہوجائے تو ایک ہزار تک ادا ہوں کہ انہوں نے بہت سر اٹھار کھا ہے تم جس معاوضہ کا ہو دو آدمیوں کا انتظام تو ضرور کر ہی دو۔

خواجہ محمد عبد اللہ، ۲۲؍ دسمبر از بدایوں۔“

خواجہ عبد اللہ صاحب نے اس خط کو اپنانے سے انکار کرتے ہوئے اپنے طور پر وضاحت پیش کی۔

ایک تحریر اور دکھائی گئی تو انہوں نے اس کا بھی انکار کر دیا کہ یہ میری تحریر نہیں ہے۔ اور اس پر صفائی پیش کی۔ تحریر کا مضمون یہ ہے:

”نوازش نامہ موصول ہوا خیریت مزاج مع قصہ۔۔ روپیہ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اس وقت دو شخصوں کی بے حد ضرورت ہے کہ وہ دونوں عدالت میں یہ بیان کر سکیں جس سے یہ ثابت ہو کہ بالیقین یہ رسالہ اعلیٰ حضرت بریلوی کی تصنیف ہے اور ان کے حکم سے چھاپا گیا ہے۔ جس معاوضہ خدمت پر میسر آئیں بہت جلد بھیج کر مشکور فرمائیے گا۔ شیخ محمد صدیق

صاحب کو بھی نہایت تاکید کے ساتھ تحریر دے چکا ہوں۔ ہم سب آپ کے حسب مراد کوشش تو بے حد کر رہے ہیں۔ اور آگے بھی کریں گے باقی تقدیر۔

محمد عبداللہ از بدایوں ۲۲/ دسمبر"

خواجہ عبداللہ صاحب کی ایک اور تحریر دکھائی گئی مگر انہوں نے اس کا بھی انکار کر دیا۔ اور وضاحت پیش کی۔ تحریر کا مضمون درج ذیل ہے:

"اجو خاں کی شکایت حسب ۔۔۔ جرح باقی ہے۔ عبد العزیز خاں کی اعلیٰ حضرت کے مقابلے میں شہادت پر کلام رہا مگر قاضی صاحب نے ان کی بابت اطمینان دلایا تھا۔ اجو خاں کا جو آپ کے مقابلے میں معاوضہ خدمت ٹھہرا تھا دے دیا گیا۔ پریس مین اور عبد العزیز زادراہ دے کر واپس ہوئے نہیں معلوم قاضی صاحب نے ان دونوں واپس کردہ شخصوں پر کیسے اطمینان کیا تھا۔ اگرچہ ان دونوں نے پچیس پچیس روپے دینا صاف ظاہر کر دیے تھے مگر وہ رضامند نہیں ہوئے۔ خدا چاہے تو بازی ہم لوگوں کے ہاتھ رہے گی۔ بقول۔

دشمن اگر قوی است نگہبان قوی تر است

مع سلام قاضی صاحب کی خدمت میں مضمون واحد۔

خواجہ محمد عبداللہ۔"

ان تینوں تحریروں کو ہم نے یہاں قصداً نقل کیا تاکہ قارئین محسوس کر سکیں کہ اعلیٰ حضرت کی مخالفت میں مخالف گروہ اس حد تک جا چکا تھا کہ بھاری قیمتوں پر جعلی گواہوں کو خریدنے کی کوششیں کی جا رہی تھیں۔

خیر، بعدہ مولانا غفور بخش صاحب سے جرح ہوئی۔ انہوں نے منشی سخاوت حسین کے بارے میں یہ باتیں کہیں:

"میں نے آنکھوں سے مولانا بدایونی کو دودھ پیتے نہیں دیکھا ہے مولانا عبد المقتدر کی والدہ ۔۔۔ پک گیا تھا اس وقت جب مولانا دودھ پیتے تھے سخاوت حسین کی عمر قریب ایک سال کی تھی۔

قاضی طفیل احمد صاحب نے جرح کے دوران بتایا کہ

میرے والد منشی سخاوت حسین کے والد کے حقیقی بھانجے تھے۔ رواج کے مطابق ان کی ماں کا مجھ سے پردا نہیں تھا۔ مجھے نہیں معلوم کہ سخاوت حسین کی ماں سے میرا نکاح شرعاً ہوا تھا یا نہیں البتہ میں نے انہیں دودھ پیتا دیکھا ہے۔

غالباً قاضی طفیل صاحب یہاں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ انہوں نے منشی سخاوت حسین کو خود اپنی ماں کے پاس دودھ پیتے دیکھا ہے۔ جس سے غالباً اس بات کا انکار کرنا مقصد ہے کہ انہوں مولانا عبد المقتدر صاحب کی والدہ سے حق رضاعت حاصل کیا ہے۔

گواہ مولانا محمد ابراہیم صاحب نے جرح کے دوران بتایا کہ مولانا حبیب الرحمٰن صاحب کی کتاب ''تحریر شافی'' جس کے جواب میں ''سد الفرار'' لکھی گئی ہے میرے علم میں مولانا عبد المقتدر صاحب کو نہیں دکھائی گئی۔ اس میں بعض الفاظ سخت ہیں مگر فحش نہیں۔

نیز خود ان کی کتاب کی ایک عبارت پر ان سے صفائی طلب کی گئی۔

پھر مولانا حبیب الرحمٰن صاحب کی کتاب ''التہدید'' کے الفاظ ''سارا ہضم کر گئے'' سے متعلق پوچھا گیا تو جواباً مولانا ابراہیم صاحب نے کہا کہ یہ غیر مہذب گالی ہے۔

مولانا عبد الماجد صاحب کی کتاب ''السدید'' کے الفاظ ''سارے کا سارا ہضم کر گئے'' سے متعلق مولانا محمد ابراہیم صاحب نے جواباً کہا کہ میں اسے سخت نامہذب گالی سمجھتا ہوں۔

مولانا عبد القیوم صاحب کی ایک کتاب کے الفاظ ''دو ورقی'' کو بھی گواہ نے غیر مہذب گالی بتایا۔

مزید چند گواہوں سے جرح ہوئی مگر اخبار میں اس کی تفصیل موجود نہیں۔

اب اخبار ذوالقرنین کی مفصل خبر من وعن پیش ہے ملاحظہ فرمائیں:

''مسئلہ اذان کے سلسلے میں بدایوں، بریلی کا مشہور مقدمہ لائبل ۲۲، ۲۳/ جنوری ۱۹۱۷ء:

''اس ہفتہ میں صرف دو روز مقدمہ پیش ہوا۔ ان تاریخوں میں قاضی غلام امیر مختار، سید محفوظ علی بی لے، مولوی خواجہ عبد اللہ، مولوی حافظ بخش، مولوی محمد ابراہیم، منشی عبد

الصمد، گواہان ثبوت سے جرح ہوئی۔ جوابات کا ضروری خلاصہ یہ ہے۔

قاضی غلام امیر کہتے ہیں کہ میں نے ہنسی دھر ساکن اجھیانی کی معرفت کتاب سدالفرار بریلی سے منگوائی بنسی دھر ایک اپیل کو بریلی کی کمشنری کو گیا تھا معلوم نہیں کہ استغاثہ سے پہلے کتاب منگوائی یا بعد کو۔ میں نے طالب علمی کی حالت میں شرح ملا تک تعلیم پائی ہے اور میں اہل سنت فرقہ کا ہوں۔ یہ سنا تھا کہ معاملہ اذان میں کوئی رسالہ بریلی سے لکھا گیا ہے جس میں بدایوں والوں اور مولانا عبدالمقتدر صاحب کی نسبت برے الفاظ لکھے ہیں۔ غیر مہذب کی تعریف گواہ نے یہ بیان کی کہ جس کو مہذب لوگ برا سمجھیں وہ غیر مہذب ہے اور یہ بھی کہا کہ ہائی کورٹ نے غیر مہذب کی پوری تشریح مقدمہ قیصر ہند نام ہری سنگھ میں فرمادی ہے۔ اور کہا کہ مہذب کلام وہ ہے جو دل آزار نہ ہو۔ اور جس میں گالی نہ ہو کسی کی توہین نہ ہو پھر گواہ سے کتاب جواب شافی (مولفہ حبیب الرحمن) جس کے جواب میں کتاب سدالفرار تصنیف ہونا کہی جاتی ہے پڑھوائی گئی اس میں ایک جگہ پر لفظ عقاک اللہ لکھا تھا گواہ نے اس کو عفاک اللہ پڑھا۔ اور کہا کہ یہاں عقاک اللہ کا کوئی موقع نہیں ہے۔ لفظ صحیح عفاک اللہ ہے۔ پھر گواہ سے عفاک اللہ کے معنی دریافت کیے گئے جس کے جواب میں کہا کہ عفاک اللہ کے معنی خدا تجھے بخش دے اور عقاک اللہ کے معنی خدا تجھ کو چھوڑ دے ہیں اور عقاک اللہ ایک قسم کی بددعا ہے اور برے معنی میں آتا ہے۔

دوسرے موقع پر اسی کتاب میں تھا اسلاف کرام کے خلف الصدق بن جائے نہ فرزند عاق۔ گواہ سے فرزند عاق کی تعریف دریافت کی گئی یہ جواب دیا کہ جس کے بیٹے کو باپ چھوڑ دے وہ فرزند عاق ہے۔ یہ بھی بیان کیا کہ میں مولوی محب احمد کو اچھا مولوی سمجھتا ہوں فحش گو نہیں سمجھتا پھر کتاب مباحث اذان کی حسب ذیل عبارت گواہ کو دکھائی گئی۔ (ایسی کھلی بات کو نہ سمجھ سکو تو تمہاری عقل کو خدا سمجھے۔ کتنا طوطے کو پڑھایا پر وہ حیوان ہی رہا) اور دریافت کیا گیا کہ یہ مہذب ہے یا غیر مہذب جس کے جواب میں کہا کہ یہ غیر مہذب ہے۔ سید محفوظ علی سے جرح میں کچھ عبارت کتاب مباحث اذان پڑھوائی گئی جس میں ایک موقع پر لکھا تھا

حافظہ نباشد اس کا مطلب گواہ نے یہ بتایا کہ میرے خیال میں دروغ گو را حافظہ نباشد کی طرف اشارہ ہے۔ اور یہ بھی کہا کہ میں ایسے الفاظ علما کے لیے بالکل ناپسند کرتا ہوں۔ اسی کتاب مباحث اذان میں ایک موقع پر یہ مضمون تھا۔ آپ کو کیا ہو گیا کہ آپ بچوں کی طرح رقص میں آگئے گواہ نے اس عبارت کو پڑھ کر کہا کہ میں علما کے لیے یہ بھی ناپسند کرتا ہوں۔

اسی کتاب میں ایک فقرہ تھا ہمارا روے سخن مختفی بریلوی کی طرف ہے گواہ نے اس کی بابت کہا کہ مختفی کا معنی چھپے ہوئے بریلوی صاحب ہیں اور میں نہیں سمجھتا کہ یہ اشارہ کس کی جانب ہے۔ پھر کچھ عبارت توضیح حق کی پڑھوائی گئی گواہ نے پڑھ کر کہا کہ میں اس کو بھی برا سمجھتا ہوں۔ اگر ایسی عبارت میری نسبت لکھی جائے تو میں ضرور ناراض ہوں۔ اس کے بعد خواجہ عبداللہ گواہ سے جرح ہوئی اس گواہ نے اپنے بیان میں کہا کہ میں مولانا عبدالمقتدر کا حقیقی بہنوئی اور مولانا موصوف کا سوتیلا ماموں اور مولانا مرحوم کے والد مولوی عبدالقادر صاحب کا مرید ہوں میرے علاوہ اس مقدمہ میں مدعی کے مددگاروں میں مولوی ستار بخش اور مولوی وزیر احمد بھی ہیں۔ اور روپیہ خرچ کرنے والے میں اور مولوی ستار بخش اور مولوی غفور بخش اور یہ پیر بھائی ہیں۔

میں نے سخاوت حسین مدعی کی اس مقدمہ میں یہ امداد کی پچاس ساٹھ روپیہ چندہ دیا اور ایک آدھ وکیل کے پاس بھی مقدمہ کی پیروی میں گیا۔ مقدمہ میں پیروی میرے مشورہ سے ہوتی ہے۔ اس کے بعد گواہ نے سے ایک سادہ کاغذ پر دستخط کرائے گئے اور اس کے بعد ایک تحریر کے صرف دستخط گواہ کو دکھائے گئے اور پوچھا گیا کہ یہ دستخط تمہارے ہیں گواہ نے جواب دیا کہ یہ میرے دستخط ہیں۔ پھر سوال کیا گیا بریلی کے محمد صدیق، محمد شفیق قاضی محمد خلیل بھی اس مقدمہ کی امداد کرتے ہیں جواب دیا محمد صدیق محمد شفیق امداد کرتے ہیں۔ اور قاضی محمد خلیل بھی غالباً کرتے ہوں میری اور قاضی محمد خلیل کی ذاتی ملاقات نہیں ہے۔ محمد صدیق نے مجھ سے کہا تھا کہ کاپی نویس اور پریس میں جنہوں نے مطبع اہل سنت بریلی میں کیا اور کتاب سد الفرار کو لکھا اور چھاپا ہے میں کوشش کروں گا کہ وہ گواہی دے دیں مگر وہ

شاید مولوی صاحب کی مخالفت میں جانا پسند نہ کریں لیکن میں کوشش کروں گا پھر وہ کل تحریر گواہ کو دکھائی گئی جس کے دستخطوں کی بابت پہلے اقرار ہو چکا ہے اور دریافت کیا گیا کہ یہ تحریر تمہاری ہے مضمون تحریر یہ تھا۔

"عزیزم شیخ محمد صدیق صاحب مجھے سخت ضرورت اس امر کی ہے کہ دو آدمی واسطے اس اس رسالہ کے کہ بالیقیں مصنف اس رسالہ کے اعلیٰ حضرت بریلوی ہیں۔ایک کاتب دوسری پریس میں یہ دونوں تصدیق میں ای رسالہ کی پیش ہوں گے جس معاوضہ پر تیار ہو سکیں۔ہمارے پاس جلد بھیج دیجئے۔یا خود لے کر چلے آئیے ایک تحریر قاضی محمد خلیل صاحب درباب امداد مقدمہ آئی ہے۔کہ اگر کسی طریق سے اعلیٰ حضرت بریلوی پر ایک روپیہ بھی جرمانہ ہو جائے تو ایک ہزار تک ادا ہوں کہ انہوں نے بہت سر اٹھار کھا ہے تم جس معاوضہ کا ہو دو آدمیوں کا انتظام تو ضرور کر ہی دو۔

خواجہ محمد عبداللہ، ۲۲/ دسمبر از بدایوں،۔

مولوی خواجہ عبداللہ نے خط کو پڑھ کر جواب دیا کہ میں نے نہیں لکھا ہے دستخط میرے سے ہیں بنائے گئے ہیں میں مکرر حلفا۔۔محمد صدیق سے زبانی بات چیت ہوئی تھی اس جنوری میں محمد صادق سے دو مرتبہ ملاقات ہوئی ہے آخری ملاقات کو تخمیناً ۱۵/ دن ہوئے ہیں انہوں نے اسی دن کہا تھا کہ مولوی صاحب کے دباو کی وجہ سے آدمی گواہی دینے جانا پسند نہیں کرتا۔بریلی کو بارہ بجے والی ٹرین سے گیا تھا شب کو وہاں رہا صبح چلا آیا۔دوسری تحریر کے ایک ۔۔اور دکھائے گئے گواہ نے کہا میرے دستخط نہیں ہیں میں محمد عبداللہ نہیں لکھتا ہوں اس میں صرف محمد عبداللہ لکھا ہے پھر کہا کہ محمد میری سی روش کا ہے پھر کہا لفظ محمد بھی میری سی روش کا نہیں ہے مضمون تحریر یہ ہے۔

جناب قاضی محمد خلیل صاحب

السلام علیکم

نوزاش نامہ موصول ہوا خیریت مزاج مع قصہ ۔۔روپیہ کا شکریہ ادا کرتا ہوں ۔اس

وقت دو شخصوں کی بے حد ضرورت ہے کہ وہ دونوں عدالت میں یہ بیان کر سکیں جس سے یہ ثابت ہو کہ بالیقین یہ رسالہ اعلیٰ حضرت بریلوی کی تصنیف اور حکم چھاپا گیا ہے۔ جس معاوضہ خدمت پر میسر آئیں بہت جلد بھیج کر مشکور فرمائیے گا شیخ محمد صدیق صاحب کو بھی نہایت تاکید کے ساتھ تحریر دے چکا ہوں ہم سب آپ کے حسب مراد کوشش تو بے حد کر رہے ہیں۔ اور آگے بھی کریں گے باقی تقدیر۔

محمد عبداللہ از بدایوں ۲۲/ دسمبر"

گواہ نے خط کو پڑھ کر جواب دیا میں نے کوئی خط قاضی محمد خلیل کو لکھا ہے یاد نہیں محمد صدیق کو کوئی خط مقدمہ کی بابت بھیجا ہو وہ ہمارے اس معاملہ میں مدد گار ہیں۔ محمد صدیق کے والد کا نام۔۔۔ہے وہ پنجابی ہیں ان کے یہاں کھنڈ سار ہوتی ہے۔ پندرہ دن قریب ہوئے میں قاضی محمد خلیل کے مکان پر ایک باضابطہ وارنٹ نقل جو مولوی احمد رضا خاں کا ایک دوسرے مقدمہ لینے کو گیا تھا اور قاضی محمد خلیل سے اور مجھ سے مقدمہ کی بات ہوئی تھی محمد صدیق نے بتایا تھا کہ محمد خلیل کے پاس نقل ہے۔

میں سیدھا محمد خلیل کے پاس چلا گیا ان سے میری پہلے سے ملاقات نہ تھی۔ قاضی محمد خلیل سے نقل مانگی انہوں نے جواب دیا مولانا ظہور الدین کے پاس ہے تب میں ظہور الدین کے پاس گیا انہوں نے کہا رات کا وقت ہے کہیں کاغذات میں دبی دبائی ہے ابھی نہیں نکالوں گا۔ اور میری مولوی حامد رضا خاں کی رسم بھی ہے چشم پوشی کرنا پڑے گی۔ پھر وہ نقل مجھے نہیں ملی۔ عبد العزیز جو مدعی کی طرف سے گواہ گزرا ہے اس کو اجو خاں بھی کہتے ہیں صدیق نے مجھ سے کہا تھا کہ اجو خاں بھی مولوی احمد رضا خاں کے ساتھ بریلی سے بدایوں گیا تھا یہ مجھ سے پندرہ دن کے بعد کہی میں محمد صدیق کے مکان پر مقیم تھا میں نے یہ سن کر لطافت حسین کو جو میرے ساتھ تھے بدایوں بھیجا اور مدعی کو اطلاع کر دی کہ اگر اجو خاں کی ضرورت شہادت کی ہو تو اس کو بلا لے۔ تب بدایوں سے وہ اجو خاں کو لینے گئے جس دن میں بریلی پہنچا ہوں اسی دن اجو خاں کو بدایوں روانہ کیا۔ میں بھی اسی کے ساتھ بدایوں چلا آیا۔ اسی

دن اس کی شہادت بھی کرادی۔ ٹکٹ اجو خاں کا ایوب شاہ نے لیا۔ بعدہ گواہ سے ایک کاغذ پر حسب ذیل عبارت لکھائی گئی۔

بریلی پل نالہ۔ بخدمت عزیزم شیخ محمد صدیق صاحب و محمد شفیق صاحب سلمہ القدیر موصول باد۔ از بدایوں۔ ۱۳/ جنوری ۱۹۱۷ء۔

خواجہ محمد عبداللہ

پھر ایک تحریر دکھائی گئی جس کا پتہ مندرجہ بالا ہے اس کا مضمون۔۔۔

محمد صدیق صاحب زاد لطفہ السلام علیکم

اجو خاں کی شکایت حسب۔۔۔ جرح باقی ہے۔ عبد العزیز خاں کی اعلیٰ حضرت کے مقابلے میں شہادت پر کلام رہا مگر قاضی صاحب نے ان کی بابت اطمینان دلایا تھا۔ اجو خاں کا جو آپ کے مقابلے میں معاوضہ خدمت ٹھہرا تھا دے دیا گیا۔ پریس مین اور عبد العزیز زاد راہ دے کر واپس ہوئے نہیں معلوم قاضی صاحب نے ان دونوں واپس کردہ شخصوں پر کیسے اطمینان کیا تھا۔ اگر چہ ان دونوں نے پچیس پچیس روپے دینا صاف ظاہر کر دیے تھے مگر وہ رضامند نہیں ہوئے۔ خدا چاہے تو بازی ہم لوگوں کے ہاتھ رہے گی۔ بقول۔

دشمن اگر قوی است نگہبان قوی تر است

مع سلام قاضی صاحب کی خدمت میں مضمون واحد۔

خواجہ محمد عبداللہ۔

از بدایوں ۱۳/ جنوری ۱۹۱۷ء۔

گواہ نے تحریر دیکھ کہا کہ نہ میرا لکھا نہ میرے علم، نہ میرے دستخط ہیں۔ اور۔۔۔ بھی دستخط نہیں ہیں۔ اس کے بعد گواہ نے پریس مین اور کاتب کے بارے میں کہا کہ اسی دن بریلی سے ایک دوسرا شخص اجو خاں کے ساتھ عبد العزیز نامی بھی گواہی کو بلایا گیا تھا وہ اسی دن بلا شہادت کے واپس کر دیا گیا۔ وکلا کی رائے اس کے پیش کرنے کی نہ ہوئی۔ علاوہ ازیں ایک پریس مین بھی محمد صدیق کی معرفت گواہی کو بلایا گیا تھا جس کو آمد و رفت کا کرایہ میں نے دیا اور کچھ نہیں

دیا۔

اس کے بعد مولوی غفور بخش سے جرح ہوئی گواہ نے کہا میں نے آنکھوں سے مولانا بدایونی کو دودھ پیتے نہیں دیکھا ہے مولانا عبد المقتدر کی والدہ۔۔۔ پک گیا تھا اس وقت جب مولانا دودھ پیتے تھے سخاوت حسین کی عمر قریب ایک سال کی تھی۔ قاضی طفیل احمد نے کہا میرے والد سخاوت حسین کے والد کے حقیقی بھانجے تھے بموجب رواج سخاوت حسین کی ماں کا مجھ سے پردا نہیں ہونا چاہیے اور وہ مجھ سے پردا نہیں کرتی تھیں مجھے نہیں معلوم کہ سخاوت حسین کی ماں سے میرا نکاح شرعًا ہوا تھا یا نہیں میں نے مولانا کو دودھ پیتے دیکھا ہے۔اور آج سے پہلے کبھی اس کا تذکرہ نہیں کیا۔ مولوی محمد ابراہیم گواہ نے جرح میں کہا کہ تحریر شافی مرتبہ مولوی حبیب الرحمٰن بدایونی جس کے جواب میں سد الفرار لکھی گئی ہے میرے علم میں مولانا عبد المقتدر صاحب کو نہیں دکھائی گئی اس میں بعض الفاظ سخت ہیں مگر فحش نہیں ہیں۔ جواب شافی کے ٹائٹل پر خلاف شان و دیانت کے معنی میں (خلاف طریقہ اسلام) سمجھتا ہوں۔ جو شخص خلاف واقعہ لکھے اس کو خلاف دیانت کہا جاسکتا ہے۔۔۔

ایک کتاب احتراز الابرار کا جو خود گواہ کی مولفہ و مرتبہ ہے جس میں آنوئیل ڈاکٹر سر سید احمد خان صاحب۔۔۔ کی مخالفت میں ایک عبارت تھی پڑھوائی گئی گواہ نے کہا اس میں بعض الفاظ سخت ضرور ہیں جیسے ہوا کرتے ہیں مگر گالیاں نہیں دی ہیں۔ گواہ نے کہا کہ سخت لفظ وہ ہے جو متانت سے گرا ہو اور گالی وہ جو کسی کی عزت میں فرق ڈالے۔ دوسروں کو صدمہ پہنچا ئے۔ پھر کتاب التہدید مؤلفہ مولوی حبیب الرحمٰن دکھائی گئی ایک موقع پر لکھا تھا۔ (بنارسی ۔۔۔ سارا ہضم کر گئے۔) گواہ نے کہا یہ غیر مہذب گالی ہے کتاب السدید مؤلفہ حکیم عبد الماجد صاحب میں ص ۱۶ سطر ۲ کا یہ فقرہ گواہ کو دکھایا گیا کہ (اتنا لمبا فقرہ بھی آپ کو نظر نہ پڑا یا دیکھا جان کر سارے کا سارا ہضم کر گئے) اور پوچھا گیا کہ مہذب ہے یا غیر مہذب۔ گواہ نے کہا میں سخت نا مہذب گالی سمجھتا ہوں گواہ کو ایک کتاب ۔۔۔ مصنفہ مولوی حکیم عبد القیوم بدایونی بھی دکھائی گئی جس میں کئی جگہ پر دو ورقی کا لفظ آیا تھا گواہ نے کہا میں اس کو غیر مہذب

گالی سمجھتا ہوں۔ میں نے سد الفرار مقدمہ دائر ہونے کے بعد دیکھی کتاب بریلی سے محمد شفیق کی معرفت منگائی۔ طلبہ سے سد الفرار کی شہرت سنی تھی مجھ سے کسی نے نہیں کہا کہ مولوی احمد رضا خاں بریلی سے کتابیں تقسیم کرنے بدایوں آئے تھے۔ بعدہ مولوی عبد الصمد سے جرح ہوئی، جنہوں نے اپنے کو اردو داں بتایا اور محفوظ الجرح کو پرچہ شمس العلوم کا نامہ نگار اور اپنا رشتہ دار بتایا۔ باقی گواہان سے ۲۹/ جنوری ۱۹۱۷ء کو جرح ہوگی۔ عبد العزیز عرف اجو خاں بریلوی گواہ غیر حاضر تھا اس کے نام سمن بہ تعین ۲۹/ جنوری جاری کیا گیا ہے۔“

[اخبار ذوالقرنین بدایوں: ۲۸/ جنوری ۱۹۱۷ء ص ۶، ۷]

مدعی و گواہوں سے جرح اور مدعا علیہم کے وضاحتی بیانات:۔

۲۹/ جنوری کو مدعی منشی سخاوت حسین نے مدعی ثانی عطا علی صاحب سے متعلق بیان دیا۔ مفتی حسین احمد صاحب سے ایک شعر جس میں رضا تخلص تھا معلوم کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ میں اس کو مولوی احمد رضا خاں صاحب کا سمجھا تھا مگر رضا تخلص تو اوروں کا بھی ہو سکتا ہے۔

مولوی عبد الواحد صاحب سے مولانا حبیب الرحمن صاحب کی کتاب کی ایک عبارت سے متعلق پوچھا گیا کہ اس میں مراد کون ہے انہوں نے جواب دیا مولانا عبد المقتدر صاحب، لیکن جب اس میں مخاطب مولانا صاحب کو کیا گیا تھا تو مولانا حبیب الرحمٰن صاحب نے اس کا جواب کیوں لکھا میں اس تعلق سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔

نیز مولوی عبد الواحد صاحب نے اس بات کا اقرار بھی کیا کہ اس کتاب میں اعلیٰ حضرت کے خلاف جو اعلان میری طرف سے شائع ہوا ہے اس کی عبارات تہذیب اور متانت سے گری ہوئی ہیں۔ اور اپنی کتاب ”مباحثہ اذان“ کے کچھ جملوں سے متعلق کہا کہ اس میں گالی کا پہلو بھی نکلتا ہے۔

نیز صفائی میں یہ بھی کہا کہ مولانا احمد رضا صاحب نے بھی مجھے سخت الفاظ لکھے ہیں۔

عبد العزیز گواہ نے اعلیٰ حضرت کا بدایوں آنا بیان کیا۔

اس کے بعد مدعا علیہم سے دفعہ ۵۰۰/ تعزیرات ہند کے تحت دائر کیے گئے الزامات سے

متعلق جوابات لیے گئے۔

صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی صاحب نے کتاب سد الفرار کی طباعت سے متعلق کہا کہ یہ کتاب میری موجودگی میں نہیں چھپی۔

حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا خاں صاحب نے بتایا کہ کتاب "سد الفرار" انہیں کی تصنیف ہے۔ والد گرامی کی نہیں ہے۔

مزید کہا کہ میں مولانا عبد المقتدر صاحب کو اولاد کی طرح سمجھتا تھا کافر نہیں جانتا۔

جناب شاہد علی اور مولانا محمد رضا صاحب نے اس کتاب کے بارے میں اپنا عدم تعلق ظاہر کیا۔ اور مقدمہ کا سبب رنجش بتایا۔

اخبار ذوالقرنین میں درج تفصیلی رپورٹ ملاحظہ کریں:

"۲۹؍ کو سخاوت حسین مدعی سے پھر جرح ہوئی اس نے عطا علی مدعی ثانی کے متعلق کہا کہ جس وقت وہ مجھے ملے نالش صاف شدہ میرے ہاتھ میں تھی۔ میں نے اسی پران کے دستخط کرائے دوسری نہیں لکھائی۔ مفتی حسین احمد نے کہا کہ میں نے وہ شعر مولوی احمد رضا خاں صاحب کا صرف اس وجہ سے سمجھا کہ اس میں رضا تخلص آیا ہے رضا تخلص اوروں کا بھی ہو سکتا ہے۔

مولوی عبد الواحد گواہ سے جواب شافی مصنفہ مولوی حبیب الرحمن کا ایک فقرہ سنا کر دریافت کیا گیا کہ اس میں مخاطب کون ہے گواہ نے کہا مولانا عبد المقتدر صاحب۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ جب مخاطبہ مولانا صاحب سے تھا تو مولوی حبیب الرحمن نے اس کا جواب کیوں لکھا؟ میں نے جو اعلان اس کتاب میں لکھا ہے اس میں مخاطبہ مولوی احمد رضا خاں سے ہے کیوں کہ مجھے تعبیر خواب سے جو مولوی حامد رضا خاں کے نام سے شائع ہوئی ہے۔ اور جس کو میں مولوی احمد رضا خاں کا مصنفہ سمجھتا ہوں۔ صدمہ پہنچا تھا۔ گواہ نے کہا کہ میرے اعلان کی عبارات تہذیب اور متانت سے گری ہوئی ہے۔ گواہ نے کتاب مباحثہ اذان کو اپنا مصنفہ ہونا تسلیم کیا اور اس کے فقروں کو غیر مہذب بتایا اور سب ہضم والے فقرے کی نسبت کہا کہ

اس میں گالی کا پہلو بھی نکلتا ہے کہا کہ اس قسم کی تحریرات مناظرہ میں جائز نہیں ہیں۔ مولوی احمد رضا خاں نے مجھے اس سے زیادہ سخت الفاظ لکھے اس لیے میں نے بھی لکھے۔

عبدالعزیز گواہ نے کہا کہ جب میں اور مولوی احمد رضا خاں بدایوں آئے تھے بڑے دن کو گزرے ہوئے دو یا تین دن ہوئے تھے۔ ۳۰؍ کو پانچوں مدعا علیھم کو فرو قرارداد جرم بابت الزام جس کی تعریف دفعہ ۵۰۰ تعزیرات ہند میں درج ہے سنا کر جواب لیا گیا۔ چناں چہ تحریری جوابات داخل ہو گئے امجد علی کا جواب ہے کہ کتاب سد الفرار مطبع اہل سنت بریلی میں چھپی مگر میری عدم موجودگی میں۔ مولوی حامد رضا خاں نے صرف کتاب کی تصنیف ہے اقبال کیا۔ مولوی احمد رضا خاں سے انکار کیا اور اپنے مذہبی تقدس اور اعزاز کی تفصیل سنائی ہے۔ یہ بھی کہا ہے کہ میں مولوی عبدالمقتدر صاحب کو مثل اولاد سمجھتا تھا کافر نہیں جانتا۔ شاہد علی اور محمد رضا اور مدعا علیھم نے بے تعلقی ظاہر کی اور بوجہ رنج کے استغاثہ کا دائر ہونا شرح وبسط کے ساتھ بیان کیا ہے۔ کل (۸) سے گواہان صفائی کے بیان شروع ہوں گے جو قریب (۳۵) اشخاص کے ہیں۔ بدایوں بریلی کے علاوہ دیگر اضلاع بلکہ صوبہ سے باہر کے معززین طلب ہوئے ہیں۔"

[اخبار ذوالقرنین: ۷؍ فروری، ۱۹۱۷ء ص ۶]

مدعا علیھم کی طرف سے بیان صفائی:۔

۹؍ فروری ۱۹۱۷ء سے ۱۳؍ فروری تک مسلسل مدعا علیھم کی طرف سے صفائیاں پیش ہوئیں۔

اعلیٰ حضرت اور کتاب "سد الفرار" کی تائید میں

سید حسین حیدر مارہروی، تاج العلما سید محمد میاں مارہروی، صدر الافاضل علامہ سید محمد نعیم الدین مرادآبادی، ملک العلما علامہ ظفر الدین بہاری، مولانا عبدالواحد پیلی بھیتی وغیرہ تقریباً پندرہ گواہوں کے بیانات قلم بند ہوئے۔

اکثر گواہوں نے بیان کیا کہ کتاب سد الفرار ہم نے دیکھی ہے وہ خالص مذہبی کتاب

ہے۔اس میں کسی کی توہین مقصد نہیں۔اور اعلیٰ حضرت اور ان کے صاحب زادے صاحب تصانیف اور صاحب فتوی عالم فاضل ہیں۔نیز اعلیٰ حضرت بہت بڑے عالم ہیں اور مختلف زبانوں کی تقریباً چار سو کتابوں کے مصنف ہیں۔

تاج العلما سید محمد میاں مارہری نے بیان دیا کہ

میں فریقین کا پیر زادہ ہوں۔مولانا عبد المقتدر صاحب سے میں نے پڑھا ہے۔اور مولانا موصوف کے یہاں جتنے سلسلے ہیں وہ سب برکاتی ہیں۔اس سلسلے کا جو مرید یہ کہے کہ میں برکاتی نہیں وہ بیعت سے نکل گیا۔

تاج العلما کی یہ بات غالباً منشی سخاوت حسین کی اس بات کی تردید میں ہے جو انہوں نے استغاثہ میں لکھوائی تھی کہ میں مولانا عبد المقتدر صاحب کا مرید ہوں مگر برکاتی نہیں ہوں۔

آپ نے علامہ فضل رسول بدایونی علیہ الرحمۃ کی تصنیف سے یہ بھی بیان کیا کہ

شاگرد اپنے استاد سے اور مرید اپنے پیر سے جرح وقدح کر سکتا ہے۔اس میں کسی کی توہین نہیں ہوتی۔

نیز آپ سے مولانا طفیل احمد صاحب کے لکھے ہوئے ایک خط سے متعلق پوچھا گیا جس پر آپ نے تفصیل پیش کی۔

مزید یہ کہ سد الفرار میں جو لکھا ہے کہ ”نص کی نس بھی نہیں“ اس سے متعلق آپ نے فرمایا کہ یہاں معنی مجازی مراد ہے۔دلیل میں کلیات جان صاحب کا شعر پیش کیا۔

صدر الافاضل علامہ سید محمد نعیم الدین قادری مرادآبادی، نے کتاب سد الفرار کے متنازعہ جملوں کے توہین آمیز ہونے سے انکار کیا۔اور اکثر جملوں کے معنی و مراد بیان کیے۔

سد الفرار میں مروانی حکایت اور منہاری روایت لکھا ہے اس کا مطلب یہ بتایا کہ

مروانی حکایت سے مراد بے سند بات اور منہاری روایت سے مراد دل کی گڑھی ہوئی بات ہے۔

بعض گواہوں نے اعلیٰ حضرت کی علالت کی تائید کی۔ڈاکٹر ڈسائی نے اعلیٰ حضرت کی

بیماری اور دوبارا انہیں دیکھنے جانے کی بات کہی۔

اخبار ذوالقرنین کی درج ذیل مفصل خبر ملاحظہ ہو:

”۹ر فروری ۱۹۱۷ء سے صفائی شروع ہوئی۔ ۱۳ر فروری ۱۹۱۷ء تک منشی محمد شاہ خاں، سید محمود علی، منشی وزیر احمد خاں، شیخ عظیم الدین، شیخ عبدالحق، بابو راج بہادر وکیل بریلوی، مولوی نعیم الدین مرادآبادی، سید حسین حیدر مارہروی، سید محمد میاں مارہری، مولوی ظفر الدین پٹنوی، مولوی عبدالاحد پیلی بھیتی، منشی محمد حسین میرٹھی، ڈاکٹر ڈسائی رام پور، اور انور علی خاں بریلوی کے بیانات قلم بند ہوئے۔

ان میں سے اکثر گواہان کا بیان ہے کہ کتاب سد الفرار ہم نے دیکھی ہے وہ مباحثہ مذہبی کی کتاب ہے۔ اور مسئلہ اذان ثانی کی بابت لکھی گئی ہے۔ اس میں کسی کی توہین یا کسی پر حملہ نہیں ہے۔ مولوی حامد رضا صاحب تصانیف اور صاحب فتوی عالم فاضل ہیں اور مولوی احمد رضا خاں بہت بڑے عالم ہیں۔ وہ تقریباً چار سو کتابوں کے جو مختلف زبانوں میں ہیں مصنف ہیں۔

محمد میاں مارہروی نے کہا کہ مظہر فریقین کے پیر زادہ ہیں۔ اور انہیں مولانا عبدالمقتدر صاحب سے تلمذ ہے اور بیان کیا کہ مولانا عبدالمقتدر کے یہاں جس قدر سلسلے بیعت کے ہیں وہ سب برکاتی ہیں۔ جو شخص اس سلسلہ کا مرید یہ کہے کہ میں برکاتی نہیں ہوں وہ بیعت سے نکل گیا۔ چند گواہوں نے فروری گزشتہ میں مولوی احمد رضا خاں صاحب کی بیماری اور مولوی حامد رضا خاں کا گھوڑے سے گر جانا بیان کیا۔ ڈاکٹر ڈسائی مولوی احمد رضا خاں صاحب کا بیمار ہونا اور دو مرتبہ ان کو دیکھنا بیان کرتے ہیں۔ اور محمد میاں گواہ نے ایک رسالہ مؤلفہ مولوی فضل رسول صاحب بدایونی دادا مولوی عبدالمقتدر صاحب کا پیش کیا ہے، جس میں قواعد مباحثہ کا بیان ہے۔ اور لکھا ہے کہ ہر شاگرد اپنے استاد سے اور مرید اپنے پیر سے جرح و قدح کر سکتا ہے۔ اس میں کسی کی تحقیر اور توہین نہیں ہوتی ہے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ کتاب جواب شافی مجھ کو جو مولوی عبدالمقتدر صاحب نے منگوا کر دی تھی اور کہا تھا کہ ہم نے

جو رسالہ مسئلہ اذان ثانی میں شائع کرادیا ہے وہ آپ نے نہیں دیکھا۔

مولوی نعیم الدین کتاب سد الفرار کے فقرات متنازعہ کو توہین آمیز ہونا نہیں بتاتے۔ اکثر متنازعہ فقرات کے معنی عدالت کے سامنے گواہ نے بیان کیے۔ مثلاً سد الفرار میں جس جگہ مروانی حکایت منہاری روایت تحریر ہے اس کے معنی گواہ نے یہ بتلائے کہ مروان ایک شخص تھا اس کی طرف نسبت کی گئی ہے اور اس سے مطلب بے سند بات ہے۔ اور منہاری کا مطلب دل کی گڑھی ہوئی ہے۔ یہ لفظ کسی شخص سے متعلق نہیں ہے۔ اس گواہ نے یہ بھی کہا کہ تنقیص شان نبوت کی وجہ سے جو کافر ہو اس کی توبہ احکام دنیا میں قبول نہیں۔ اور یہ مسئلہ کتاب شفا میں موجود ہے۔

اور مولوی عبدالاحد گواہ کہتا ہے کہ کتاب سد الفرار محرم کے مہینہ میں مولانا عبدالمقتدر صاحب نے دی تھی۔ یہی اڈیشن تھا جو صاحب عدالت کے سامنے موجود ہے۔ عبدالحق گواہ کیا بیان ہے کہ میں مولانا عبدالمقتدر کو ندوہ کے وقت سے جانتا ہوں۔ سال گزشتہ کے محرم میں مولانا عبدالمقتدر صاحب بریلی گئے تھے اس وقت غیر مکمل سد الفرار ۸۸ صفحہ تک میں نے انہیں دکھائی تھی۔ ۱۳ر کو سید محمد میاں گواہ کو اس کی ذاتی یا آبائی حالت کے متعلق جرح کرتے وقت ایک کھلی چٹھی نوشتہ مولوی طفیل احمد متولی موسومہ سید محمد اسمٰعیل میاں صاحب پدر گواہ دکھائی گئی۔ گواہ نے اسے دیکھ کر کہا کہ اس کے شائع کرنے والے نے اپنی فہم میں میرے والد پر کچھ الزام عائد کیے ہیں۔ سد الفرار میں جہاں یہ فقرہ ہے "نص کی نس بھی نہیں" اس میں س سے جو نس ہے س کے معنی گواہ نے ریشہ ورگ اور اس جگہ مجازی معنی پتے کے بتائے۔ گواہ موصوف کو کلیات جان صاحب میں یہ شعر دکھا کر

فولاد خاں گزرنے لگے ہم پہ دن کڑے
آیا نہ جب سے نس کٹا جوہر ہمارے پاس

دریافت کیا گیا کہ اس لفظ س والے کے جو کٹا کے ساتھ مرکب استعمال ہوا کیا معنی سمجھتے ہو اور یہ لفظ فحش ہیں یا نہیں۔ گواہ نے جواب دیا کہ میں نہیں سمجھ سکتا کہ لفظ نس کا یہاں کیا

مطلب ہے۔.........(آگے کاپی صاف نہ ہونے کے سبب سمجھ نہیں آیا کہ کیا لکھا ہے۔)

[اخبار ذوالقرنین: ۱۴؍ فروری ۱۹۱۷ء ص ۶]

مقدمہ کی بحث اختتام پذیر:۔

۱۵؍ فروری سے ۱۹؍ فروری تک مسلسل فریقین کے وکلا نے بحث کی۔ مدعی حضرات کی طرف سے ان تاریخوں میں زیادہ تر اسی پر بحث کی گئی کہ کتاب سد الفرار اعلیٰ حضرت کی کتاب ہے۔ اور مدعا علیہم کے وکلا نے اس پر زیادہ زور دیا کہ جس کے تعلق سے ہتک عزت کا دعوی کیا گیا ہے ان کو حق حاصل تھا کہ وہ یا ان کے خاندان کا کوئی فرد مقدمہ دائر کرتا ہر کسی کو مقدمہ کا حق حاصل نہیں۔

۱۹؍ فروری کو بحث ختم کر دی گئی۔ اور فیصل کی تجویز و فیصلہ تک مقدمہ، اگلی تاریخ کے لیے ملتوی کر دیا گیا۔ اخبار ذوالقرنین کی درج ذیل خبر ملاحظہ فرمائیں:

”۱۴؍ فروری تک کی مسلسل کارروائی ہم گزشتہ نمبر میں درج کر چکے ہیں۔ اس ہفتہ میں شہادت صفائی کا سلسلہ ختم ہو کر بحث شروع ہوئی اول منجانب استغاثہ ۱۵، اور ۱۶؍ کو منشی محمد ابراہیم صاحب مختار۔ مسٹر شروانی اور مسٹر ٹینن بیرسٹر صاحبان نے باری باری سے بحث کی۔ ۱۸ اور ۱۹ کو منجانب صفائی مولوی محمد حشمت اللہ خاں صاحب اسی ایس ایم اے وکیل ہائی کورٹ نے بحث کی۔ صاحب مجسٹریٹ بہادر نے دوران بحث میں علاوہ سد الفرار کے دیگر رسائل اور اشتہارات تعبیر خواب وغیرہ مثل میں شامل ہیں پڑھوا کر سنے اور فریقین کو بحث کے لیے کافی وقت بحث کے وقت اجلاس میں پبلک کا خاصہ مجمع ہوتا تھا۔ تمام حاضرین نہایت سکوت اور خاموشی کے ساتھ بحث کو سنتے تھے استغاثہ کی طرف سے ان قیاسات پر جن سے ان کی رائے میں یہ پایا جاتا ہے کہ سد الفرار مولوی احمد رضا خاں صاحب کی مصنفہ ہے۔ عدالت کی توجہ دلانے میں زیادہ وقت صرف کیا گیا اور دیگر پوائنٹ بھی استغاثہ کی تائید میں عدالت کو دکھلائے گئے۔ صفائی کے بحث میں زیادہ زور اس پر دیا گیا کہ موجودہ مستغیث کو دعوی کا منصب ہی نہیں وکیل مدعا علیہم نے کہا کہ صرف فیملی ممبر کو ہی نالش ہے

نہ مرید کو ہے نہ رضاعی بھائی کو۔

صفائی کی بحث ختم ہونے پر استغاثہ کی طرف سے آخر میں پھر جواب دیا گیا اور اس طریقہ سے ۱۹؍ فروری کو اس طویل مقدمہ کی کارروائی ختم ہوگئی اب صرف عدالت کو تجویز دینا باقی ہے یعنی اب مقدمہ آئندہ تاریخ پر جس کی اس وقت تک ہمیں اطلاع نہیں ہے صرف تجویز کے لیے پیش ہوگا۔“

[اخبار ذوالقرنین بدایوں، ۲۱؍ فروری ۱۹۱۷ء ص ۶]

مقدمہ کے آخری دن کی تفصیلی رپورٹ، اور جج کا تاریخی فیصلہ

اخبار ذوالقرنین بدایوں اور اخبار دبدبہ سکندری رامپور کے حوالے سے:۔

مقدمہ میں درج ذیل باتوں پر بحث کی گئی:

کتاب سد الفرار حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا خان بریلوی کی تصنیف ہے یا نہیں؟

کتاب سد الفرار کے اصل مصنف اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی ہیں یا علامہ حامد رضا خان؟

کیا سد الفرار میں فحش الفاظ بھی ہیں؟

کیا سد الفرار میں مولانا عبد المقتدر صاحب کو کافر کہا گیا ہے؟

کیا سد الفرار میں مولانا عبد المقتدر صاحب کی توہین پائی جاتی ہے؟

کیا اعلیٰ حضرت نے بدایوں شہر میں کتاب کی اشاعت و تجارت فرمائی؟

اعلیٰ حضرت وغیرہ پر جن لوگوں نے مقدمہ کیا، کیا انہیں اس کا قانونی حق حاصل ہے؟

اگر کتاب سد الفرار میں مولانا عبد المقتدر صاحب کے حوالے سے توہین آمیز یا تکفیر پر مشتمل جملے تھے تو اس پر ان کے اہل خاندان یا ان کے مخصوص رشتہ داروں کی طرف سے کوئی دعوی کیوں نہیں کیا گیا؟

تقریباً ایک سال انہیں مندرجہ بالا امور پر بحثیں ہوئیں۔ طرفین نے اپنے اپنے انداز میں بحث کرتے ہوئے دلائل و شواہد پیش کیے۔ اور پھر ۲؍ مارچ ۱۹۱۷ء کو تمام بحثوں کو سننے کے

بعد کنور جگدیش پرشاد، مجسٹریٹ ضلع بدایوں نے اپنا فیصلہ سنایا۔ جس کا خلاصہ یہ ہے:

استغاثہ یعنی مدعی حضرات کی طرف سے کیا گیا دعوی کافی مبہم ہے۔

جو مدعی ہیں انہیں قانوناً اس دعوی کا حق نہیں پہنچتا ہے۔

مدعی باحیثیت شخص نہیں ہے۔ تعلیم بھی بہت کم ہے۔ مدعی کا یہ دعوی کہ وہ مولانا عبد المقتدر صاحب کا رضاعی بھائی ہے، عجیب دعوی ہے۔

اس مقدمے میں مدعی کے ساتھ رہنے والے اہل علم پر بھی تعجب ہے کہ انہوں نے ایسے شخص سے اطلاع حاصل کی۔

مقدمہ میں اصل دعوی مولانا عبد المقتدر صاحب کی توہین کا ہے، تو حق دعوی بھی ان کے اہل خانہ و اہل خاندان کو پہنچتا ہے، خارجی لوگوں کو نہیں۔

سد الفرار کے بعض الفاظ جن پر اعتراض کیا گیا ہے وہ الفاظ مدعا علیہ کی کتاب "تعبیر خواب" میں بھی پائے جاتے ہیں۔ اور یہ کتاب مولانا عبد المقتدر صاحب کی حیات میں شائع ہوئی۔ مگر اس پر ان کی طرف سے کوئی مقدمہ نہیں کیا گیا۔

وہ رسالے جن کی بنیاد پر سد الفرار لکھی گئی ہے، ان سب میں چبھتے ہوئے جملے استعمال کیے گئے ہیں۔

کتاب سد الفرار مذہبی رسالہ ہے۔ اور مناظرہ کی طرز پر لکھا گیا ہے۔ اس میں جو نکتہ چینی کی گئی ہے اس میں کسی قدر گرمی اور غصہ پایا جاتا ہے۔ لیکن وہ فحش نہیں ہے۔

کتاب سد الفرار کے مشمولات سے مولانا عبد المقتدر صاحب کی توہین ثابت نہیں ہوتی۔

ممکن ہے کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب نے بھی اس کتاب میں شرکت کی ہو لیکن یقینی طور پر صرف انہیں کو مصنف قرار نہیں دیا جا سکتا ہے۔

اور چوں کہ کتاب "سد الفرار" مزیل حیثیت عرفی نہیں۔ اس لیے تصنیف کے مسئلہ پر فیصل کرنے کے لیے تکلیف اٹھانے کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

دوران مقدمہ اعلیٰ حضرت کے بدایوں جانے، کتابیں تقسیم و فروخت کرنے سے متعلق دعوے کو مجسٹریٹ نے خارج کردیا اور جو گواہیاں اس تعلق سے گزری تھیں انہیں قیاس آرائیاں بتاتے ہوئے ماننے سے انکار کردیا۔

نیز مجسٹریٹ نے فیصلہ میں لکھا کہ

مدعی کے دعوے کے مطابق مولانا احمد رضا خان صاحب کتاب کے مصنف ہونے کے باوجود خود کو ظاہر نہیں کرنا چاہتے تھے تو بھلا وہ کتابوں کی اشاعت و تجارت کے لیے بدایوں آکر خود کو ظاہر کیوں کریں گے۔؟

مقدمہ خارج کرنے کے لیے یہی کافی تھا کہ مدعی حضرات کو قانونی طور پر اس مقدمہ کا حق حاصل نہیں ہے۔ لیکن مجسٹریٹ کے قول کے مطابق کہ مجھے روداد مقدمہ پر فیصلہ کرنا تھا اس لیے اس پوائنٹ کو اہمیت نہیں دی گئی۔ اور آخر میں مجسٹریٹ نے مدعا علیہم کے حق میں ان الفاظ میں فیصلہ سنایا:

میں تجویز کرتا ہوں کہ اگرچہ بعض فقرات میں جن استغاثہ کیا گیا ہے سخت الفاظ پائے جاتے ہیں اور ان میں سے بعض مذاق سلیم کو لیے ہوئے نہیں ہیں مگر وہ ایسے نہیں ہیں جن سے مولانا عبد المقتدر صاحب مرحوم کی شہرت کو نقصان پہنچتا ہو۔ نہ وہ مولانا مرحوم کے اہل خاندان یا ان کے قریبی رشتے داروں کے خیالات کو صدمہ پہنچانے کے ارادہ سے لکھے گئے ہیں میں تجویز کرتا ہوں کہ جرم ثابت نہیں ہے اور میں جملہ ملزمان کو بری کرتا ہوں۔"

اب ہم اخبار ذوالقرنین بدایوں میں درج مکمل رپورٹ جسے اخبار دبدبہ سکندری رامپور نے شائع کیا ہے، لفظ بہ لفظ پیش کر رہے ہیں ملاحظہ کریں:

بدایوں بریلی کے مشہور مقدمہ لائبل کا فیصلہ:۔

"۲؍مارچ ۱۹۱۷ء کو کنور جگدیش پرشاد صاحب آئی سی ایس مجسٹریٹ ضلع بدایوں نے اس مقدمہ کا فیصلہ بر سر اجلاس سنا دیا۔ جس میں ایک ہی گروہ ایک ہی عقیدے کے مسلمانوں کو باہم زور آزمائی کرنا پڑی۔ اس فیصلہ کے انتظار میں ہماری آنکھیں لگی ہوئی تھیں۔

ناظرین کرام فیصلہ ملاحظہ فرمائیں جس کو ہم مقامی معاصر مکرم ذوالقرنین (بدایوں) سے بجنسہٖ ذیل میں درج کرتے ہیں۔ اور اپنے مکرم و معظم مجدد ماۃ حاضرہ اعلیٰ حضرت مولوی شاہ احمد رضا خان صاحب قادری برکاتی بریلوی دام فیضہ اور ممدوح کے اعوان وانصار اور اعز اصحاب کو اس کامیابی پر مبارک باد دیتے ہیں۔ یہ کامیابی مجدد ماۃ حاضرہ کے تصرفات روحانی اور نصرت باطنی کو زبان حال سے بیان کرتی ہے۔ فی الحقیقت اولیاے دین کی شان والا مکان اس سے بھی مرتفع ہے وہ بیٹھے بیٹھے عالم کو ہلادیتے ہیں اور ان کی شان میں کچھ بھی کمی نہیں آتی۔ مجدد ماۃ حاضرہ کی ایسی ایسی ہزاروں کامیابیوں کے لیے ہم ویسے متمنّی ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ آئندہ ایسے ناگوار قضیوں میں ان کا نام نامی ہم نہ سنیں جو نہ صرف ان کی شان علم بلکہ منافی عزت اسلام ہے۔ (ایڈیٹر دبدبہ سکندری)

اڈیٹر صاحب ذوالقرنین لکھتے ہیں کہ اس فیصلہ میں استغاثہ اور صفائی کا خلاصہ بیان کرنے کے بعد کتاب کے صفحہ ۱۲۳، سے یہ دکھلایا ہے کہ کتاب کن بیانات پر مشتمل ہے۔ اور اس کے لکھنے کی علت غائی کیا ہے اور اس کے بعد ثبوت وصفائی سے جو امور تصفیہ طلب پیدا ہوتے ہیں ان کا فیصلہ کیا ہے۔ چناں چہ انہوں نے مندرجہ ذیل چار امور کو تنقیح طلب قائم کر کے نمبروار ان سے بحث کی ہے۔

(۱) کیا یہ مزیل حیثیت عرفی ہے یا نہیں؟

(۲) اس کے متعلق تجویز میں لکھا گیا ہے دونوں طرف سے بہت زیادہ شہادت پیش ہوئی۔ ثبوت کی طرف سے یہ حجت کی گئی کہ فقرات توہین آمیز ہیں۔ صفائی کو اس سے انکار ہے۔ شہادت کو بغور دیکھنے کے بعد میری رائے ہے کہ بحیثیت مجموعی اس کتاب کی طرز تحریر مذہبی مناظرہ کے رسالہ کی مثل ہے۔

کچھ دنوں سے یہ مسئلہ کہ اذان کے پکارے جانے کا صحیح موقع کیا، زیر بحث تھا۔ ایک فتوی مولوی محمد ابراہیم نے اپنے نام سے جس پر مولانا عبدالمقتدر صاحب کی ہی مہر تھی شائع کیا۔ اس فتوے سے مدرسہ بدایوں کا مذہب اس مسئلہ میں ظاہر ہوگیا۔ مولوی احمد رضا خان

صاحب اور ان کے مدرسے کا اس مسئلہ کا جو مذہب تھا اس کو تعبیر خواب میں دکھلایا گیا ہے اب اس مسئلہ پر سرگرمی کے ساتھ مباحثہ شروع ہو گیا اور رسالے بھی جن کا ذکر اس موقع پر غیر ضروری ہے شائع ہوئے۔ جلسہ مناظرہ منعقد کرنے کی کوششیں بھی کی گئیں لیکن وہ ناکامیاب رہیں۔ جو سلسلہ مباحثہ کے رسالوں کا شائع ہوا اس میں جواب شافی بھی ہے جو بدایوں سے شائع ہوا اور وہی اشاعت سد الفرار کا باعث ہوا۔

اس مباحثہ سے ایک حد تک غصہ پیدا ہو گیا تھا جس کا عکس تحریروں میں نظر آتا ہے۔ رسالوں میں اسی قسم کی باتوں پر کہ بعض کتابوں کا حوالہ صحیح طور پر نہیں دیا گیا ہے اور آیا اس کے صحیح معنی کیا ہیں اور آیا بعض لفظ کے ایک ہی معنی ہوتے ہیں یا مختلف نہایت سرگرمی اور شدت کے ساتھ بحث کی گئی تھی۔ ان رسالوں کے مصنفین نے جوش میں آکر اکثر چبھتے ہوئے فقرے استعمال کیے ہیں فریق مخالف کو نیچا دکھانے کی غرض سے اصل عبارات کے غلط معنی سمجھنے اور اس کو توڑ مڑور کے پیش کرنے کے متعلق اس پر سختی کے ساتھ حملہ کیا گیا ہے۔ متعدّد جگہ مذاق سلیم کی کمی پائی جاتی ہے سخت الفاظ استعمال ہوئے ہیں لیکن میں اس نتیجہ پر پہنچنے کے ناقابل ہوں کہ وہ الفاظ جو سد الفرار میں استعمال ہوئے ہیں مولانا عبد المقتدر صاحب مرحوم کی نسبت توہین کرنے والے کہے جاسکتے ہیں۔

ثبوت کی طرف سے اس امر کے دکھلانے کی کوشش کی گئی کہ مولانا مرحوم نہایت پرہیز گار عالم اور باخدا تھے۔ ان کے مریدوں کی تعداد ۷/اور ۸/ہزار کے درمیان ہے اور وہ ہندوستان کے ہر حصے میں پائے جاتے ہیں۔ صفائی کی طرف سے اس بالکل تردید نہیں کی گئی۔ مولانا عبد المقتدر صاحب عالی مرتبت ہونے میں کچھ کلام نہیں۔ لیکن یہ امر تعجب خیز ہے کہ بہت سے فقرات ایسے ہیں جن کو اب سد الفرار میں درج ہونے پر قابل اعتراض سمجھا جاتا ہے تعبیر خواب میں موجود ہیں جو مولانا عبد المقتدر صاحب کی زندگی میں شائع ہوئی تھی اس پر کوئی دعوی فوج داری کی عدالت میں نہیں کیا گیا۔ لیکن ایک رسالہ جواب شافی اس کی تردید میں ایک مرید کی طرف سے شائع ہوا جس ذریعے سے یہ استغاثہ دائر کیا گیا ہے حالاں کہ

اس کے جواب میں فریق صفائی کے پاس مقبول دلائل موجود ہیں۔

یہاں نہایت کامیابی کے ساتھ ثابت کردیا گیا ہے کہ مدعی کوئی باحیثیت شخص نہیں ہے اوراس نے نہایت ہی کم تعلیم پائی ہے۔اس نے اپنی ابتدائی تعلیم ۱۲ یا ۱۳ سال کی عمر میں چھوڑ دی تھی۔۱۹ یا ۲۰ سال کی عمر میں دو ایک سال کا عرصہ ہوگیا اس وقت سے وہ محرری ہی کا کام کررہا ہے اسے کوئی مستقل تنخواہ نہیں ملتی ہے۔استغاثہ میں اس نے ایک لفظ بھی مولانا عبد المقتدر صاحب مرحوم کی رشتہ داری کے تعلق نہیں لکھا ہے۔بلکہ دوران مقدمہ میں اس نے اس امر کے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ وہ مولانا مرحوم کا رضاعی بھائی اور رشتہ دار ہے۔میں خیال کرتا ہوں کہ اس کا یہ دعوی کہ وہ رضاعی بھائی ہے پچھلی مت ہے۔

علاوہ ازیں یہ اور حیرت انگیز ہے کہ وہ اشخاص جنہوں نے مسئلہ اذان میں کمال دل چسپی کا اظہار کیا تھا مثل مولوی محمد ابراہیم ،مولوی عبد الواحد وغیرہ کے اس کتاب سد الفرار کے مضمون کے متعلق مستغیث سے جو کتاب کے سمجھنے کی قطعی قابلیت نہیں رکھتا۔اطلاع حاصل کریں۔

مولانا عبد المقتدر صاحب مرحوم کے قریبی رشتہ دار یا اہل خاندان نے اس پر کوئی کارروائی کیوں نہیں کی ؟ سخاوت حسین جیسی حیثیت کے شخص پر انہوں نے یہ بات کیوں چھوڑی کہ وہ فوج داری کا مقدمہ چلائے ؟ خود استغاثہ بھی بدرجہ غایت مبہم ہے۔اور استغاثہ ہی میں لکھا گیا ہے کہ یہ کتاب حامد رضا خاں نے بہ امداد دیگر چار ملزمان کے تصنیف کی ہے۔ ثبوت کی سب شہادت کا سارا رجحان یہ رہا ہے کہ حامد رضا خان اس کتاب کے مصنف نہیں ہیں بلکہ ان کے والد ہیں۔استغاثہ میں جو فقرات (قابل الزام) بیان کیے گئے ہیں ان میں صفحہ اور سطر کا حوالہ نہیں دیا گیا ہے۔پرچے سے ثبوت کی طرف سے کثیر تعداد میں ایسے فقرے بتلائے گئے ہیں اور یہ کوشش کی گئی ہے کہ ان میں سے بہت سے فحش ہیں ،استغاثہ میں فحش کے متعلق ایک لفظ بھی نہیں کہا گیا ہے اصل استغاثہ کتب سد الفرار کے صفحات (چند سطور یہاں سمجھ نہیں آئی ہیں) ہوتا ہے کہ حاشیہ کے عنوانوں کو ایک نگاہ سے دیکھا گیا ہے

انہیں کو درج استغاثہ کردیا گیا ہے، جیسا کہ مصنف نے صفحہ ۱۱۲ پر بیان کردیا ہے۔ صفحہ ۶۷ سے لے کر صفحہ ۱۱۶ تک کی عبارت میں ایک حصہ ان تحریرات پر مشتمل ہے جو بدایوں سے نکلی ہیں۔ مصنف ان تحریرات پر اعتراض کرتا ہے اور اپنے دلائل دے کر ذی علم انصاف کرنے والے کو مخاطب کر کے اس سے دریافت کرتا ہے کہ آیا اس کی نکتہ چینی مضبوط دلائل پر مبنی ہے یا نہیں؟ صفحہ ۱۲۸ پر اس کتاب کے مقاصد اشاعت کو بیان کرتے ہوئے ایک خاص مقصد یہ بتلایا گیا ہے کہ اس کتاب کے ایک حصہ میں وہ مسائل موجود ہیں، جنہیں مصنف مذہب اہل سنت کی رو سے صحیح سمجھتا ہے اور اس لیے ان کی اشاعت ضروری سمجھی گئی۔

میں اس کتاب کے مزیل حیثیت عرفی ہونے یا نہ ہونے کے متعلق اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ اس سے مولانا عبد المقتدر صاحب کی توہین نہیں ہوتی اور یہ کہ وہ ان کے خاندان یا کسی رشتہ دار قریبی کے خیالات کو دکھ پہنچانے کے لیے نہیں لکھی گئی ہے وہ مذہبی مناظرہ کی ایک کتاب ہے اس میں جو نکتہ چینی کی گئی ہے اس میں کسی قدر گرمی اور غصہ پایا جاتا ہے۔

سد الفرار کا اصل مصنف کون؟

نمبر(۱) پر بھی اس سوال پر مجوز نے روشنی ڈالی ہے اور خاص طور پر علاحدہ بھی اس پر ان الفاظ میں تفصیلی بحث کی گئی ہے۔ استغاثہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حامد رضا خان صاحب کے نام سے یہ کتاب شائع ہوئی ہے مصنف ہیں۔ اس کے بعد ثبوت کی تمام شہادت سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ کتاب کے مصنف مولوی احمد رضا خان صاحب ہیں ۔۔۔۔۔۔۔ اس نازک مسئلہ میں فی الواقع یہ کتاب کس کی تصنیف ہے سمجھنے کی قابلیت نہیں رکھتا اس نے بیان کیا کہ خود حامد رضا خاں نے اس سے مولوی احمد رضا خاں کی موجودگی میں کہا تھا کہ کتاب مولوی صاحب آخر الذکر کی تصنیف ہے۔ یہ بیان قطعی طور پر ثبوت کی اس تھیوری (مسئلہ ذہنی) کی کہ مولوی احمد رضا خاں اس امر کو کہ یہ کتاب ان کی مصنفہ ہے اس غرض سے ۔۔۔ کیا ہے کہ وہ فوج داری دعوے سے اگر کبھی ۔۔ ہو محفوظ رہیں، خلاف پڑتا ہے۔ بیٹے نے اس طریقے سے ۔۔۔ پردہ داری کیوں کردی اس کا یقین کرنا مشکل ہے۔

تصنیف کے متعلق جو بحث کی گئی ہے وہ ان دلائل پر مشتمل ہے کہ کتاب سد الفرار اسی مذہب کے خیالات کی موید ہے مولوی احمد رضا خاں جس کے سرگروہ ہیں۔ مضمون کتاب نہایت عالمانہ ہے اور مولوی احمد رضا خاں صاحب جید عالم ہیں لہٰذا کتاب انہیں کی مصنفہ ہے۔ مولوی احمد رضا خان کی طرز تحریر (یا یہ کہنا چاہیے کہ ان کی طرز تحریر) کے نقائص کے متعلق بھی شہادت پیش کی گئی ہے یہ بھی دکھلایا گیا ہے کہ حامد رضا خان اوسط استعداد کے آدمی ہیں اگر اس مقدمہ کی تجویز کا مدار صرف تصنیف ہی کے مسئلہ کے فیصلہ پر ہوتا تو میں یہ کہتا کہ اگر چہ یہ بہت اغلب تھا کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب کی بھی اس تصنیف میں کچھ شرکت ہو لیکن یہ بات اس درجہ یقین کے ساتھ نہیں کہی جا سکتی ہے وہی بے شک وشبہ تنہا اس کتاب کے مصنف ہیں۔ چوں کہ میں اس نتیجہ پر پہنچ چکا ہوں کہ کتاب مزیل حیثیت عرفی نہیں ہے اس لیے تصنیف کے مسئلہ کو فیصل کرنے کے لیے تکلیف اٹھانے کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

(۳) ملزمان کی اشاعت کتاب کے لیے بدایوں میں آمد اور شیخ محمد سلیمان صاحب کی مہمان داری"

اس پوائنٹ کے متعلق جو بالکل واقعات سے تعلق رکھتا ہے ثبوت کی طرف سے جو گواہ پیش ہوئے ان سب کی شہادت کو قبول کرنے سے عدالت نے ان الفاظ میں انکار کیا ہے۔

"میں بلا تامل اس تمام شہادت کو قبول کرنے سے انکار کرتا ہوں یہ شہادت سب کی سب خلاف قیاس باتوں سے بھری ہوئی ہے۔ ایک جماعت آئی اور وہ ایک ایسے شخص کے مکان میں جس کے یہاں مولوی احمد رضا خاں صاحب و پندرہ یا ۲۰ ر سال گزشتہ میں کبھی مقیم نہیں ہوئے تھے ٹھہر گئے۔ میزبان سے جنہیں پہلے سے کوئی اطلاع بھی نہیں دی جاتی ہے ریلوے پلیٹ فارم پر جب کہ وہ اپنے بھائی سے ملنے کے لیے جس کی کوئی سخت ضرورت بھی نہیں بتلائی جاتی کانپور جارہے ہیں ملاقات ہو جاتی ہے۔ میزبان اپنی روانگی کو ملتوی کرنے کی تکلیف نہیں اٹھاتا بلکہ اپنے مہمانوں کو خود انہیں پر چھوڑ دیتا ہے کہ وہ خود ہی اپنے ٹھہرنے کا

انتظام کریں۔ مستغیث کہتا ہے کہ وہ تیز بخار میں مبتلا بستر علالت پر پڑا ہوتا یکا یک تنہا پڑے پڑے اس کا دل گھبرا جاتا ہے اور وہ محمد سلیمان کے مکان کو جو ہر چہار ملزمان کے غیر حاضر میزبان تھے دوڑ جاتا ہے وہ یہاں پہنچ کر یہ معلوم کرنے کی بھی تکلیف نہیں اٹھاتا کہ آیا محمد سلیمان گھر پر موجود بھی ہیں یا نہیں۔ اسے کوئی یہ بھی نہیں بتلاتا کہ دوپہر کے وقت تیز بخار کی حالت میں کسی دوست کے گھر جانا ظاہر ظہور خطرناک ہے۔ محمد سلیمان سے ملنے کی بجائے اس کو چاروں ملزم مل جاتے ہیں اور وہاں اس کو کتاب سد الفرار کی ایک جلد بھی مل جاتی ہے اور اس سے یہ بھی کہہ دیا جاتا ہے کہ اس کے اصل مصنف مولوی احمد رضا خان ہیں وہ خود یہ سن کر اس کی تردید میں کچھ نہیں کہتے خاموش رہ جاتے ہیں۔ احاطہ عدالت بدایوں میں کتاب کی فروخت کے متعلق بھی شہادت کچھ وزن نہیں رکھتی ایک مختار کے محرر کے ہاتھ کتاب بیچی گئی اور ساتھ ہی ساتھ اسے یہ اطلاع بھی دے دی گئی کہ یہ کتاب مولوی احمد رضا خان کی مصنفہ ہے۔ دوسرا شخص جس نے کتاب کو خریدا ایک اسٹامپ فروش ہے جس نے بعد خریداری اس کو کبھی پڑھا۔ یہ شہادت بظاہر محمد رضا خان اور شاہد علی خان کو مقدمہ میں لپیٹنے کے لیے پیش کی گئی ہے اشاعت کی شہادت پر زیادہ بحث کرنا فضول ہے۔ یہ بات قرین قیاس نہیں ہے کہ تصنیف کے متعلق اپنے اخفاے نام کی اس قدر سعی و کوشش کرنے کے بعد مولوی احمد رضا خان بدایوں اپنے رشتہ داروں کے یہاں جاتے اور وہاں جاکر کھلم کھلا چند جلدیں لوگوں کو ہدیہ دیتے اور فروخت کرتے جن میں سے بعض اشخاص ایسے بھی تھے جو کتاب کو سمجھ بھی نہیں سکتے تھے۔

(۴) مستغیث کو استغاثہ دائر کرنے کا قانونی حق"

ملزمان کی طرف سے یہ عذر بھی پیش کیا گیا تھا کہ مستغیث کو قانوناً حق نالش ہی حاصل نہیں ہے اس کے متعلق عدالت نے لکھا ہے

"اگر میں صرف اسی قانونی پوائنٹ پر اس مقدمہ کا فیصلہ کرتا تو اس میں کچھ شک نہیں کہ صفائی کی اس بحث میں کہ دفعہ ۴۹۹۔ تعزیرات ہند کی تشریح اول میں یہ کہا گیا ہے کہ وہ

اتہامات اہل خاندان یا کسی دوسرے قریبی درشتے دار کے خیالات کو صدمہ پہنچانے والے ہوں بہت کچھ زور ہے۔ اور چند لمحوں کے لیے یہ فرض کر کے کہ کتاب سد الفرار کا مضمون مزیل حیثیت عرفی ہے یہ دیکھنا چاہیے کہ سخاوت حسین کو استغاثہ دائر کرنے کا کیا حق حاصل ہے۔ سخاوت حسین زیادہ سے زیادہ مولانا عبد المقتدر صاحب کے سات یا آٹھ ہزار مریدوں میں سے ایک مرید ہے۔ اور وہ بھی کوئی ممتاز مرید نہیں۔ اہل خاندان یا کسی دوسرے قریبی رشتہ دار کے خیالات کو صدمہ پہنچانے کے ارادے سے یہ مطلب کیسے سمجھا جا سکتا ہے کہ سخاوت حسین کے خیالات کو صدمہ پہنچانا مقصود تھا۔ بہر حال چوں کہ میں نے فیصلہ روداد مقدمہ پر کیا ہے یہ ضروری نہیں معلوم ہوتا کہ اس قانونی پوائنٹ پر بحث کی جائے۔ یہ بھی غیر ضروری کہ ان تحریکات سے جو مستغیث کے اس استغاثہ کے دائر کرنے کا باعث ہوئیں بحث کی جائے۔

میں تجویز کرتا ہوں کہ اگرچہ بعض فقرات میں جن کا استغاثہ کیا گیا ہے سخت الفاظ پائے جاتے ہیں اور ان میں سے بعض مذاق سلیم کو لیے ہوئے نہیں ہیں مگر وہ ایسے نہیں ہیں جن سے مولانا عبد المقتدر صاحب مرحوم کی شہرت کو نقصان پہنچتا ہو۔ نہ وہ مولانا مرحوم کے اہل خاندان یا ان کے قریبی رشتے داروں کے خیالات کو صدمہ پہنچانے کے ارادہ سے لکھے گئے ہیں میں تجویز کرتا ہوں کہ جرم ثابت نہیں ہے اور میں جملہ ملزمان کو بری کرتا ہوں۔"

ایڈیٹر صاحب ذوالقرنین کی رائے:۔

اس مقدمہ کے تصفیہ باہمی کے بعض صلح کل حضرات کی طرف سے کوشش ہوئی لیکن افسوس ہے کہ کسی نا کسی وجہ سے ان کی وہ سعی کامیاب نہ ہوئی اور لوگوں کی دولت، دماغی قابلیت اور خدا جانے کیا کیا۔۔۔ ہونا تقدیر میں بدا تھا وہ ہو کر رہا۔ اس فیصلہ کے پڑھنے سے ہم جس نتیجہ پر پہنچے ہیں وہ یہ ہے کہ حضرت مولانا مولوی محمد عبد المقتدر صاحب فرشتہ صفت عالم با عمل تھے۔ اور ان کے اعلیٰ اخلاق جس طرح ان کی حیات میں قابل تقلید تھے آج بھی اگر بنظر تعمق سے دیکھا جائے تو عوام کی۔۔۔۔ کے لیے کافی ہیں۔ ان اخلاق حسنہ کا

ایک شائبہ بھی کسی میں موجود نہیں۔وہ اپنے ان جذبات پر جو انتقام کے متعلق ہر انسان میں فطرت نے ودیعت کیے ہیں غالب آسکتا ہے اور اس چودہویں صدی میں۔۔۔جاہلیت کے نمونے قائم کرنے سے محترز رہ سکتا ہے۔اب بھی وقت باقی ہے یہ ایک مقدمہ جو کسی نا کسی طرح عدالت میں پہنچ گیا تھا اس کا فیصلہ ہو چکا ہے۔دونوں فریق اس منزل پر پہنچ کر بھی اگر صبر و تحمل سے کام لینا چاہیں تو نہایت عمدہ نتائج پیدا ہو سکتے ہیں۔اس کے برخلاف۔۔۔اور کمینہ حرکات اس خلیج کو جو دو متحدہ خاندانوں میں حائل ہوگئی ہیں زیادہ وسیع کردیں گے۔

فقط۔"

[دبدبہ سکندری رامپور:۱۲/مارچ ۱۹۱۷ء ص ۷ تا ۱۰]

مدعاعلیہم (اعلیٰ حضرت وغیرہ) کے حق میں مقدمہ کا فیصلہ:۔

اخبار ذوالقرنین میں درج مجسٹریٹ کے مذکورہ مفصل فیصلہ سے ثابت ہوا کہ اعلیٰ حضرت وغیرہ کے خلاف جو دعوے کیے گئے تھے وہ سب غلط اور تمام الزامات بے بنیاد تھے۔اسی لیے کنور جگدیش پرشاد جج ضلع بدایوں نے مقدمہ خارج کرتے ہوئے مدعاعلیہم کو جرم سے بری قرار دیا۔

اور اس طرح یہ مقدمہ اعلیٰ حضرت وغیرہ مدعاعلیہم کے حق میں ہوا۔اخبار ذوالقرنین سے مزید صراحت ملاحظہ کریں۔اخبار لکھتا ہے:

"علمائے بریلوی اور بدایوں کے باہمی تنازعات جو لائبل کیس کی صورت میں گزشتہ سال ظاہر ہوئے تھے۔اور مارچ ۱۹۱۷ء میں کنور جگدیش پرشاد صاحب آئی سی ایس قائم مقام مجسٹریٹ ضلع کی عدالت سے مدعاعلیہم کے حق میں اس مقدمہ کا خاتمہ ہوا تھا۔"

[اخبار ذوالقرنین بدایوں:۷/ستمبر ۱۹۱۷ء۔ص ۴]

مقدمہ میں اعلیٰ حضرت کی فتح پر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے مدیر اخبار دبدبہ سکندری لکھتے ہیں:

"علمائے بریلی و بدایون کے مقدمہ میں حق کی فتح"

راقم دبدبہ سکندری کے ایک شفیق رقم طراز ہیں کہ بریلی و بدایوں کے علما میں، جو مسئلہ اذان پر مقدمہ ازالہ حیثیتِ عرفی کا بدایوں فوجداری کی کچہری میں چل رہا تھا، وہ ۲/ مارچ کو خارج ہو گیا اور اس طرح علماے بریلی کو ایک خاص کامیابی حاصل ہوگئی۔ گویا حق کو فتح نصیب ہوئی۔ سچ ہے: الحق یعلو ولا یعلی۔"

[۵/ مارچ ۱۹۱۷ء۔ ص ۱۳]

مقدمہ میں کامیابی اور بارگاہ اعلیٰ حضرت میں عقیدت مندوں کا خراج عقیدت:۔

مقدمہ میں اعلیٰ حضرت اور آپ کے رفقا و احباب کرام کو قانونی طور پر جو کامیابی حاصل ہوئی اس پر جشن کا تو حق حاصل تھا۔ اس لیے عقیدت مندوں نے اپنے اپنے طور پر خوب جشن آرائیاں کیں اور اپنے اپنے انداز میں اظہار مسرت کرتے ہوئے مبارک بادیاں پیش کیں۔

اخبار دبدبہ سکندری کی درج ذیل خبر ملاحظہ فرمائیں اور محظوظ ہوں:

"فاضلِ بریلوی کو کامیابی مقدمہ کی مبارک بادیاں۔

خدا تجھ کو ہمیشہ کامیاب زندگی رکھے
تری ہر بات دنیا میں اسی صورت بنی رکھے

"اعلیٰ حضرت فخر ملت مولانا مولوی احمد رضا خان صاحب قادری مدظلہ کی ذات ستودہ صفات پر عدالت بدایوں میں ازالہ حیثیتِ عرفی کا جو مقدمہ دائر تھا، اس کے خارج ہونے کی اطلاع ہفتہ ماسبق کے اخبار دبدبہ سکندری سے ہو چکی ہے۔

یہ امر خاص طور پر قابلِ گذارش ہے کہ جس کو سن کر حضرت کو بے حد مسرت ہوگی کہ یہاں بریلی میں اعلیٰ حضرت مدظلہ کے یہاں ان کے مریدین اور معتقدین کی طرف سے مبارک بادیاں عجب شان و شوکت سے آتی ہیں۔ مولود خواں حضرات گروہ در گروہ ہو کر نعتیں پڑھتے ہوئے بازاروں سے گذرتے ہیں۔ مبارک بادی کا سامان خوانوں میں سجا ہوا ساتھ ہوتا ہے۔ جس سے ایک عجب شان پیدا ہوتی ہے اور اعلیٰ حضرت کی عظمت لوگوں کے قلوب پر گہرا اثر کرتی ہے۔

نہایت دھوم دھام سے مریدینِ پیلی بھیت مبارک باد لائے۔ شہر کے لوگوں میں اس رسم کے ادا کرنے کے موقع پر خاص جوش اور گہرے جذبات پیدا ہو جاتے ہیں۔ مسلمان بھشتیوں نے اس خلوص کا اظہار کیا کہ اگر سو بار انہیں آفریں و مرحبا کہیں، تو مناسب ہے۔ یعنی عام طریقہ سے ان لوگوں نے کہہ دیا تھا کہ ہم لوگ فلاں دن اپنی مبارک باد لے جائیں گے۔ اس میں ان سب لوگوں کو، جن کے یہاں پانی ہم بھرتے ہیں، ہمارے جلوس میں شریک ہونا ہوگا اور جو شریک نہ ہوں گے، ہماری برادری سے کوئی ان کے یہاں کا پانی نہ بھرے گا۔ اس اعلان پر ایک جمِ غفیر امنڈ آیا تھا اور بلا مبالغہ ان لوگون کا جلوس سب سے زیادہ شان دار اور پر شکوہ تھا۔

آج کل بریلی میں بچہ بچہ کی زبان پر اعلیٰ حضرت کی مبارک بادی ہے اور یہ بلا شبہ تسخیرِ روحانی اور فضلِ ربانی ہے۔ ہر جلوس میں دس تا پانچ ہزار آدمی ہوتے ہیں۔ دعا ہے۔ اعلیٰ حضرت کو یہ کامیابی مبارک ہو اور وہ ہمیشہ اسی طرح کامیاب رہیں'۔

اڈیٹر: اپنے اور اپنے خاندان کی جانب سے مبارک باد گذارش کرتا ہے۔"

[اخبار دبدبہ سکندری، رامپور: ۱۹/ مارچ ۱۹۱۷ء جلد ۵۳، نمبر ۲۱، صفحہ ۱۰]

روداد مقدمہ کی مزید تفصیل، مدعا علیہ اور عینی گواہوں کے الفاظ میں:۔

گزشتہ اوراق میں ہم نے اخبار ذوالقرنین اور اخبار دبدبہ سکندری کے حوالے سے مقدمہ کی قانونی کاروائیوں، بحثوں اور اس میں ہونے والے فیصلے سے متعلق نقول پیش کیں۔ اب ہم مناسب سمجھتے ہیں مدعا علیہ اور چند عینی گواہوں اور معتبر علما کے حوالے سے اس مقدمہ کی روداد پیش کریں:

مقدمہ سے متعلق مدعا علیہ صدر الشریعہ کا بیان:۔

خلیفہ اعلیٰ حضرت، صدر الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ چوں کہ خود اس مقدمہ میں ماخوذ تھے۔ اور آپ پر بھی مدعا علیہ ہونے کے سبب کچہری میں حاضر ہونا ضروری تھا اور آپ شریک ہوئے بھی، اس لیے آپ کا بیان نہایت ہی اہمیت حامل ہے۔ ہم

پیش کر رہے ہیں ملاحظہ کریں:

"اذانِ جمعہ بیرونِ مسجد معلوم نہیں کتنے دنوں سے اعلیٰ حضرت قبلہ کی مسجد میں ہوا کرتی تھی اور اس کے متعلق ایک مختصر فتویٰ بھی غالباً "تحفہ حنفیہ" میں شائع ہو چکا تھا۔ ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت قبلہ پیلی بھیت تشریف لے گئے تھے۔ جمعہ کا دن آیا تو وہاں کے بعض لوگوں نے یہ چاہا کہ اذانِ جمعہ بیرونِ مسجد ہو جیسا کہ بریلی میں ہوا کرتی ہے۔ چناں چہ اذان باہر ہوئی۔ اعلیٰ حضرت نے خطبہ اور نماز پڑھائی۔ جب وہاں سے واپس تشریف لائے تو بعض وہ لوگ جن کے عقائد اچھے نہ تھے یا جن میں نفسانیت غالب تھی اس پر چہ میگوئیاں کرنے لگے، شدہ شدہ یہ خبر بریلی پہنچی۔ یہاں کے بعض لوگوں کے اصرار و استفسار پر ایک مفصل فتویٰ اس مسئلہ کے متعلق لکھا گیا جو اشتہار کی شکل میں شائع ہوا۔ پیلی بھیت کے وہ لوگ جن کے دل صاف نہ تھے اس کی مخالفت پر آمادہ ہو گئے۔ اور جگہ جگہ سے انہوں نے فتوے حاصل کرنے چاہے۔ وہابیوں نے بھی مخالفت میں فتوے لکھے۔ علماے رام پور اور علماے بدایوں نے بھی تحریر کیے جن کے جوابات دیے گئے۔ اب اس کے بارے میں طرفین سے متعدّد رسالے شائع ہوئے۔ مخالفین باوجود اپنی تمام تر کوششوں کے ایک عبارت بھی کسی کتاب کی ایسی نہ پیش کر سکے جس میں صراحۃً اذانِ جمعہ کا اندرونِ مسجد ہونا مذکور ہو۔

جب کچھ ہاتھ نہ آیا تو بعض علماے رام پور نے عبارتیں گڑھیں اور "صلاۃ مسعودی" کی طرف نسبت کی، مگر "صلاۃ مسعودی" دیکھنے سے یہ بات معلوم ہوئی کہ یہ بالکل افترا اور من گھڑت ہے۔ جملہ مخالفین نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا مگر اس مروجہ اذان کو جو عموماً ہندوستان میں اندرونِ مسجد ہوتی ہے نہ حدیث سے ثابت کر سکے، نہ فقہ کی کسی کتاب سے۔

حدیث میں نظر کی جاتی ہے تو اس اذان کا بیرونِ مسجد ہونا ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ و ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے زمانہ میں ثابت ہے۔ "سنن ابی داؤد" میں حضرت ثابت بن یزید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ان زمانوں میں اذانِ خطبہ دروازہ

مسجد پر ہوا کرتی تھی۔ اور فقہ کی طرف نظر کی جاتی ہے تو لایؤذن فی المسجد ویکرہ الاذان فی المسجد وغیرہ، ایسی عبارتیں ملتی ہیں جن سے اندرونِ مسجد مطلقاً اذان کی ممانعت وکراہت ثابت ہے۔ کسی کتاب میں بھی اذانِ جمعہ کو اس سے مستثنا نہیں کیا گیا۔ لے دے کر مخالفین کے پاس کچھ ہے اور اسے دلیل کے نام سے پکارتے ہیں وہ لفظ "عندالمنبر وبین یدیہ" ہے۔ مگر یہ دونوں لفظ اپنے اطلاقِ شرعی ولغوی میں ایسے نہیں جس کا مدلول اندرونِ مسجد ہی میں منحصر ہو سکے۔ قرآن وحادیث وغیرہ سے ان کے اطلاقات کی وُسعت پر رسائل میں روشنی ڈالی گئی ہے۔ اگر اس مسئلہ پر لوگوں نے مخالفت نہ کی ہوتی تو خیال ہو سکتا تھا کہ شاید جو ناواقفی سے کیا جا رہا ہے اس کا کوئی ثبوت ہو مگر مخالفین کی پوری جدوجہد نے ثابت کر دیا کہ ان کے پاس دلیل کا نام بھی نہیں۔ اس سلسلہ میں مخالفین کا عجز اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ جب علماے بدایوں کے رد میں "تعبیرِ خواب" (۱) وغیرہ کے بعد کتاب "سدالفرار" تحریر کی گئی اور اس میں مفصل طور پر ان کا رد کیا گیا تو ان سے کچھ جواب نہ بنا۔ بلکہ کچہری کا دروازہ کھٹکھٹایا اور توہین ازالہ حیثیتِ عُرفی کا دعوی کیا گیا۔ اس دعوی میں پانچ مدعا علیہ تھے۔ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ، مولانا محمد رضا خان صاحب برادرِ خورد، مولانا حامد رضا خان صاحب خلفِ اکبر، شاہد علی خان صاحب خواہر زادہ اور راقم السطور۔ دعویٰ ایک ایسے مجسٹریٹ کے یہاں ان لوگوں نے کیا جس سے ان کے خاندانی تعلقات تھے اور اس نے وعدہ کیا تھا کہ میں پوری کوشش ان لوگوں کی تذلیل میں صَرف کروں گا اور ضرور یقینی طور پر اعلیٰ حضرت کو کچہری میں بُلا کر کٹہرے میں کھڑا کیا جائے گا۔

گفتہ او گفتہ اللہ بود: جب یہ خبر اعلیٰ حضرت کے پاس پہنچی، ارشاد فرمایا کہ ان شاء اللہ وہ کچھ نہ کر سکیں گے اور مجھے کچہری میں نہ جانا پڑے گا۔ مقدمہ کے واقعات بہت تفصیل طلب ہیں۔ ان بلوائیوں نے ایذارسانی میں کوئی کمی نہ کی، یہاں تک کہ انہوں نے پانی بھی بند کر دیا کہ کوئی سقہ ان لوگوں کا پانی نہ بھرے اور شہر میں کہیں کوئی شخص ان کو رہنے کے لیے کوئی مکان نہ دے۔ اگرچہ کتنا ہی زیادہ یہ لوگ کرایہ دیں مگر الحمدللہ ان کی ساری کوششیں نا

کامیاب رہیں۔ پانی بھرنے کے لیے تاریخوں پر سقے جایا کرتے تھے اور جس زمانے میں کہ مقدمہ کی پیہم تاریخیں ہونے لگیں اور وہاں مکان کی ضرورت پڑی تو مکانات بھی مل گئے۔ مدتوں یہ مقدمہ چلا۔ دعوی سے ایک سال زائد پر اس کا فیصلہ ہوا۔ جس میں یہی ہوا جو اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا۔ مقدمہ کے واقعات کو اعلیٰ حضرت کی کرامت سے تعبیر کیا جائے تو بجا ہے۔ اس مقدمہ کی پیروی کرنا اور کوشش کرنے کا کام صرف دو ہی شخصوں نے کیا ایک مولانا حامد رضا خاں صاحب کہ اس سلسلہ میں انہیں بہت جگہ آنا جانا پڑا دوسرے یہ فقیر کہ مقدمہ کی معلومات بہم پہنچانا اور گواہوں کو مضامین بتانا، جرح وغیرہ کے مضامین سکھانا اس کا بڑا حصہ میں نے ہی انجام دیا۔"

[حیات صدر الشریعہ (بزبان صدر الشریعہ) مرتبہ بحر العلوم: ص ۵۱ تا ۵۳]

مقدمہ بدایوں کی تفصیلی روداد عینی گواہ ملک العلما کے الفاظ میں:۔

خلیفہ اعلیٰ حضرت، ملک العلما حضرت علامہ ظفر الدین رضوی علیہ الرحمۃ اس مقدمے میں عینی گواہ کی حیثیت سے شامل تھے۔ اس لیے یہاں آپ کا بیان نقل کرنا دل چسپی سے خالی نہیں ہو گا۔ آپ تحریر فرماتے ہیں:

بدایوں میں مخالفین نے اعلیٰ حضرت پر ہتک عزت کا دعویٰ کر دیا:۔

"جناب سید ایوب علی صاحب رضوی کا بیان ہے کہ جس وقت حضور پر نور اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ خبر ملی کہ مدرسہ شمس العلوم بدایوں والوں نے کسی شخص کے نام سے آپ پر دعوی ہتک عزت دائر کیا ہے اور مدعا علیہم میں اعلیٰ حضرت امام اہل سنت اور مولانا حامد رضا خان صاحب، مولوی محمد رضا خان صاحب عرف ننھے میاں، حاجی شاہد علی خان صاحب مولوی امجد علی صاحب کا نام لکھوایا ہے اور پیروی مقدمہ میں بدایوں کے تمام وکلا سرگرم ہیں جن کی تعداد پچاس سے کم نہ ہو گی۔ اس پر حضور نے اپنی مسجد میں ارشاد فرمایا کہ انہوں نے انگریزی کچہری میں دعوئی دائر کیا ہے اور میں اپنی سرکار میں استغاثہ پیش کرتا ہوں اس طرف سے پچاس نہیں پانچ سو وکیل ہوں میرے لیے حسبنا اللہ ونعم الوکیل، کافی ہے۔

یہ مقدمہ عبدالغفار خان نامی مجسٹریٹ بدایوں کے سپرد ہوتا ہے۔وہاں سے مذکورہ مدعا علیہم کے نام سمن جاری ہوتے ہیں تاریخ پیشی پر سب لوگ بدایوں پہنچتے ہیں اور حضور کی طرف سے ڈاکٹری سرٹیفکیٹ داخل ہوجاتا ہے۔غرض چندبار ایسا ہی ہوا کہ تاریخ پیشی پر اعلیٰ حضرت قبلہ کی طرف سے ڈاکٹری سرٹیفکیٹ داخل کیا گیا۔اب تو اہل بدایوں حضور کے کچہری میں حاضر ہوجانے ہی کو اپنے مقدمے کی جیت سمجھنے لگے ادھر مجسٹریٹ بھی توجہ دلانے سے درپے ہوگیا۔ایک بار بابو فرحت علی خان صاحب بریلی کیمپ سے ایک بہت بڑے فوجی ڈاکٹر کو معائنہ کے لیے آستانہ پر لائے۔ حضور اندر مکان میں تشریف فرما تھے ۔ اتفاق سے اس وقت حضور کا سر مبارک کھلا ہوا تھا ڈاکٹر آیا اور پیچھے سرہانے کھڑے ہوکر کچھ دیر تک بغور دماغ کی طرف دیکھتا رہا اور باہر آکر بابو فرحت علی خان صاحب سے انگریزی میں کہا کہ اس کا دماغ بہت بڑا ہے۔پھر کہنے لگا ہمارے یہاں کتابوں میں بہتر دماغ کی جو شبیہ دکھائی گئی ہے اس کے مشابہ میں نے اس دماغ کو پایا۔ نبض پر بھی ہاتھ رکھا تھا اور ٹیفکیٹ میں از خود اپنی رائے کا اظہار کیا کہ انہیں اپنی جگہ سے حرکت نہیں کرنا چاہیے بہت کمزور ہیں۔اس کے بعد موٹر میں بیٹھا بھی نہ تھا کہ حضور عصر کی نماز کے لیے مسجد کی طرف تشریف لاتے ہوئے نظر پڑے۔ ہم لوگوں کو خیال ہوا کہ اگر ڈاکٹر دیکھے گا تو کیا کہے گا مگر اس نے اس طرف توجہ بھی نہ کی اور نہ حضور نے اس کی پروا کی کہ مسجد میں آنے میں قدرے توقف فرماتے۔

حقیقت امر یہ ہے کہ اُن کی جسمانی قوت مجاہدوں اور ریاضتوں کی واقعی نذر ہو چکی تھی۔ لاغری کا یہ عالم تھا کہ شکم مبارک پشت مبارک سے لگ گیا تھا۔ سجدہ کرتے وقت آنتوں کی گڑگڑاہٹ صاف سننے میں آتی تھی۔ عصائے مبارکہ کے سہارے سے نماز پڑھا کرتے۔کبھی بیٹھ کر پڑھتے نہ دیکھا یہاں تک کہ جس جمعہ کو وصال ہوا ہے اس سے پچھلے جمعہ میں سردار ولی خان صاحب نے نماز میں قیام وقعود کرائے اور جنہوں نے بعد نماز بایمائے اعلیٰ حضرت عوام پر ظاہر کردیا کہ میں جمعہ دوسری مسجد میں پڑھ آیا تھا۔پانچوں وقت کی نماز مسجد ہی میں ادا فرماتے خواہ کچھ ہی حال ہو کیسی ہی نقاہت ہو۔ چناں چہ آخر زمانہ میں کرسی پر بٹھا کر مسجد

میں لایا جاتا تھا بس ایک روحانی قوت تھی جو سب کام کر رہی تھی ورنہ اعضاے رئیسہ اور قواے جسمانی اس کے متقاضی تھے کہ انہیں حرکت نہ دی جائے۔.......

ریاست رامپور کے ڈاکٹر نے اعلیٰ حضرت کی بیماری کا سرٹیفکیٹ جاری کیا:۔

ایک تاریخ پیشی میں ریاست رامپور کے ایک بہت بڑے یورپین ڈاکٹر کا سرٹیفکیٹ داخل کیا گیا۔ فریق ثانی نے اس ڈاکٹر سے اس بات کی اجازت حاصل کرنا چاہی کہ اگر وہ بدایوں نہیں آسکتے تو بریلی کچہری میں بسواری پالکی آجائیں۔

ناظرین کرام یہ ایسی تجویز تھی کہ بہت ممکن تھا کہ یورپین ڈاکٹر تسلیم کر لیتا مگر قدرت اور حضور کی زبردست ولایت اس سے کہلواتی ہے کہ وہ بریلی کی کچہری میں بھی نہیں آسکتے بلکہ کروٹ لینے میں جان کا خطرہ ہے۔ یہ بھی سننے میں آیا کہ میرا نام عبدالغفار خان نہیں اگر انہیں کچہری میں نہ بلالوں۔ اس کی اس مجسٹریٹ کو پاداش قدرت سے یہ ملتی ہے کہ ہر تاریخ پیشی پر ان کے کسی عزیز قریب کی اچانک موت واقع ہو جاتی ہے جس پر ان کے بھائی نے کہا ادبار ہم لوگوں پر اس مقدمے کی وجہ سے ہے لہذا اس مقدمے کو اپنے یہاں سے منتقل کر دو مگر اس ضدی نے ایک نہ مانی اور جھنجھلا کر وارنٹ جاری کر دیا مگر خدا کی شان یہ وار بھی خالی گیا اور وہ خائب و خاسر رہا۔

بریلی پولیس اسٹیشن کی رپورٹ پہنچتی ہے کہ تاریخ ختم ہو جانے پر وارنٹ کی وصول یابی ہوئی۔ آخر لوگوں نے اس کو سمجھایا کہ تم مولانا احمد رضا خان صاحب کا کچھ نہیں بگاڑ سکو گے اور اگر؟ ایسی ہی ضد رہی تو تمہارے گھر کا صفایا ہو جائے گا۔ آخر کوشش کر کے اپنی عدالت سے عبدالغفار صاحب نے مقدمہ منتقل کرایا اور ایک ہندو مجسٹریٹ کے اجلاس میں گیا۔

مولوی حشمت اللہ صاحب سابق مجسٹریٹ اعلیٰ حضرت قبلہ کی طرف سے ابتدائی مقدمہ سے تنہا وکالت فرما رہے ہیں بخلاف اس کے بدایوں والوں کی طرف سے تمام وکلاے بدایوں و دیگر اعداے دین و حاسدین و مخالفین کھڑے ہیں۔

مولانا حشمت اللہ ایڈووکیٹ نے اعلیٰ حضرت کے مقدمے کی پیروی کی:۔

دور حاضرہ کے دور و نزدیک کے اہل زبان اور ادیب عبدالحلیم شرر وغیرہ کا اجتماع اور ریشہ دوانیاں دیکھتے ہوئے بعض مخلصین نے حضور کو توجہ دلائی کہ وکلا کی تعداد بڑھائی جائے صرف مولوی حشمت اللہ صاحب پر اکتفا نہ فرمایا جائے۔ چناں چہ ایک روز حضور نے مولوی صاحب موصوف سے فرمایا کہ لوگوں کا ایسا خیال ہے لہذا اگر امداد کی ضرورت ہو تو بلا تکلف وکلا کا اضافہ فرمالیجیے! اس پر مولوی حشمت اللہ خان صاحب مرحوم و مغفور نے کھڑے ہو کر دست بستہ عرض کیا۔ جیسی حضور کی مرضی ہو مگر مجھے بحمد اللہ تعالیٰ حضور کی دعا سے مطلق امداد کی ضرورت نہیں مقدمہ کی حالت بہت اچھی ہے اگر ضرورت سمجھوں گا تو خود حضور سے عرض کردوں گا حضور خاموش ہو گئے۔

ایک روز حضور پر نور اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دو خطوط کی نقل مجھ سے کراتے ہیں جن میں سے ایک میں لکھا تھا کہ مولانا احمد رضا خان صاحب پر صرف ایک روپیہ جرمانہ کرادیا جائے ایک ہزار روپیہ خرچ کرنے کے لیے میں تیار ہوں۔ یہ خط بریلی سے قاضی خلیل نے بذریعہ ڈاک بدایوں بھیجا تھا جو نہ معلوم کسی طرح حضور کے پاس پہنچ گیا۔ دوسرا خط بدایوں سے انہیں قاضی خلیل کے نام لکھا تھا اس کا مضمون یہ تھا کہ آپ نے کیسے گلگشن اور پریسیڈنٹ تیار کر کے بھیجے تھے جنہوں نے بالکل الٹی شہادت دی۔ یہ کسی مقربان خاص ہی سے دریافت کرتے ہیں کہ حضور کو یہ خطوط کیسے دستیاب ہو گئے۔ فرمایا سرکار کے کرم سے میں تو اس چار دیواری سے باہر کہیں آتا جاتا نہیں ہوں مگر بفضلہٖ تعالیٰ میرے آدمی ہر طرف موجود ہیں۔ غرض وہ خطوط بھی کچہری میں داخل ہو کر شامل مسل ہو گئے۔ غرض مولوی حشمت اللہ ایڈووکیٹ صاحب نے اپنی اعلیٰ قابلیت سے فریق ثانی کے گواہان سے جرح کر کے اور اپنی طرف سے صفائی میں ممتاز علمائے کرام وغیرہ پیش کر کے مجسٹریٹ کو اچھی طرح باور کرادیا کہ جتنے گواہان ثبوت گزرے ہیں سب ساختہ پرداختہ ہیں۔

رسالہ ’’سدالفرار‘‘ پر اعتراضات:۔

رسالہ سدالفرار کے کچھ الفاظ پر اعتراض تھا کہ یہ فحش ہیں جن کی صفائی حضرت صدر الافاضل استاذ العلماء مولانا مولوی حکیم محمد نعیم الدین صاحب مراد آبادی و حضرت ملک العلما فاضل بہار جناب مولانا مولوی محمد ظفرالدین صاحب قادری رضوی، حضرت سلطان الواعظین محدث پیلی بھیتی، جناب مولانا مولوی شاہ محمد عبدالاحد صاحب قادری رضوی و غیرھم) معززین و مشاہیر علمائے کرام کی گواہیوں سے بروجہ کمال ثابت ہوگئی اور مجسٹریٹ نے جان لیا کہ یہ مقدمہ خواہ مخواہ حضرات بریلی کو پریشان کرنے کے لیے دائر کیا گیا ہے۔ اگر چہ جی چاہتا ہے کہ ان حضرات کے بیانات سب اس جگہ لکھ دیے جائیں تا کہ ناظرین اس سے مستفید ہوں مگر زمانہ کی بات ہے سب یاد بھی نہیں نیز کتاب کی طوالت کا اندیشہ ہے مگر پھر بھی بعض بعض باتیں ان حضرات کے اظہار کی لکھ دینا ضروری جانتا ہوں۔

عدالت میں علمائے کرام کے بیانات:۔

حضرت استاذ العلماء (صدر الافاضل علامہ سید محمد نعیم الدین قادری مرادآبادی) مجسٹریٹ کو الفاظ کی صحت و عدم صحت کا امتیاز کرنے کے لیے یوں تمہید اٹھاتے ہیں کہ آپ کے یہاں دودھ تو آتا ہی ہوگا آپ کس طرح تمیز کرتے ہیں کہ یہ خالص ہے یا پانی ملا ہوا۔ وہ کہتا ہے کہ ہمارے پاس آلہ ہے اس سے فوراً پتا چل جاتا ہے حضرت استاذ العلما فرماتے ہیں جس طرح دودھ کا آلہ ہے اسی طرح الفاظ صحیح و غلط کی تشخیص کا بھی آلہ ہے اور وہ لغات ہیں ان سے پتا چل جائے گا کہ یہ لفظ صحیح ہے یا نہیں۔ چناں چہ لغت کی کتابیں پیش ہوتی ہیں اور الزامات دفع ہوتے ہیں۔ نیز اس پر آپ نے روشنی: ڈالی کہ جس رنگ میں یہ کتاب "سدالفرار" لکھی گئی ہے اسی طریق سے اسی رنگ میں اکابرین خصوصاً علمائے بدایوں نے بھی کتابیں لکھی ہیں اور ان کی کتابوں سے اس کو ثابت کیا۔

صدر الافاضل کا ایک استدلال:۔

جامع حالات فقیر ظفرالدین قادری رضوی غفرلہ کہتا ہے کہ حضرت صدر الافاضل

مولانا نعیم الدین مراد آبادی کا ایک جواب اس وقت مجھے یاد آ گیا ''سد الفرار میں ایک عبارت تھی یہ منہاری روایت ہے۔ عبد الواحد جس کے نام سے بدایوں والوں نے کتاب چھاپی تھی وہ ذات کا منہار تھا اس لیے ان لوگوں کو خیال ہوا کہ اس میں اسی کی طرف اشارہ ہے اور ایک طرح سے طعن فی النسب اور توہین ہے۔ عدالت نے اس لفظ کے متعلق سوال کیا کہ منہاری روایت کے کیا کچھ معنی ہیں انہوں نے فرمایا دل سے گڑھی ہوئی من کی طرف منسوب۔ اس نے کہا کیا اس قسم کے معنی کا آپ ثبوت دے سکتے ہیں انہوں نے فرمایا پنہاری پانی لانے والی پانی بھرنے والی کو کہتے ہیں پنہاری اس عورت کو کہتے ہیں جو گیہوں وغیرہ، پیسے اس بات سے عدالت کی تشفی ہو گئی۔

اعلیٰ حضرت کی دنیائے عرب و عجم میں شہرت:۔

اسی طرح مجھ سے چیف میں پوچھا گیا آپ مولانا احمد رضا خان صاحب کو جانتے ہیں میں نے جواب دیا کہ دنیا کا وہ کون سا سنی عالم ہے جو اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد ماۃ حاضرہ مولانا شاہ احمد رضا خان صاحب بریلوی سے واقف نہ ہو۔ ان کی شہرت علمی و تصنیفی ہندوستان سے تجاوز کر کے غیر ممالک تک پہنچی ہے۔ علمائے حرمین نے جس سے سند میں اجازتیں لیں حرمین محترمین میں جن کے مریدین و معتقدین کا سلسلہ ہو ان سے کون مذہبی شخص ناواقف ہو سکتا ہے۔ اکابر علما ان کے شاگرد، اعاظم اولیا ان کے مرید ہیں۔ ایسا مشہور عالم مصنف، مفتی واعظ مناظر مدرس ان کا ادنیٰ کفش بردار اور غلام ہے۔

اس پر فریق ثانی کے وکیل نے مجھ سے جرح میں پوچھا کہ آپ نے اپنی تعریف میں جو مشہور عالم مدرس مفتی بیان کیا ہے اس کا کیا ثبوت ہے میں نے جواب میں کہا کہ میں یہ لفافہ اپنے نام کا حاضر کچہری کرتا ہوں جو امریکہ سے میرے نام آیا ہے اور اس میں مجھ سے استفتا کیا گیا ہے جس کا جواب میں نے ان کو بھیجنا ہے۔

دوم ۱۹۱۱ء میں جب شہنشاہ ہند ملک معظم جارج پنجم دہلی دربار میں آئے تھے تو اس میں مشاہیر و معزز علمائے کرام بھی مدعو ہوئے تھے ان شاہی مہمانوں میں میں بھی تھا چناں چہ

نواب فتح علی خان صاحب قزلباش لاہوری اور جناب شفاء الملک حکیم محمد اجمل خان صاحب کے دعوتی خطوط جو میرے نام گئے ہیں ان کو میں داخل کرتا ہوں۔ ملاحظہ فرمائیے۔

سوم عالم شاہ بادشاہ ہند کے وقت کا مدرسہ عالیہ خانقاہ سہسرام ناصر الحکام" ہے میں اس کا افسر اعلیٰ ہوں میرے یہاں کے فارغ التحصیل طلبہ کی سند گورنمنٹ کے نزدیک بی اے ایم اے کے برابر سمجھی جاتی ہے۔ چالیس کتابوں سے زیادہ کا مصنف ہوں کیا اس قدر ثبوت کافی ہے یا اور پیش کروں۔ عدالت مجسٹریٹ نے سن کر کہا بہت کافی ہیں۔

آج تک اعلیٰ حضرت سے کوئی مولوی مناظرہ نہیں کر سکا:۔

اس کے بعد دوسرا جرح کا سوال یہ تھا کہ مولانا احمد رضا خان صاحب نے کس کس سے مناظرہ کیا اس کا جواب میں نے یہ دیا کسی بے دین بدمذہب مخالف شرع کو اعلیٰ حضرت سے مناظرہ کی جرات نہیں ہوئی۔ مخالفین کے مقابلہ میں سوالات لکھ کر شائع فرما دیے مگر آج تک کسی میں ہمت جواب کی نہ ہوئی نہ اب کوئی ان کا جواب دے سکتا ہے۔ ملاحظہ ہو فتح خیبر ،سوالات حقائق نما، ظفر الدین الجید، قمر الدیان وغیرہ وغیرہ"۔

سد الفرار "میں ایک شعر تھا۔

یہ رضا کے نیزہ کی مار ہے کہ عدو کے سینے میں غار ہے

اس کے متعلق سوال کیا کہ آپ کو معلوم ہے یہ کس کا شعر ہے میں نے جواب دیا کہ نہ میں شاعر ہوں نہ شعرا کے دیوان دیکھنے کی فرصت ہاں اتنا کہہ سکتا ہوں کہ اس شاعر کا شعر ہے جن کا تخلص رضا" ہے۔ مولانا رضا علی صاحب بنارسی ہوں یا مولوی برکت علی صاحب رضا لکھنوی یا رضا سندیلوی یا اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی یا کوئی اور شاعر جس کا تخلص رضا ہو۔

مولانا عبد الاحد محدث پیلی بھیتی کا عدالت میں بیان:۔

حضرت سلطان الواعظین مولانا عبد الاحد صاحب محدث پیلی بھیتی سے بھی بحث و جرح کے سوالات ہوئے اور ان کا تشفی بخش جواب پا کر ایک سوال یہ کیا کہ آپ نے منطق کی

سب سے بڑی کتاب جو پڑھی ہے اس کا کیا نام ہے انہوں نے فرمایا "قاضی مبارک اور درس نظامی میں یہی آخر درس منطق ہے۔ اس پر وکیل بدایوں نے پوچھا کہ "قاضی مبارک" کی سوانح عمری بیان کیجیے۔ سلطان الواعظین نے فرمایا جناب والا میں نے قاضی مبارک منطق کی حیثیت سے پڑھی ہے نہ کہ مصنف کی تاریخی حیثیت ہے۔ اس پر وہ بولے کہ مصنف کی حالت جاننا ضروری ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم لوگوں کا اصول ہے "انظر الی ماقال ولا تنظر الی من قال" دیکھو بات کیسی کہی ہے اس کو نہ دیکھو کہ کس نے کہی ہے۔ اس پر وہ خاموش ہو گئے اس پر جب ٹفن کے لیے مجسٹریٹ صاحب چیمبر میں گئے تو اتنی دیر کے لیے سب لوگ کچہری سے باہر آ گئے۔ مولوی حشمت اللہ خان صاحب نے نہایت مسرت میں مجھے معانقہ کرتے ہوئے فرمایا کہ واقعی آپ بھی اسی مصنف کے شاگرد ہیں جس کی یہ کتاب تصنیف ہے اور جس کا یہ شعر ہے اس پر خوب ہنسی رہی وہ جس مقصد سے یہ جرح کر رہے تھے بالکل اس میں کامیابی نہیں ہوئی۔

مقدمہ بدایوں سے عوام کی گہری دلچسپی:۔

اس مقدمے سے دلچسپی عوام کو اس قدر تھی کہ ہر پیشی پر بدایوں والوں کے علاوہ بریلی شریف سے سیکڑوں آدمی جایا کرتے تھے۔ کمرہ عدالت بالکل بھرا ہوا رہتا تھا۔ باہر تک جم غفیر ہو جاتا تھا مختصر یہ ہے کہ مخالفین نے متفقہ طور پر ایڑی چوٹی کا زور لگایا اور چاہا کہ کسی طرح کچہری آ جائیں مگر اعلیٰ حضرت کی ذات پر "قطب از جانمی جنبد" کا مضمون بالکل صادق رہا۔ بالآخر عاجز آ کر یہ گوش گزار کر دیا کہ بدایوں نہیں شیخ پورہ میں ننھے میاں کے یہاں میلاد شریف میں تشریف لے آئیں۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا ذکر حبیب کے قربان مگر یہ کیا ضرور ہے کہ شیخ پورہ جا کر سنوں، کیا یہاں مستفیض نہیں ہو سکتا ہوں۔ وہ اپنے اقوال سے توبہ کر لیں فقیر سر بازار کوڑے کی ڈھلیا سر پر رکھ کر بدایوں میں ہر ایک سے کہنے کو تیار ہے کہ بھائیو! میرا قصور معاف کر دو۔ اور یوں تو فقیر اپنی جگہ سے ملنے والا نہیں۔ خلاصہ یہ کہ کارروائی مقدمہ کی بالکل ختم ہو چکی صرف فیصلہ سنانا باقی تھا۔

مجسٹریٹ نے اعلیٰ حضرت کے خلاف مقدمہ خارج کر دیا۔

لہذا مجسٹریٹ نے اس ہجوم سے بچنے کے لیے اپنے دورہ کی تاریخ ڈالی اور بمقام کولیھانی فریقین کے وکلا کو طلب کر کے مقدمہ خارج کر دیا۔ واللہ الحمد۔

اور کیوں نہ ہو کہ عالم شباب میں جب وہابیہ دہلی نے مناظرہ سے عاجز آکر کچہری میں مقدمہ دائر کر دیا تھا جس صبح کو پیشی تھی شب میں حضور نے مسافرت اور تنہائی کو دیکھتے ہوئے حضور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کیا اور حضور سے استعانت چاہی۔ شب میں قریب صبح اعلیٰ حضرت کو ایسا محسوس ہوا کہ میرے چہرہ پر کسی نے اپنا چہرہ رکھا جس کی ٹھنڈک آپ کو محسوس ہوئی اور یہ ارشاد فرمایا۔ ع

تیرے اعدا میں رضا کوئی بھی منصور نہیں

مقدمہ خارج ہونے پر بریلی میں ایک جشن کا سماں تھا۔

صبح کو مقدمہ خارج ہو گیا۔ الحاصل جس وقت مقدمہ خارج ہونے کی خبر مدعی نے سنی یکہ میں بیٹھ کر منہ چھپائے ہوئے بھاگا اور آناً فاناً یہ خبر بجلی کی طرح تمام ملک میں پھیل گئی؟ دوپہر ڈھلتے ہی بریلی تار آیا حضور اس وقت مکان میں تشریف فرما تھے اور برادرم قناعت علی حاجی کفایت اللہ صاحب موجود تھے کہ سید ضمیر الحسن صاحب جیلانی تار کا کاغذ لیے ہوئے حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضور مقدمہ خارج ہو گیا۔ حضور نے فرمایا: الحمد للہ رب العلمین۔ اور اپنے جسم اطہر سے جامہ وار کا انگرکھا فوراً اتار کر سید ضمیر الحسن صاحب کو عطا فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب کوئی خوش خبری آکر سنائے تو اپنے جسم کا کپڑا اتار کر اسے دینا چاہیے سید صاحب اس عطیہ کو لے کر خوش خوش باہر گئے۔

سب سے پہلے خوش خبری سنانے والے سید ضمیر الحسن کو انگرکھا عطا ہوا۔

اور تھوڑی دیر میں سید سراج احمد صاحب اپنے ہمراہ سید ضمیر الحسن صاحب کو مع انگرکھے کے واپس لائے اور آکر عرض کیا کہ حضور سب سے پہلے خوش خبری کے الفاظ میری زبان

سے نکلے کہ تار کا مضمون میں نے ہی پڑھا تھا مجھ سے سن کر سید ضمیر الحسن صاحب نے حضور کو اطلاع دی۔ حضور نے تبسم فرمایا اور انہیں بھی ایک انگرکھا زنان خانہ سے منگا کر عطا فرمایا۔ اب اس عرصے میں جوق در جوق عوام و خواص کا ہجوم ہونے لگا جسے خبر ملتی دوڑا ہوا چلا آرہا تھا۔ حضور نے اس وقت تازہ مٹھائی کافی مقدار میں منگوائی اور بزرگان دین کی فاتحہ نذر کر کے تقسیم کرائی۔

مقدمہ جیت کر آنے والے وکلا اور دوسرے حضرات کا بریلی میں شان دار استقبال:۔

بدایوں سے ریل چوں کہ بعد مغرب آتی تھی لہذا اہم لوگوں کا یہ مشورہ ہوا کہ جس وقت مولوی حشمت اللہ و دیگر حضرات ٹرین سے اتریں شان دار استقبال کیا جائے۔ چناں چہ ہار پھول اور گلدستوں کا انتظام کر کے قبل از وقت ریلوے اسٹیشن بریلی جنکشن پر کثیر اجتماع ہوا؟ کچھ نعت خواں حضرات بھی پہنچ گئے تھے۔ ٹرین آنے پر بڑے جوش و خروش کے ساتھ تمام مجمع نے نعرہ تکبیر و نعرہ رسالت و نعرہ غوثیت بلند کیے۔ مولوی حشمت اللہ خان صاحب وغیرہ کو پھولوں کے گجروں سے لاد دیا گیا اور نہایت تزک و احتشام کے ساتھ پر کیف نعت خوانی ہوتی ہوئی جلوس اسٹیشن سے باہر آیا اور وہاں سے خراماں خراماں شہر کی جانب روانہ ہوا۔ اور جب سید مجو میاں صاحب علیہ الرحمہ کی کوٹھی کے نزدیک آیا جس میں حضور پر نور اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مقیم تھے تو مولوی حشمت اللہ خان صاحب نے نعت خوانی کو بائیں خیال روک دیا کہ آواز سن کر کہیں حضور باہر تشریف نہ لے آئیں اور بعجلت تمام قدم بوسی کے لیے حاضر ہونا چاہا۔

اعلیٰ حضرت نے کوٹھی سے باہر آکر اپنے وکیل کو خوش آمدید کہا:۔

پھر بھی اتنا ہوا کہ نہ معلوم کس طرح خبر پا کر کوٹھی سے باہر تشریف لے آئے۔ مولوی حشمت اللہ صاحب نے بڑھ کر قدم بوس ہونا چاہا مگر حضور نے فوراً بغلوں میں دست مبارک بڑھا کر اپنے سینے سے لگا لیا اور ساتھ ساتھ اپنی نشست گاہ پر لے گئے اور کچھ الفاظ شکریہ کے فرمائے۔ مولوی حشمت اللہ خان صاحب نے عرض کیا کہ حضور میں نے تو اس مقدمہ

کو اپنے گناہوں کا کفارہ سمجھ کر ہاتھ میں لیا تھا، حضور پر اس خدمت کا کوئی احسان نہیں۔ بس حضور میرے حق میں دعائے خیر فرمادیں۔ اس پر حضور نے دیر تک مولوی صاحب کو بہترین دعاؤں سے نوازا۔

مقدمہ میں فتح پر لوگوں کی خوشیوں کا ایک منظر:۔

اب صبح کو دوسرے روز نو دس بجے حافظ سید سعادت علی صاحب عرف حافظ سدن ساکن محلہ ملوک پور عقیدت مندانہ نہایت اہتمام کے ساتھ کچھ خوان شیرینی کے اور ہار پھول لے کر خوش الحانی سے نعت خوانی ہوتی ہوئی سب سے: پہلے مبارکباد دی جلوس اٹھاتے ہیں آگے آگے چھڑ کاؤ ہوتا جاتا ہے جوں جوں جلوس آگے بڑھتا جاتا ہے اہل سنت شیدایان ملت کا ہجوم زیادہ ہوتا جاتا ہے۔ جس وقت جلوس حافظ صاحب کے مکان سے چلا ہے ایک جماعت نعت شریف پڑھ رہی تھی پھر تو آگے بڑھ کر متعدّد گروہ نعت خواں حضرات کے ہوگئے۔ غرض بڑی شان وشوکت سے جلوس کوٹھی پر پہنچتا ہے اس جگہ حضور تشریف فرماتے تھے۔ جلد جلد ہم خدام نے فرش بچھادیا دیر تک باری باری سے نعت خواں حضرات حاضرین کو محظوظ فرماتے رہے۔ بعدہ جناب کفیل احمد صاحب بدایونی نے کچھ رباعیات لکھ کر بھیجی تھیں وہ پڑھی گئیں۔......

ہدایت یار خان قیس نے مقدمہ کی روئیداد شعروں میں سنائی:۔

اس کے بعد جناب منشی ہدایت یار خان صاحب قیس صدر جماعت رضائے مصطفے بریلی نے پورے مقدمہ کی روداد منظومہ جو اسی شب میں تحریر فرمائی تھی اور جو کوئی سو اشعار پر مشتمل تھی پڑھ کر سنائی۔ پھر تو مبارک بادیوں کا کوئی گروہ نعت خواں حضرات کا ایسا نہ تھا جو یہ مبارکی نہ لایا ہو اور بڑی آن بان کے ساتھ یعنی ہجوم اور شیرینی کا سلسلہ تقریباً نصف نصف میل کشادہ سڑک پر دیکھا گیا۔ ابتدائی دو تین مہینے تک تو بلا تعین وقت مبارکبادیاں آتی رہیں بعدہ دو اڑھائی ماہ تک یہ دستور تھا کہ عصر کے اول وقت سے شب کے گیارہ بجے تک یہی دھوم رہتی تھی۔ اور مبارکیاں لانے والے مریدین و معتقدین و متوسلین ہی نہ تھے بلکہ عام اہل

سنت بلکہ ہر پیشہ ور میں روح پھونک دی گئی تھی کہ جسے دیکھو مبارکی لا رہا ہے۔ ایک مبارکی اہل خاندان کی طرف سے اجتماعی صورت سے بڑے پیمانہ پر آئی جس میں پڑھنے والے نہ صرف نعت خواں ہی تھے بلکہ وہ بوڑھے حضرات جنہیں کبھی پڑھتے نہ دیکھا تھا وہ بھی جھوم جھوم کر شارع عام پر نعت شریف پڑھ رہے تھے۔

سارے شہر بریلی میں جشن کا سماں:۔

یونہی شہر کے قصاب عظیم الشان جلوس سے بڑے ذوق شوق سے مبارکی لائے۔ کسی روز خبر ملی کہ آج شہر کے کونجڑوں کی مبارکی آرہی ہے تو کسی روز میوہ فروشوں کی۔ ایک روز بعد مغرب آتش بازوں کی مبارکی میں بہت کچھ پھول بٹی اور طرح طرح کے رنگین قمقمے روشن اور راستہ میں گولے اور آسمانی چھوڑتے ہوئے کوٹھی پر پہنچے اور دیر تک آتش بازی چھوڑی۔) بعض جلوس ایسے بھی دیکھے گئے کہ ماہرین بنوٹ کے اکھاڑے بھی ساتھ تھے جو اپنے جوہر دکھاتے جاتے تھے۔ نعت خواں شارع عام اور خصوصًا ان مقامات پر جہاں وہابیہ دیوبندیہ وغیرہم کے اثرات تھے ان اشعار کی جو رد وہابیہ میں تھے بار بار تکرار کرتے تھے۔ وہابی دیوبندی بھی چھپ چھپ کر جلوس دیکھا کرتے تھے۔

ایک مچھیرے کا اظہارِ مسرت:۔

ایک روز ماہی گیروں کی مبارکی آئی۔ ایک ماہی گیر ایک تانبے کی لگن میں پانی بھرا ہوا اور اس میں دو مچھلیاں زندہ پڑی ہوئی تھیں خوش خوش حضور کی خدمت میں لایا اور عرض کیا کہ حضور یہ خاص قسم کی بہترین اور کمیاب مچھلی ہے۔ آج صبح کو جب میں دریا کی طرف چلا تو دل میں اس مچھلی کا خیال آیا کہ اگر مل جائے تو حضور کے لیے لے جاؤں گا چناں چہ حضور کی برکت سے جال ڈالتے ہی پہلی ہی دفعہ میں ایک نہیں بلکہ جوڑا آیا اور وہ یہ ہے۔

سارے ملک کے علمائے اہل سنت مبارک باد کہنے کے لیے بریلی آئے:۔

علاوہ شہر کے پیلی بھیت سے حضرت سلطان الواعظین مولانا عبد الاحد صاحب، بیسل پور سے مولوی عرفان علی صاحب، سنبھل سے مولوی اجمل شاہ صاحب، مراد آباد سے

حضرت استاذ العلماء مولانا نعیم الدین صاحب قبلہ مدظلہ العالی مبارکیاں لے کر آئے جس کے جلوس ریلوے اسٹیشن بریلی سے ترتیب دیے گئے اور نعت خوانی کے ساتھ باقاعدہ حاضر ہوئے نیز مقامی عمائدین کی جانب سے بھی مبارکیاں آئیں۔

اعلیٰ حضرت آنے والوں کا استقبال فرماتے:۔

قدرت کا انتظام تو ملاحظہ فرمائیے کہ دوران مقدمہ میں اعلیٰ حضرت قبلہ کو مع متعلقین سید مجو میاں صاحب کی کوٹھی میں مقیم کیا جاتا ہے جو اس وقت مولوی حشمت اللہ صاحب کے پاس کرایہ میں تھی اور جس کے ظاہری اسباب تو یہ تھے کہ مولوی صاحب کو وقتاً فوقتاً حضور سے صلاح و مشورے میں سہولت رہے گی مگر حقیقتاً وجوہ یہ تھے کہ ان اجتماع کثیرہ کا آستانہ عالیہ پر کیسے گزر ہوتا۔ جلوس کی آمد پر حضور کو کوٹھی کے بیرونی حصہ میں آنا پڑتا تھا اور بیچ کے در میں تخت پر ایک کرسی رکھ دی جاتی تھی تاکہ حضور عوام کے پیش نظر رہیں مگر باوجود یکہ خود کوٹھی کی بلند کرسی اس پر تخت اور اس پر کرسی پھر بھی بسا اوقات حضور کو کھڑا ہونا پڑتا تھا۔

پھولوں کے گجروں کے انبار لگ گئے:۔

پھولوں کے گجرے اس قدر سے ڈالے جاتے تھے کہ دو تین آدمی کا یہی کام ہوتا تھا کہ ہر ایک دونوں ہاتھوں سے علی الاتصال حضور کے عمامہ مبارکہ سے پیچھے کھڑا ہوا گجرے اتار اتار کر تخت پر انبار کرتا جاتا تھا کہ سر مبارک پر زیادہ بار نہ ہو پھر بھی عمامہ مبارکہ پر گجرے ہی گجرے نظر آتے تھے۔ یہ بھی دیکھا گیا کہ جو گروہ حضور کے روبرو نعت خوانی یا منقبت خوانی کرتا جاتا حضور اپنے دست اقدس سے نئے عمامے رنگے ہوئے ہر سر گروہ کو عطا فرماتے جاتے تھے۔ شیرینی وغیرہ کے خوان برداروں کا ایک آنہ فی خوان مقرر تھا۔ اب وہ مبارکی خواہ نزدیکی سے آئی ہو یا دور سے اس طرح خود ہم لوگوں کے ہاتھوں سے پچیس تیس روپے تقسیم ہوتے تھے۔ شیرینی کا مکان کے اندر یہ انتظام تھا کہ ایک وسیع کوٹھری جس میں دو دروازے دو رخ پر تھے اس میں نئی چٹائیوں کا فرش کیا گیا تھا۔ جس وقت خوان آنا شروع ہوئے ایک

دروازے سے لیتے جاتے اور دوسرے دروازے سے تقسیم ہوتے جاتے۔ ایک روز شب میں حضور مبارکیوں سے فارغ ہو کر اندر اپنی نشست گاہ پر تشریف لے گئے۔ ہم لوگ بھی دست بوسی کے لیے بڑھے دیکھا کہ حضور کا نصف پلنگ گجروں سے بھرا ہوا تھا۔ حضور نے ارشاد فرمایا ان میں سے پھول جتنے چاہو لے لو۔ میں نے اور برادرم قناعت علی نے تھوڑے تھوڑے لے لیے مگر جب ہم لوگ باہر آئے تو مجمع نے وہ سب تبرکاً چھین لیے۔ ہم دونوں پھر اندر گئے اور حضور سے عرض کیا کہ دو سب پھول تقسیم ہو گئے ارشاد فرمایا سب اٹھا کر لے جائیے۔ غرض اپنے لیے جیبوں میں محفوظ کر کے باقی سب لوگوں پر تقسیم کر دیے۔"

[حیات اعلیٰ حضرت: مطبع، مکتبہ نبویہ لاہور۔ ص ۴۱۰ تا ۴۲۲]

مدعاعلیم کے گواہ صفائی تاج العلما سید محمد میاں مارہری علیہ الرحمۃ کا بیان:۔

فریقین کے مخدوم زادے حضرت تاج العلما سید محمد میاں مارہروی علیہ الرحمۃ چوں کہ ابتدائے بحث سے ہی اعلیٰ حضرت کی تائید و حمایت میں تھے۔ اور آپ نے مسئلہ اذان ثانی میں اعلیٰ حضرت کی تائید اور اہل بدایوں کی کتابوں کی تردید میں کئی کتابیں بھی تحریر فرمائی تھیں، اس لیے صفائی کے گواہوں میں آپ کو بھی شامل کیا گیا تھا۔ آپ بنفس نفیس کچہری تشریف لے گئے اور اعلیٰ حضرت کی تائید میں بیان دیا۔ مدعی گروپ کے وکلا نے یہ کہہ کر آپ کی گواہی کو مسترد کرنے کی درخواست پیش کی کہ یہ مدعاعلیہ کے پیر زادے ہیں اس لیے ان کا بیان مدعاعلیہ کے حق میں قابل قبول نہیں ہے۔ لیکن آپ نے جواباً فرمایا کہ میں مدعی حضرات کا بھی پیر زادہ ہوں۔ بلکہ مدعاعلیہ کی بنسبت مدعی حضرات سے زیادہ قریب ہوں اس لیے کہ مجھے مولانا عبد المقتدر صاحب سے شرف تلمذ حاصل ہے۔ مجسٹریٹ نے وکیل بدایوں کی درخواست مسترد کر دی۔ اور آپ کو بیان دینے کی اجازت دی۔

شارح بخاری علامہ مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمۃ جنہوں نے حضور تاج العلما کی صحبت پائی اور ان سے استفادہ و استفاضہ کیا وہ اس مسئلہ اور مقدمہ میں تاج العلما کی خدمات کا مختصر ساخاکہ پیش کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

”جب اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے یہ فتوی دیا کہ جمعہ کی اذانِ ثانی مسجد کے باہر ہونا سنت ہے اور منبر کے متّصل مسجد کے اندر خطیب کے سر پر سنت کے خلاف ہے، تو حضرت مولانا سید شاہ ابوالقاسم محمد اسماعیل حسن شاہ جی میاں صاحب قدس سرہ نے خانقاہِ برکاتیہ کی مسجد میں اعلیٰ حضرت کے فتوی کے مطابق جمعہ کی اذانِ ثانی مسجد کے باہر کہلانی شروع کی۔ حالاں کہ بدایوں کے لوگ اس فتویٰ کے بشدت مخالف تھے۔ یہ زمانہ بدایوں میں حضرت مولانا عبدالمقتدر صاحب مرحوم کا تھا۔ انہوں نے اعلیٰ حضرت کے رد میں کوئی کمی نہیں اُٹھا رکھی تھی۔ اور اس وقت تک مارہرہ شریف اور بدایوں کے تعلقات میں کوئی کشیدگی بھی نہیں تھی لیکن اس کے باوجود کہ بدایوں سے تعلقات بہت قدیم تھے اور اعلیٰ حضرت قدس سرہ سے جدید مگر چوں کہ حق اعلیٰ حضرت کے ساتھ تھا، اس لیے خانقاہ برکاتیہ کے سجادہ نشینوں نے اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے فتویٰ پر عمل فرمایا اور قدیم تعلقات کی پرواہ نہیں کی، اس سلسلے میں کچھ بدمزگیاں بھی ہوئیں، جن کا تذکرہ ”برکاتِ مارہرہ و مہمانانِ بدایوں“ میں ہے۔ حضرت تاج العلما قدس سرہ نے اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی حمایت میں بدایونی حضرات کے رد میں تین رسالے بھی لکھے۔

”مبحث الاذان“، ”شافی جواب پر کافی ایرادات“، ”بدایونی تحریر کے شافی جواب.......

اس کے باوجود کہ حضرت تاج العلما قدس سرہ نے کچھ کتابیں جناب مولانا عبدالمقتدر سے بھی پڑھیں اور مسئلہ اذانِ ثانی میں مرحوم ہی نے اعلیٰ حضرت کے خلاف بدایوں میں محاذ کھولا تھا، مگر حضرت تاج العلما قدس سرہ نے اس مسئلہ میں اعلیٰ حضرت کا اتباع کیا، نہ کہ صرف اتباع کیا بلکہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی حمایت میں بدایونی حضرات کا رد کیا۔ اس خصوص میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی حمایت اس درجہ فرمائی کہ باں عظمت و کمال اور سجادہ نشین ہونے کے بدایونیوں کے خلاف اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی حمایت میں بدایوں کچہری میں تشریف لے گئے۔

مقدمہ بدایوں: قصّہ یہ ہوا کہ مسئلہ اذانِ ثانی میں بدایونی حضرات نے اعلیٰ حضرت

قدس سرہ پر ہتک عزت عُرفی کا بدایوں میں مقدمہ دائر کر دیا۔اس مقدمہ میں بدایونی حضرات نے بہت کوشش کی کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ بدایوں ملزم کی حیثیت سے تشریف لائیں اور ملزم کی جگہ کٹہرہ میں کھڑے ہوں۔اس کے لیے سمن گیا اعلیٰ حضرت نے لینے سے انکار فرما دیا بدایونی حضرات نے وارنٹ جاری کرایا جو تعمیل نہ ہو سکا، اور صرف سرجن کے اس سرٹیفکیٹ پر کہ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب بہت ضعیف، بیمار، کمزور ہیں، کچہری میں جانے کی ان میں قوت نہیں، اعلیٰ حضرت کو متعلقہ حاکم نے حاضری سے مستثنیٰ قرار دیا اور مقدمہ کی کاروائی آگے بڑھی۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی طرف سے صفائی کے لیے جو بزرگ پیش ہوئے ان میں حضرت تاج العلما قدس سرہ بھی تھے۔بدایونی وکیل نے یہ درخواست پیش کہ حضرت تاج العلما کی صفائی مدعا علیہ کے حق میں قابلِ قبول نہیں کیوں کہ یہ ان کے پیرزادہ ہیں۔اس کے جواب میں تاج العلما نے فرمایا کہ میں مدعیان کا بھی پیرزادہ ہوں۔ اس لیے کہ ان کے مورثِ اعلیٰ حضرت مولانا عبد المجید صاحب عین الحق رحمۃ اللہ علیہ میرے جدِّ امجد حضور سیّدنا ابوالفضل آل احمد اچھے میاں صاحب قدس سرہ کے خلیفہ ہیں، نیز میں مدعیوں سے بنسبت مدعا علیہ کے یوں بھی زیادہ قریب ہوں کہ میں نے مولانا عبد المقتدر صاحب مرحوم سے کچھ اسباق پڑھے ہیں۔جس پر حاکم نے بدایونی وکیل کی درخواست مسترد کر دی۔اور حضرت تاج العلما کو گواہ تسلیم کر لیا، اس مقدمے کا فیصلہ یہ ہوا کہ بدایونی دعویٰ خارج ہوا اور اعلیٰ حضرت قدس سرہ باعزت بے داغ بری ہوئے۔

یہ خبر جب اعلیٰ حضرت کو ملی تو فرمایا بدا، یوں ہی تھا۔جب بدایوں کی طرف سے اس پر بہت زیادہ زور صرف کیا گیا کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کچہری میں ضرور تشریف لائیں تو اعلیٰ حضرت نے فرمایا احمد رضا تو احمد رضا۔احمد رضا کی جوتی بھی کچہری میں نہیں جائے گی انہوں نے اپنی سرکار میں میرے خلاف مقدمہ دائر کر دیا ہے۔ میں نے بھی اپنی سرکار میں اپنا مقدمہ دائر کر دیا ہے اور ہو گا وہی جو میرے سرکار چاہیں گے۔

میں اس کا تذکرہ نہ کرتا لیکن بہار کے ایک صاحب بدایوں اور بریلی کے اختلاف کو بہت غلط رنگ سے لکھ لکھ کر چھاپ رہے ہیں اگرچہ ان کا چھاپا آسمان پر تھوکنے والے کی طرح انہیں کے منہ پر آرہا ہے لیکن ہوسکتا ہے کچھ ناواقف غلط فہمیوں کے شکار ہوں، یہاں ہر سنجیدہ متین آدمی کے لیے سوچنا یہ ہے کہ اذانِ ثانی کا مسئلہ ایک جزئی مسئلہ تھا، اس میں اگر حضراتِ بدایوں کو اختلاف تھا تو انہیں اپنی بات سنجیدگی اور متانت کے ساتھ لکھ کر چھاپنے کا حق تھا اور پھر اس پر اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ اور ان کے متعلقین کو بھی یہ حق تھا کہ ان کا رَد لکھتے اور انہوں نے لکھا۔ لیکن کچہری میں جا کر ایک علمی مبحث میں عاجز آکر مقدمہ دائر کرنا نہ علم کی شان کے لائق ہے اور نہ دین داری ہے، ایک فروعی مسئلہ میں اتنا چراغ پا ہونا ہی غلط ہے۔

رہ گیا تحریروں پر مؤاخذہ وہ بدایوں کے حضرات نے بھی کیا اور بریلی کے حضرات نے بھی کیا۔ اب اگر بریلی کا مؤاخذہ بھاری پڑ گیا تو اس میں بریلی والوں کا کیا قصور۔ آپ نے ایسی بات ہی کیوں کی کہ پھنسیں۔ میری شروع سے روش یہی رہی کہ اکابر کے کسی اختلاف کو بھول جایا جائے اور حضرت تاج الفحول محب رسول مولانا عبد القادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے عہد پاک تک بریلی اور بدایوں کے مابین جو محبت و عقیدت کے تعلقات تھے وہ پھر قائم ہو جائیں۔ اور اب سے ایک دوسرے پر نہ کیچڑ اچھالی جائے نہ افترا اور بہتان باندھا جائے۔ مجھے یہ خبر ملی ہے اور تصدیق بھی ہو چکی ہے کہ بدایوں کے ذمہ دار افراد اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا جب نام لیتے ہیں تو مولوی احمد رضا خاں مرحوم کہتے ہیں۔ انہیں اپنے اس رویہ پر نظر ثانی کی ضرورت ہے۔"

[ماہنامہ اشرفیہ، مبارکپور، اکتوبر ۲۰۰۲ء، سیّدین نمبر، صفحہ ۳۱۳ تا ۳۱۷]

خاتمہ بشکل خلاصہ :۔

گزشتہ اوراق میں مقدمہ بدایوں کے تاریخی حقائق تفصیل کے ساتھ پیش کیے گئے۔ ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ آخر میں ہم پوری روداد کا منصفانہ و غیر جانب دارانہ خلاصہ پیش کر دیں۔ احباب ملاحظہ فرمائیں۔

مارچ ۱۹۱۶ء میں بدایوں شہر کے منشی سخاوت حسین جو محض ایک محرر تھے انہوں نے جناب عطا علی صاحب کے ساتھ مل کر اعلیٰ حضرت محدث بریلوی، اعلیٰ حضرت کے چھوٹے بھائی مولانا رضا علی خان بریلوی، اعلیٰ حضرت کے بڑے بیٹے، حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا خان بریلوی، اعلیٰ حضرت کے بھانجے جناب شاہد علی خان صاحب بریلوی اور خلیفہ اعلیٰ حضرت، صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی علیہم الرحمۃ،

کے خلاف بدایوں کچہری میں ہتک عزت کا دعوی دائر کیا۔

دعوے میں خاص کر جو باتیں پیش کی گئیں وہ یہ تھیں:

کتاب سد الفرار کے بعض جملوں سے مولانا عبد المقتدر صاحب کی توہین بلکہ تکفیر لازم آرہی ہے۔

کتاب سد الفرار حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا خان بریلوی کی تصنیف نہیں ہے بلکہ ان کے والد گرامی اعلیٰ حضرت کی مصنفہ ہے۔

اعلیٰ حضرت کا طرز عمل یہی ہے کہ وہ اپنی کتابیں دوسروں کے نام سے شائع کرتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت نے کتاب سد الفرار بدایوں میں خود آکر تقسیم اور فروخت کی ہے۔

ان تمام دعووں کی بنیاد پر ۲۳/ مارچ ۱۹۱۶ء کو بدایوں کچہری میں بہادر عبد الغفار اسپیشل مجسٹریٹ کے یہاں مقدمہ کی پہلی پیشی ہوئی۔ البتہ اعلیٰ حضرت بسبب بیماری کچہری نہ پہنچے جس کے سبب مقدمہ ۱۱/ اپریل ۱۹۱۶ء تک کے لیے ملتوی کر دیا گیا۔ اور اعلیٰ حضرت کو ۷/ اپریل تک میڈیکل رپورٹ کچہری میں داخل کرنے کے لیے کہا گیا۔ اس درمیان تصفیہ

کی بھی کوشش کی گئی۔

۱۱/ اپریل ۱۹۱۶ء کو دوسری پیشی میں وکلا اور فریقین کے نمائندہ حضرات نے دو گھنٹہ تک مصالحت کی کوشش کی مگر کامیابی نہ ملی۔ مجسٹریٹ کے سامنے اعلیٰ حضرت کی عدم حاضری کے سرٹیفکٹ سے پیش کیا گیا جس پر فریق مخالف کے وکلا نے بحث کی۔ مجسٹریٹ نے اس پر کوئی جواب نہیں دیا۔ البتہ مزید تصفیہ کی مہلت دیتے ہوئے مقدمہ کی کاروائی ۳۰/ اپریل تک ملتوی کر دی۔

غالباً ۳۰/ اپریل کو مقدمہ کی کارراوئی ہوئی لیکن اعلیٰ حضرت کی عدم حاضری کے سبب آپ کے خلاف سمن جاری کیا گیا۔ اور مقدمہ کی اگلی تاریخ ۲۲/ مئی مقرر ہوئی۔

لیکن مدعا علیہم یعنی ارباب بریلی نے یہ محسوس کیا کہ موجودہ مجسٹریٹ کا رویہ غیر منصفانہ ہے تو ہائی کورٹ میں مقدمہ چلانے کی درخواست پیش کی، جس کی وجہ سے مقدمہ ۲۷/ مئی ۱۹۱۶ء تک ملتوی کر دیا گیا۔

ہائی کورٹ میں مقدمہ چلانے کی عرضی مسترد کر دی گئی البتہ کسی اور کچہری میں مقدمہ منتقل کیے جانے کو مجسٹریٹ کی مرضی پر منحصر کر دیا گیا۔

اس درمیان مجسٹریٹ نے فریقین کو باہم مصالحت کی تجویز پیش کی۔ عدم مصالحت کی صورت میں ڈپٹی کلکٹر مولوی فضل احمد صاحب کے یہاں ۱۹/ جون ۱۹۱۶ء کو مقدمہ کی کارروائی کا حکم دیا۔ نیز اسی درمیان مجسٹریٹ خان بہادر شیخ عبد الغفار نے فریقین کو مزید مصالحت کی مہلت دی، عدم مصالحت کی صورت میں کسی تنخواہ دار ڈپٹی مجسٹریٹ کے یہاں مقدمہ منتقل کر دینے کی بات کہی گئی۔

۱۹/ جون ۱۹۱۶ء کو خان بہادر شیخ عبد الغفار صاحب کے یہاں پھر مقدمہ کی پیشی ہوئی۔ مدعا علیہم کی طرف سے بحیثیت ثالث فریقین کے مخدوم زادے حضرت سید شاہ حامد حسین مارہروی علیہ الرحمۃ کو پیش کیا مگر مدعی حضرات نے حضرت مارہروی کو ثالث ماننے سے انکار کر دیا۔ اور یہ مصالحت کے لیے یہ شرط رکھی کہ اعلیٰ حضرت کچہری میں حاضر ہو کر معافی مانگیں

اور کتاب سد الفرار کی تردید کریں۔

غالبًا اسی طرح کی شرطیں کار فرما تھیں کہ اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ کچہری میں تو میں میرے پاؤں کی جوتی بھی نہیں جائے گی۔ خیر جب مجسٹریٹ نے بات بنتے نہ دیکھی تو ضلع مجسٹریٹ کی طرف مقدمہ کو منتقل کر دیا۔

خیر اس درمیان کچھ تصفیہ کی امید ظاہر ہوئی تو مجسٹریٹ عبد الغفار صاحب نے ۳۰/ جون ۱۹۱۶ء کو بغرض مصالحت فریقین کو اپنے یہاں طلب کیا اور عدم مصالحت کی صورت میں مقدمہ منتقل کیے جانے کی بات کہی۔

مقررہ تاریخ میں مصالحت کی کوئی صورت نہیں نکلی تو صاحب مجسٹریٹ بہادر ضلع کے یہاں ۱۵/ ستمبر ۱۹۱۶ء مقدمہ کی تاریخ مقرر ہوئی۔

۱۵/ ستمبر ۱۹۱۶ء کو اعلیٰ حضرت کی طرف سے میڈیکل سرٹیفکٹ پیش کیا گیا۔ جس پر مجسٹریٹ نے ڈاکٹر کے بیان کا مطالبہ کیا۔ مقدمہ سے متعلق کوئی کارروائی نہیں ہوئی۔

۲۴/ ستمبر ۱۹۱۶ء کو اعلیٰ حضرت کے ڈاکٹر کا تائیدی بیان درج ہوا۔ اور تاریخ ملتوی کی گئی۔

۴/ جنوری ۱۹۱۷ء سے کنور جگدیش پرشاد سی ایس جنٹ مجسٹریٹ کے یہاں باقاعدہ وباضابطہ سماعت مقدمہ شروع ہوئی۔

اعلیٰ حضرت کی طرف سے مولوی حشمت اللہ خان صاحب ایم اے (رٹائرمنٹ مجسٹریٹ) وکیل تھے اور اہل بدایوں کی جانب سے مسٹر ایلمنن بیرسٹرایٹ لا وکیل مقرر تھے، نیز مزید مقامی وکلا بھی پیروی کر رہے تھے۔

پہلی بحث میں مدعا علیہم کی طرف سے مدعی کے قانونًا مدعی بننے پر اعتراض کیا گیا۔ اور مدعی کی طرف سے اپنا تعارف کرایا گیا جس میں مدعی نے خود کو مولانا عبد المقتدر صاحب کا رضاعی بھائی اور مرید بتایا۔ نیز سد الفرار سے متعلق اعتراضات پیش کیے۔ مدعی کی طرف سے گواہوں کے بیانات ہوئے۔

۱۳/ جنوری تک مختلف سماعتیں ہوئیں۔ اور ہر سماعت میں مدعی کی طرف سے کتاب

سد الفرار کے سرورق پر درج کتاب کے ناموں اور مشمولات میں چند جملوں سے متعلق گواہوں کے بیانات ہوئے۔ نیز اعلیٰ حضرت کے بدایوں آنے سے متعلق گواہ پیش کیے گئے۔

۱۶؍ جنوری ۱۹۱۷ء سے مدعاعلیہم کے وکیل مولوی حشمت اللہ خاں ایم اے وکیل ہائی کورٹ اور بابو جھیل بہاری کپور صاحبان نے گواہوں سے جرح شروع کی۔ ۲۰؍ جنوری تک تقریباً بیس گواہوں سے جرح ہوئی اور ان کے بیانات نقل ہوئے۔

۲۲، ۲۳؍ جنوری ۱۹۱۷ء دو دن مسلسل بحث ہوئی۔ چند گواہوں سے جرح ہوئی۔ اعلیٰ حضرت کے خلاف جو کتابیں لکھی گئیں اور جس کے جواب میں سد الفرار تصنیف ہوئی ان کتابوں رسالوں کی عبارات سے متعلق جرح ہوئی جواباً مدعی کی طرف کے گواہوں نے اس بات کا اقرار کیا کہ ان رسالوں میں بعض جملے فحش، برے، غیر مہذب ہیں اور بعض جملے گالیوں پر مشتمل ہیں۔ اس بحث میں جرح کرتے ہوئے ایک گواہ سے ان کے دو خطوط سے متعلق پوچھا گیا جن میں اعلیٰ حضرت کے تعلق سے یہ بھی لکھا گیا تھا کہ

"اگر کسی طریق سے اعلیٰ حضرت بریلوی پر ایک روپیہ بھی جرمانہ ہو جائے تو ایک ہزار تک ادا ہوں کہ انہوں نے بہت سر اٹھا رکھا ہے تم جس معاوضہ کا ہو دو آدمیوں کا انتظام تو ضرور کر ہی دو۔"

مزید اور گواہوں سے جرح کی گئی۔

۲۹؍ جنوری کو مزید مدعی اور مدعی کے گواہوں سے جرح ہوئی۔

مولوی عبد الواحد صاحب سے مولانا حبیب الرحمٰن صاحب کی کتاب "جواب شافی" میں ان کے اعلان سے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے اعتراف کیا کہ

"میرے اعلان کی عبارات تہذیب اور متانت سے گری ہوئی ہیں۔"

نیز اپنی کتاب "مباحثہ اذان" میں درج جملوں کو غیر مہذب بتایا۔ نیز بعض جملوں میں گالی کا پہلو بھی نکلتا ہے اس کا اعتراف کیا۔

۳۰؍ جنوری ۱۹۱۷ء کو مدعاعلیہم کی طرف سے صفائیاں شروع ہوئیں۔

صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی کا بیان:

کتاب سد الفرار میری غیر موجودگی میں شائع ہوئی۔

حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا خاں کا بیان:

کتاب میری تصنیف ہے۔ میرے والد گرامی کی تصنیف نہیں ہے۔ مولانا عبد المقتدر صاحب کو اولاد کی طرح سمجھتا تھا کافر نہیں جانتا۔

مولانا محمد رضا علی خان اور جناب شاہد علی صاحبان نے کتاب کی طباعت واشاعت سے اپنی بے تعلقی کا اظہار کیا۔ اور رنجش کو اس مقدمہ کا سبب بتاتے ہوئے اس کی تفصیل پیش کی۔

۹/ فروری ۱۹۱۷ء سے ۱۳/ فروری ۱۹۱۷ء تک پانچ دن مسلسل مدعا علیہم کی طرف سے صفائیاں پیش ہوئیں۔

تاج العلما سید محمد میاں مارہری علیہ الرحمۃ، صدر الافاضل علامہ سید محمد نعیم الدین مرادآبادی، ملک العلما وغیرہ تقریباً ۱۵/ گواہوں کے بیانات ہوئے۔ تمام گواہوں نے سد الفرار کے متنازعہ جملوں کے فحش اور توہین آمیز ہونے سے انکار کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت اور حجۃ الاسلام کی علمی جلالت بیان کی۔

تاج العلما، صدر الافاضل اور ملک العلما نے خاص کر سد الفرار کے متنازعہ جملوں سے متعلق اعتراضات کے، دلائل کی روشنی میں جوابات دیے۔

بعض گواہوں نے اعلیٰ حضرت کی علالت طبع کے سرٹیفکٹ کی تائید کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت کو بحالت علالت دیکھنے کی گواہی دی۔

۱۳/ فروری سے ۱۹/ فروری تک مسلسل بحث ہوئی۔ وکلاے بدایوں نے تمام تر زور خاص کر کتاب سد الفرار کا اعلیٰ حضرت کی تصنیف ہونے پر صرف کیا۔ وہیں وکلاے بریلی نے اس بات پر زور دیا کہ اگر کتاب سد الفرار کے کسی جملہ سے مولانا عبد المقتدر صاحب کی ہتک عزت ہوتی ہے تو ان کے اہل خاندان کو مقدمہ دائر کرنے کا حق حاصل تھا خارجی لوگوں

کو قانوناً مقدمہ دائر کرنے کا کیا حق!

الغرض ۱۹؍ فروری ۱۹۱۷ء کو بحث ختم ہوئی۔ اور اگلی تاریخ کے لیے فیصلہ ملتوی کر دیا گیا۔

۲؍ مارچ ۱۹۱۷ء کو کنور جگدیش پر شاد آئی سی ایس مجسٹریٹ ضلع بدایوں، نے مدعا علیہم کے حق میں فیصلہ کرتے ہوئے بری کر دیا۔ فیصلہ کا خلاصہ یہ نکلا:

مدعی کم حیثیت ہے۔ مولانا عبد المقتدر صاحب کے رضاعی بھائی ہونے کا دعوی بھی عجیب ہے۔ کتاب "سد الفرار" کے بعض متنازعہ جملے مدعا علیہ کی کتاب تعبیر خواب میں بھی شائع ہو چکے ہیں جو مولانا عبد المقتدر صاحب کی زندگی میں چھپ چکی ہے۔ مگر انہوں نے اس پر کوئی مقدمہ نہیں کیا اور اب بھی ان کے اہل خاندان سے کسی نے بھی مقدمہ نہیں کیا ہے۔ تو مدعی منشی سخاوت حسین کو کیا حق پہنچتا ہے۔

سد الفرار سے قبل اہل بدایوں کی طرف سے جو کتابیں لکھی گئیں ان میں سخت جملے استعمال کیے گئے ہیں۔

سد الفرار مذہبی کتاب ہے جس کا انداز مناظرانہ ہے۔ اس میں کوئی جملہ توہین آمیز نہیں ہاں قدرے گرمی اور غصہ پایا جاتا ہے۔

سد الفرار کے جملے ایسے نہیں جس سے مولانا عبد المقتدر صاحب اور ان کے رشتے داروں کو تکلیف پہنچتی ہو۔

اعلیٰ حضرت "سد الفرار" کے مستقل مصنف نہیں۔ ممکن ہے کچھ شرکت کی ہو۔

دوران مقدمہ اعلیٰ حضرت بدایوں نہیں گئے۔ نہ آپ نے بدایوں میں سد الفرار تقسیم کی نہ بیچی۔

بالجملہ مدعا علیہم کا جرم ثابت نہیں اس لیے انہیں بری کیا جاتا ہے۔

۲؍ مارچ کو اعلیٰ حضرت اور آپ کے احباب کے حق میں کا فیصلہ ہوا۔ اور اس کے بعد امام اہل سنت اعلیٰ حضرت قدس سرہ کو ملک بھر سے تہنیتی خراج پیش کیے گئے۔

تمت

عکوس اخبارات

اخبار ذوالقرنین بدایوں

(۲۸؍مارچ۔۱۹۱۶ء۔ص ۱۰)

بدایوں کا ہفتہ

بدایوں ... مارچ ۱۹۱۶ء کو علی گنج ... مقدمہ خان بہادر شیخ عبد الغفار صاحب کے اجلاس میں پیش ہوا ... مولوی احمد رضا خاں ... [illegible]

جو بدایوں کے بعض مقرروں کی بنیاد پر کیا گیا ہے ... عدالت میں نہیں ہوئے ... اس وجہ سے مقدمہ ملتوی ہوا ہے ... اپریل ... مقرر ہوئی ہے ... [illegible]

... مارچ ... نواب فتح علی خاں صاحب ... [illegible]

فلاں بہادر شیخ ممتاز الدین صاحب، شیخ امین الدین ... شیخ جمال الدین ... صاحب ... اس مدرسہ کی کارروائی ... [illegible]

بدایوں اسلامیہ ہائی اسکول کی کارروائی وصول چندہ جاری ہے ۲۰ مارچ ۱۹۱۶ء کو ایک ڈیپوٹیشن ... مولوی محمد ظہور حسین صاحب ... مولوی محمد فضل اکرم صاحب ... روپیہ نقد وصول ہوئے اور ایک ہزار سے کچھ زیادہ کا وعدہ ... [illegible]

اس ہفتہ میں مولانا مولوی شاہ محمد عبد القادر صاحب قدس سرہٗ کا عرس حسب معمول درگاہ قادری میں ہوا ... خاص طور پر اہل ذوق کو لطف دے رہا تھا۔

متفقہ رستے چڑھ جاتی ہے ریتی
رنگ لاتی ہے یار کی جادو

تحصیل بدایوں میں ... ڈسٹرکٹ بورڈ کا انتخاب ... مولوی محمد اکرام عالم صاحب بی۔اے وکیل ... [illegible]

گورنمنٹ ہائی اسکول کے ... مقدمہ ... ۲۰ اپریل ... [illegible]

سوئٹزرلینڈ پروسٹ آفس کی ... مقدمہ کی سماعت آج ۲۸ سے شروع ہوگی۔

کاغذ اور میدان جنگ

ناظرین کو یہ سنکر تعجب ہوگا کہ میدان جنگ میں ... پیتل، تانبا، اور دیگر اشیاء کا خرچ ہے وہاں کاغذ ... کبھی احتیاج ... وہاں سامان حرب اور بار برداری ... باقاعدہ دفتر بھی ہمیشہ فوج کے ساتھ ... رہتا ہے جس کا انتظام ہر حیثیت سے مکمل ہوتا ہے چنانچہ جنرل ہیڈ کوارٹر کے خاص دفتر میں ... کے دیگر متعلقہ کاموں کے سرانجام دینے کے لئے ... جب فوج میدان جنگ میں موجود ہوتی ہے ... حساب کتاب کے متعلق ... [illegible]

(۱۴/اپریل ۱۹۱۶ء۔ ص۹)



۱۴ اپریل ۱۹۱۶ء

۹

بدایوں روہیل کھنڈ

اردو ادب کی چاشنی

گھر بیٹھ رہوں وہ کارخانہ ہی نہیں
باہر نکلوں تو وہ زمانہ ہی نہیں
کیا دونوں جہاں میں اے خداوند کریم
آنا وے شخص کا ٹھکانا ہی نہیں

حالت نہ پوچھیے مرے شیب و شباب کی
ناز نفس نے دیں خبریں اضطراب کی
شرم گناہ نے شکل مٹا دی عذاب کی
برباد کی امنگ ہمارے شباب کی
دیں سے مٹا دیا مجھے دنیا نے کھو دیا
رسوا کیا مرا غم دل فاش کر دیا

وہ کر رہے ہیں عالم غفلت کے خواب کی
اللہ خیر ہو دل خانہ خراب کی
اے طفل اشک دعوی ہیں حساب کی
مٹی خراب ہو دل خانہ خراب کی
ہیں سب خرابیاں دل خانہ خراب کی
طوفان اشک نے مری مٹی خراب کی

بدایوں

(۱۴؍ نومبر ۱۹۱۶ء۔ ص ۴)

[illegible]

شنیدم کہ مردان راہ خدا
دل دشمناں ہم نکردند تنگ

[illegible]

(۱۴/ نومبر ۱۹۱۶ء۔ ص۵)



۱۴/ نومبر ۱۹۱۶

اگر اس کو قبول کر لیا ہوتا تو اس میں اسلامی پریس کے
عام مقاصد پر بہی غور ہو سکتا ہے
بہرحال اسلامی پریس کانفرنس جو ہے متعلق جلسہ علیگڑھ
میں ہو رہا ہے [illegible] اس کے متعلق جو [illegible] لیکن
علیگڈھ کالج اور کانفرنس کے متعلق صحیح معلومات حاصل
کرنے کا طریقہ یہی ہے کہ آپ اصحاب ہو ان انتظامات
اور ہر چیز کو خود ملاحظہ فرماویں۔ مجکو امید ہے کہ آپ سب
اس دعوت کو قبول فرما کر کارکنان کانفرنس کو ممنون
فرماوینگے

مراسلت

اظہار درد دل

میرے دل کو دیکھکر میری وفا کو دیکھکر
بندہ پرور منصفی کرنا خدا کو دیکھکر

بخدمت ایڈیٹر صاحب ذوالقرنین بدایون۔ بعد سلام
مسنون۔ عرصہ ہوا کہ ایک رسالہ مسمی بہ سنن القرار [illegible]
مصنفہ و مولفہ مولوی حامد رضا خاں صاحب خلف اکبر حضرت
فاضل بریلوی چھپکر شائع ہوا۔ مصنف موصوف نے اس
رسالہ کی دو چار جلدیں اپنی مہربانی سے فقیر کو بھی بھیجیں
فقیر نے بڑی قدر سے اس کا مطالعہ کیا اور اس کے عالمانہ
محققانہ نکات کو پڑھکر اپنی بے بضاعتی و کم علمی [illegible]
[illegible]
ہی عرصہ کے بعد علمائے مدرسہ قادریہ بدایون کی طرف سے
یہ شور سنا گیا کہ مولانا نے فاضل بریلوی پدر مصنف رسالہ
مذکور نے حضرت مولانا عبد المقتدر صاحب کی تکفیر رسالہ مذکور
میں چھپوا دی ہے اور بعد و حد تو سنی الفاظ اس میں لکھوائے
ہیں۔ یہ خبر پاکر نہایت رنج و افسوس کے ساتھ دوبارہ اپنی
نظر کی چند وسعت تک مطالعہ کیا لیکن پھر بھی اپنی کم سوادی
سد راہ بن گئی۔ اب سیاق و سباق کے لحاظ سے
رسالہ مذکور میں کوئی لفظ ایسا نظر نہ آیا جو خدانخواستہ تکفیر
[illegible] اب بھی اپنی کم [illegible] کیا اور دیگر اہل علم
[illegible] رسالہ [illegible] مرحوم [illegible] فاضل
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] ازالہ حیثیت عرفی کا مقدمہ دائر ہو گیا
سنا ہیں خاکسار اس [illegible] دیکھا کہ مدعا علیہم بالمزمان کی

(۱۴ر نومبر ۱۹۱۶ء۔ ص ٦)

فہرست میں یہ فقیر بے توقیر بھی شامل کیا گیا لیکن فرق یہ
ہے وہ اشارہ کیا گیا ہے کہ صداقتی زبان کو صداقت اور ظاہری
زف واوریت سنبھالنے کا ارادہ کیا گیا اور فقیر بے توقیر
[illegible] خالی اور باطنی تکلیف دی گئی۔ ان کے نام ایک اور
[illegible]
[illegible]
[illegible] حاصل کیا گیا۔ جس کی تیجہ خیز شہادت اکمل
التاریخ دیتی ہے۔ بعد طبع وہ ایک مقام پر اکمل
التاریخ میں اصلاح کی چیپیاں لگائی گئیں گو وہ ایک
مجروح اور ٹوٹے ہوئے دل کے لئے مرہم یا پھایا کیا
بن سکتے ہیں بقول شخصے۔ ع

دل را شکستہ ای گو ہر شکستہ۔

فقیر کے علے رؤس الاشہاد یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ یہ بے
بضاعت حق تاحق فاضل بریلوی کا طرفدار ہے حالانکہ اگر انصاف
نظر سے دیکھا جائے تو فاضل بریلوی بجز اپنے مولیٰ تعالیٰ
کے اور کسی دنیا والے کی امداد میں محتاج نہیں۔ [illegible]
[illegible]
[illegible] معتقدین و متوسلین اتنے یا وقار و مالدار
[illegible] ایسے ایسے ہیں مقدسوں کی
ہیں
پیروی کرنے کے بعد ہی سپر انداختہ ہو ہوں۔ ایسی صورت
میں فقیر بے بضاعت کو ان کا معاون ومددگار سمجھنا مور ضعیف کو
حضرت سلیمان کا کفیل جاننا ہے۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ
العلی العظیم۔

بس ہر طرح سے عبور و ازام ہو گیا
تقصیر کی کسی نے مزا نام ہو گیا

اتنی بات ضرور ہے کہ ایک ایسے جلیل القدر و نامور فاضل
کے لئے ایسی نازیبی بات دیکھ کر جو چند غیر معروف
ناموں کی طرف سے روا رکھی گئی دل کو کیا اور صدمہ
قلق ہوا اور وہ بھی محض اس لئے کہ ایک طرف ایک عالم
[illegible] ایک حامل دنیا ہے اور یہ
[illegible]
[illegible]
بنے تو اسی طرح حق گوئی کے لئے حاضر و غایب موجود
رہتا باوجود اس کے کہ فقیر نے تو خبر کی نہیں دکھوں کہ وہ
کوئی قابل وقعت وجہ نہیں بلکہ سجادہ حضرت اچھے میاں صاحب
کی وقعت و عظمت کو بعد اکمل التاریخ وغیرہ کے فرمانے سے
پامال کیا گیا۔ بایں ہمہ فقیر کے دل میں بحمد اللہ قبائی مولانا
عبد المقتدر صاحب اور ان کے اسلاف و اخلاف کی وہی
عظمت و محبت ہے جو ایک دعا گو نے مورثی کو ہونی
چاہئے۔ [illegible] تعظیم و تکریم کے بعد بھی فقیر کے دل
میں وہی وسوسہ وہی شبہہ باقی تھا کہ سد الفرار میں
وہ الفاظ کہاں ہیں جن سے نعوذ باللہ شبہہ مولانا
عبد المقتدر صاحب کی تکفیر ثابت ہوتی ہے۔ اب
اس شبہہ کے شانے کی کوئی تدبیر اس کے سوا خیال
میں نہیں آتی کہ براہ راست فاضل بریلوی سے دریافت
کروں [illegible]
[illegible]
سے اس کا جواب خود آ پہنچا جس کے الفاظ یہ ہیں
ہم نے مولوی عبد المقتدر صاحب کو کافر کہا نہ ہم ان کو
کافر کہتے ہیں نہ ایسا کہتا ان کو روا رکھتے ہیں نہ مصنف
سد الفرار نے سد الفرار میں ایسا لکھا بلکہ جا بجا ان کو سنی
حنفی عالم اپنا بھائی لکھا ہے اور یہی ہم ان کو جانتے ہیں نیز
وہ اور ہم ایک ہی آستانہ عالیہ کے متوسل ہیں وہ لوگ
اپنے رسائل شمس العلوم تذکرہ علیہ وغیرہ جن میں انہوں
نے اللہ رسول صحابہ اور ائمہ اور حضور سیدنا غوث الاعظم کی
توہین کی ہے واپس لیں تو مصنف اپنا رسالہ سد الفرار واپس
لے سکتا ہے۔

یہ الفاظ نہ استعارہ نہ مجاز ہیں نہ لغز و چیستان۔ بلکہ بالکل
عام فہم اردو ہے۔ فقیر نہیں سمجھ سکتا کہ جو شخص اپنی تحریر میں
ایسے الفاظ بالتصریح لکھے وہ کسی تالیف میں اس کے خلاف
لکھ جائے گا۔ بغرض اطلاع عام اس خط کو چھپواتا
ہوں اور مستدعی ہوں کہ مخالفین فاضل بریلوی آپ بھی
فقیر کو سمجھائیں کہ کس جگہ مولانا عبد المقتدر صاحب ممدوح
کی تکفیر کا مضمون یا مفہوم سد الفرار میں ادا کیا گیا ہے
زیادہ بجز دعائے استقامت ایمان کیا لکھوں۔ والسلام
علی من اتبع الہدیٰ۔

راقم
فقیر مہدی حسن ننگ سجادہ حضور اچھے میاں
صاحب رحمۃ اللہ علیہ درگاہ معلیٰ مقدسہ مارہرہ۔

ضروری خبریں
ہندوستان

عربی کی امتحانات

سرکاری گزٹ ممالک متحدہ آگرہ و اودھ میں اعلان ہوا ہے
کہ ملا اور فاضل کے امتحانات کم مارچ ۱۹۱۷ء سے ہر روز جمعہ اور منگل
بعد ہر روز صبح کو دس بجے کے وقت میور سنٹرل کالج الہ آباد
میں شروع ہوں گے ملا کی امتحان کی فیس پانچ روپیہ اور
امتحان فاضل کی فیس پندرہ روپیہ قرار دی گئی [illegible]
جنوری تک یہ فیسیں مسٹر [illegible] صاحب ڈائرکٹر [illegible]

(۷؍ جنوری ۱۹۱۷ء۔ ص ۷)

بدایوں روہیلکھنڈ

بدایوں

[illegible]

(۱۴؍ جنوری ۱۹۱۷ء۔ ص ۷)



بدایوں روہیلکھنڈ

مسئلہ اذان کے سلسلہ میں بدایوں و بریلی کا مشہور مقدمہ سلائبل

(۲۱ر جنوری ۱۹۱۷ء۔ ص ۶)



(۲۸ر جنوری ۱۹۱۷ء۔ ص۶)

آوازۂ ملہم

لا حول ولا قوۃ الا باللہ

بدایوں

بدایوں و بریلی کا مشہور

مقدمہ اپیل

(۷؍فروری ۱۹۱۷ء۔ ص ٦)

۷ - فروری ۱۹۱۷ء

[illegible]

(۱۴؍فروری ۱۹۱۷ء۔ ص۶)



(۲۱؍ فروری ۱۹۱۷ء۔ ص ۶)

مسئلہ اذان کے سلسلہ میں بدایوں بریلی کا مشہور مقدمہ اپیل

۱۴ فروری تک کی [illegible] سلسلہ [illegible] ہم گذشتہ نمبر میں درج کر چکے ہیں

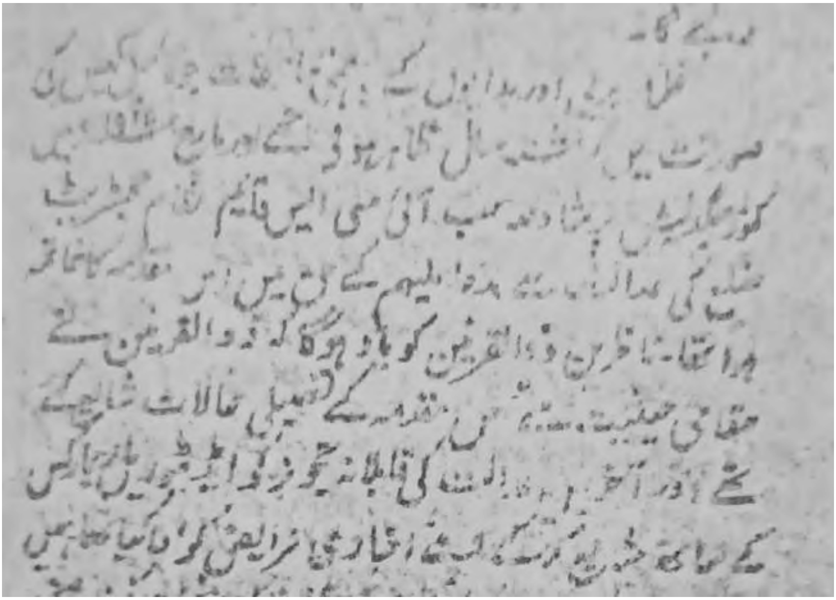
اس ہفتہ میں شہادت صفائی کا سلسلہ ختم ہو کر بحث شروع ہوئی اول منجانب مستغیثان [illegible] کو منشی محمد ابراہیم صاحب مختار مسٹر شروانی اور مسٹر ٹیلن بیرسٹر صاحبان نے اپنی جانب سے بحث کی ۱۰ اور ۱۹ کو منجانب صفائی مولوی محمد حشمت اللہ صاحب (سی ایس) ایم اے وکیل ہائی کورٹ نے بحث کی صاحب مجسٹریٹ بہادر نے دوران بحث میں علاوہ مسئلہ اذان کے دیگر مسائل اور اشتہارات تنبیہ جواب وغیرہ جو مسل میں شامل ہیں پڑھوا کر سنے اور فریقین کو بحث کے لیے کافی وقت دیا۔ بحث کے وقت اجلاس میں پبلک کا خاصہ مجمع ہوتا تھا۔ تمام حاضرین نہایت سکوت اور خاموشی کے ساتھ بحث کو سنتے تھے۔ مستغاثہ کی طرف سے [illegible] قیاسات [illegible] پر جن سے ان کی رائے میں یہ پایا جاتا ہے کہ مسئلہ اذان مولوی احمد رضا خاں صاحب کی [illegible] ہے۔ عدالت کی توجہ دلانے میں زیادہ وقت صرف کیا گیا اور دیگر پوائنٹ بھی جو مستغاثہ کی حمایت میں عدالت کو دکھلائے گئے صفائی کے بحث میں زیادہ تر اس پر زور دیا گیا کہ موجودہ مستغیث کو دعوی کا منصب ہی نہیں اور وکیل مدعا علیہم نے کہا کہ صرف [illegible] کو ہی نالش ہے نہ مرید کو [illegible]۔ صفائی کی بحث ختم ہونے پر مستغاثہ کی طرف سے آخر میں پھر جواب دیا گیا اور اس طریقہ سے ۱۹ فروری کو اس طویل مقدمہ کی کارروائی ختم ہو گئی اب صرف عدالت کو تجویز سنانا باقی ہے تجویز مقدمہ [illegible] تاریخ پیشی کی اس وقت تک کوئی اطلاع نہیں [illegible] ہے صرف [illegible] پیشی ہوگا۔

[illegible] مستقل

(۷؍ستمبر ۱۹۱۷ء۔ ص ۴)

”علمائے بریلوی اور بدایوں کے باہمی تنازعات جو لائبل کیس کی صورت میں گزشتہ سال ظاہر ہوئے تھے ۔اور مارچ ۱۹۱۷ء میں کنور جگدیش پرشاد صاحب آئی سی ایس قائم مقام مجسٹریٹ ضلع کی عدالت سے مدعاعلیہم کے حق میں اس مقدمہ کا خاتمہ ہوا تھا۔“

[اخبار ذوالقرنین بدایوں: ۷؍ستمبر ۱۹۱۷ء۔ ص ۴]



علمائے بریلی اور بدایوں کے باہمی تنازعات جو لائبل کیس کی
صورت میں گزشتہ سال ظاہر ہوئے تھے اور مارچ ۱۹۱۷ء میں
کنور جگدیش پرشاد صاحب آئی سی ایس قائم مقام مجسٹریٹ
ضلع کی عدالت سے مدعا علیہم کے حق میں اس مقدمہ کا خاتمہ
ہوا ... ناظرین ذوالقرنین کو یاد ہوگا کہ ذوالقرنین نے

اخبار دبدبہ سکندری رامپور

(۲۱/ فروری ۱۹۱۶ء۔ ص ۴)

نمبر ۱۵ دبدبہ سکندری ۲۱ فروری ۱۹۱۶ء جلد ۵۲

علما کی چھیڑ چھاڑ

اس عنوان سے فاضل ہمعصر ذوالقرنین بدایوں نے ۱۴ فروری کی اشاعت میں اعلیٰحضرت مجدد مائۃ حاضرہ مولانا مولوی مفتی حاجی قاری شاہ احمد رضا خانصاحب قبلہ بریلوی [illegible] کے [illegible] پر تنقید و تبصرہ کرتے ہوئے مولانا کی تصنیف سد الفرار علی الصید الفرار پر خامہ فرسائی کی ہے اور آخر میں اپنی گہری قابلیت سے ایک قابل قدر مگر مضحک مشورہ دیا ہے کہ علمائے دین کی وہ آزادی کو چھوڑ دیں ورنہ خدا کے یہاں جواب دینا ہوگا اور یہ بھی ممکن ہے کہ دنیا میں بھی اس قسم کی تحریر [illegible] لائیں۔ ہم فاضل ہمعصر کی قدر کرتے ہیں۔ انکی اس جرأت پر رشک کرتے ہیں کہ وہ باوجودیکہ اپنے آپکو انکسار سے طبقہ علما میں نہیں شمار کرتا اور حق یہی ہے کہ علمائے کرام کے مباحث فقہیہ پر زید و عمرو کے سمجھ میں نہیں آتے ہیں پھر بھی وہ امتیاز کرتا ہے کہ اس بارہ میں اعلیٰحضرت جمہور علمائے سلف کے عمل کے خلاف دلائل پیش کرتے ہیں۔ ایک اخبار نویس جو [illegible] معلومات مذہبیہ سے [illegible] بچا ہوا ہے وہ محسوس فرماتے ہیں کہ جو دلائل بریلی سے پیش کئے گئے ہیں وہ جمہور علمائے سلف کے خلاف ہیں تو کیونکر مان لیا جائے کہ شان علما کے خلاف و قبیح نہیں۔ جہانتک میرا خیال ہے اس بارہ میں اب گستاخی صرف علما کا منصب ہے [illegible] سے ان مسائل کی اشاعت ضرور ہوئی لیکن کبھی [illegible] یا فیصلہ نہیں کیا گیا۔ آپکے نزدیک رسالہ سد الفرار میں نہ تو عالمانہ شان ہے نہ عالمانہ معلومات ہیں۔ ہم نہیں سمجھتے کہ کیونکر ایسا لکھ دیا گیا جو محض [illegible] بات ہو عالمانہ شان تو ذوالقرنین [illegible] دیکھتی ہو تو [illegible] فروری کے معزز ذوالقرنین کو [illegible] بجنسہ [illegible] اپنے اخبار میں بند کر دیا تھا لیکن فاضل [illegible] صاحب ذوالقرنین کے بیان سے لوگ غلط رائے قائم کرتے [illegible] کسیطرح یہ تسلیم نہیں کیا جا سکتا کہ بدایوں کے علما ذاتیات کا شکوہ نہیں [illegible] انھوں نے تو کچھ بھی [illegible] لکھا [illegible] میں [illegible] گیا جو کچھ [illegible] لیکن [illegible] ہی جو متانت و صداقت [illegible] آسانی سے معلوم ہو سکتی ہے بشرطیکہ چشم صداقت [illegible]

نمبر ۵

[illegible]

ہم اس امر کے [illegible] کے علما [illegible]

علمائے کرام سے فضول نہیں ہوتی [illegible] بدایوں انکسار [illegible] ہیں۔ ہم جب [illegible] ہیں تو [illegible] مقابلہ [illegible] اغلاط ہونا [illegible] اور [illegible] تسلیم کر لیا جائے کہ بریلی سے جو رسالے شائع ہوئے ہیں نہ تو عالمانہ شان ہے نہ وہ کسی کے پڑھنے کے قابل [illegible] جو باتیں پیش کی ہیں اگر کوئی انصاف سے پڑھیں تو مدرسۃ العلوم بدایوں کی اعلیٰ قابلیت کا ثبوت ملیگا۔ جناب یہ مذہبی [illegible] ہے مذہب صلح کل نہیں۔ اسمیں اگر [illegible] گستاخی کا موقع [illegible] حضرات علمائے کرام کو [illegible] معتقدات [illegible] جسکے ہم خود عادی ہیں لیکن علم سے الگ [illegible] بات مانی جائیگی جسکے آپ اہل ہونگے۔ آپکو بدایوں شریف کے [illegible] عالم کی ذاتیات پر حملوں کا افسوس ہے ہم بھی آپکا ساتھ دینگے لیکن یہ نہ دیکھا کہ کیا وجہ واقع ہوئی ان حملوں کی۔ حق و صداقت کا بول بالا ہے۔ اگر آپ حق پر ہیں اور شخصیت سے الگ ہیں تو علما کے میدان میں کرم فرمائیے اور سد الفرار کا جواب ہی لکھ دیجئے۔ اور صفحہ ۶۲ تا ۱۰۳ پر انصاف کی نظر ڈالئے اور ذرا غور سے پڑھئے کہ کیا کہا گیا ہے [illegible] کون لکھتا ہے۔ اور اگر اسکی توفیق نہ ہو تو آپکے [illegible] معاملات [illegible] کالج ہیں اور [illegible] مسائل دینیہ میں [illegible] کی خامہ فرسائی کافی ہے۔ بدایوں کے علما جانیں یا بریلی کے علما [illegible] اخبار [illegible] آپکے [illegible] نہ زیبا [illegible] مناسب۔ یہ خیر خواہانہ معروض ہے [illegible] امید قبول فرمائیں۔

مقدس رسالہ اسوۂ حسنہ میرٹھ

مقدس رسالہ اسوۂ حسنہ میرٹھ بابت ماہ جنوری ۱۹۱۶ء [illegible] موصول ہوا۔ مضامین سب نہایت [illegible] معلومات مذہبیہ سے پر ہیں۔ حضور [illegible] عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل و محامد قرآن کریم و احادیث سے بیان کئے گئے ہیں۔ [illegible] رسالہ [illegible] یہ مقدس رسالہ [illegible] موصول ہے۔ آپ کو اگر مسائل دینیہ و مذہبی معلومات کا شوق ہے تو ضرور منگائیے۔

رسالہ نظارہ میرٹھ

اردو ادب کا [illegible] منشی محمد [illegible] صاحب [illegible] ۱۹۱۵ء [illegible]

(۲۸؍فروری ۶؍مارچ ۱۹۱۶ء۔ص ۳)

عرس شریف حضرت محبوب الٰہی رضی اللہ عنہ

راقم وحید سکندری کے ایک دوست تحریر فرماتے ہیں کہ حسب دستور سلطان الاولیا حضرت سیدنا سید سلطان نظام الدین اولیا محبوب الٰہی دہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عرس مبارک اس مہینے کی ستر ہویں شریف کو بخیر و خوبی ہوا۔ لوگ دور دور سے حاضر آستانہ ہوئے لیکن موجودہ جنگ اور ہندوستان کے [illegible] معاملات پر مرتب ہو [illegible] مجمع بہت کم تھا۔ لوگوں کو وہ فرحت و بشاشت حاصل نہ تھی جو امن کے دنوں میں میسر ہوا کرتی تھی۔ مسجد نظامیہ میں بڑی بڑی جماعتیں ہوئیں قرآن خوانی اور قول شریف کی بافیض و بابرکت محفلیں برپا ہوئیں ارباب ذوق و شوق نے سماع سے خوب خوب لطف حاصل کئے اور خوب حال کھیلے۔ پولیس سرگرم انتظام رہی۔ وعظ کی مجلسیں کم ہوئیں۔ دہلی کے خوش پوشاک رنگیلوں نے عرس کی چہل پہل کو دوبالا کر دیا تھا۔ لوگوں نے گورنمنٹ انگلشیہ کی فتحیابی کیلئے بھی دعائیں کیں۔ اور بحمد اللہ تعالیٰ عرس شریف بخیر و خوبی ختم ہو گیا۔

مسئلہ اذان ثانی جمعہ میں دعوت مناظرہ

راقم وحید سکندری نے پچھلی اشاعت میں علماء کی [illegible] عنوان سے اخبار ذوالقرنین بدایوں کے [illegible] فروری والے مضمون پر تبصرہ کرتے ہوئے ایک ضروری گزارش پیش کی تھی یعنی یہ عرض کیا تھا کہ اس بارے میں اب کٹ حجتی صرف علما کا منصب ہے۔ اس گزارش پر تقاضی مخلص بدایوں کے کوئی بزرگ ہیں جنکا نام نامی مولوی [illegible] قادری المولوی عالم ہے دفتر ہذا میں ایک مراسلہ ارسال فرماتے ہیں اور بریلوی علما کو دعوت مناظرہ کیلئے مدعو فرماتے ہیں۔ ہم مولوی عالم صاحب کی وجاہت سے صرف اتنا واقف ہیں کہ انکی تحریر ہمارے سامنے آتی ہے۔ ہم اس مراسلے کو درج کر دیتے لیکن [illegible] بہتر یہ صورت متصور ہے کہ مولوی عالم صاحب کو اگر دعوت مناظرہ پیش کرنا ہے تو بذریعہ رجسٹری شدہ خط کے اسکا دعوت ارسال فرمائیں۔ اور سب سے بہتر یہ بات ہے کہ [illegible] روشنی اختیار کیجائے اور مسلمانوں کو کشمکش سے نجات [illegible] فرمائی جائے۔ یہ اختلاف رفع ہوتا نہیں [illegible]

[illegible]

اور مقصد حاصل ہوتا ویسا ہی [illegible] مشکل ہو جائیگا جیسا اب ہو۔ یاد رکھنے کی بات ہے کہ اگر اس بیچ معاملہ کو طے کیا جاتا تو یہ ناگوار تفرقہ جو اس وقت ملت [illegible] میں پیدا ہو گیا ہے ہرگز نہ پیدا ہوتا اور جو پیدا ہو بھی گیا تھا تو آسانی سے مٹ جاتا اور باہم دوستی کے ہاتھ بڑھتے رہتے

یہی گذارش اوس وقت بھی پیش کی گئی تھی جب نزاع [illegible] ہو کر [illegible] شخصیت میں گرفتار ہونیوالی تھی لیکن رامپوری پارٹی سے بحث میں یہ جواب ملا کہ چاہے مولوی احمد رضا خان صاحب ہی پر کیوں نہ ہوں مگر ہم خلاف ضرور کرینگے جب اپنے گھر کی یہ حالت دیکھی تو بتائیے کیا امید ہو سکتی تھی اسکا نتیجہ [illegible] کی طرح [illegible] یہ حال باوجودیکہ امت کو علمائے مصطفویہ کا سچا نمونہ پیش کر کے دنیا کو مسخر کر لینا چاہئے نہ کہ اس خدائی عطا سے حسد کر کے [illegible] ٹھہرانی چاہئے جیسے عرب عجم کے علماء نے اپنے کمالات کا خطبہ پڑھوا لیا۔

جلسہ تقسیم انعام تکمیل الطب لکھنؤ

راقم وحید سکندری کے ایک دوست لکھنؤ سے اطلاع دیتے ہیں کہ جھوائی ٹولہ کے مشہور و معروف مدرسہ تکمیل الطب کے کامیاب طلبہ کو [illegible] جناب نواب [illegible] صاحب بہادر لفٹنٹ گورنر [illegible] دست مبارک سے تمغہ جات و انعامات تقسیم کئے۔ جناب مولوی ابو سعید حکیم محمد عبد الرشید صاحب بہادر آنریری سکرٹری مدرسہ تکمیل نے سالانہ رپورٹ پڑھی۔ مکان جلسہ کا [illegible] [illegible] ہوا تھا۔ سالانہ رپورٹ کے ضمن میں گورنمنٹ کو توجہ دلائی گئی تھی کہ وہ مالی امداد [illegible] مدرسہ کی عزت افزائی فرمائے۔ اسکے جواب میں [illegible] اور وید ک طریقہ علاج میں ترقی کی سخت ضرورت ہے۔ گورنمنٹ کی امداد کی استدعا کے جواب میں حضور [illegible] نے فرمایا کہ موجودہ جنگ کے باعث گورنمنٹ فی الحال اس [illegible] کی مالی امداد نہیں کر سکتی ہے لیکن اس مدرسہ کیساتھ [illegible] پوری ہمدردی ہے۔

رسالہ زراعت و حرفت

راقم وحید سکندری کے دوست جناب [illegible] الدین [illegible] ایف۔ آر۔ ایچ۔ ایس [illegible]

(۵/مارچ ۱۹۱۷ء۔ ص۵)

جلد ۵۳

نواب محمد مزمل اللہ خان صاحب کی پہلی بار کونسل میں شرکت

عالیجناب خان بہادر آنریبل نواب محمد مزمل اللہ خان صاحب رئیس بھیکم پور دام اقبالہ ۲ فروری کو پہلی بار صوبجات متحدہ کی لیجسلیٹو کونسل میں شریک ہوئے حلف وفاداری لیکر تقریر پر آمادگی ظاہر فرمائی اور اردو و ہندی کی بحث پر اردو میں تقریر کرنیکی اجازت چاہی اور فرمایا کہ میری حاضری کا امکان پہلا ہی موقعہ ہے میں سب سے جونیر ہوں۔ اور تو میں کونسل کے ضابطہ کارروائی سے بخوبی واقف نہیں۔ جو رزولیوشن کی گئی مجھے اطلاع نہیں تھی لیکن میں اسوقت اپنے کچھ خیالات پیش کرنے چاہتا ہوں میری ساری عمر اسی میں گذری ہے کہ آبادی کے مختلف فرقوں میں اتحاد پیدا کروں۔ اختلاف رہا تو ہمیشہ قائم رہیگا ...

علمائے بریلی و بدایوں کے مقدمہ میں حق کی فتح

راقم ذبدبۂ سکندری کے ایک شفیق رقمطراز ہیں کہ بریلی و بدایوں کے علماء میں جو سلسلۂ قرآن پر مقدمہ ازالۂ حیثیت عرفی کا بدایوں فوجداری کی کچہری میں چل رہا تھا وہ ۲ مارچ کو خارج ہوگیا۔ اور اسطرح علمائے بریلی کو ایک خاص کامیابی حاصل ہوگئی گویا حق کو فتح نصیب ہوئی۔ یہ سچ ہے الحق یعلو ولا یعلیٰ۔ مفصل آئندہ لکھا جائیگا۔ (اڈیٹر)

دار الریاستہ مصطفیٰ آباد عرف رامپور

شہر کے بعض محلوں سے اطلاعیں آئی ہیں کہ طاعون شروع ہوگیا۔ ایک گھر میں ایکدن میں طاعون سے تین ...

(۱۲/ مارچ ۱۹۱۷ء۔ ص ۷)



(۱۲/مارچ ۱۹۱۷ء۔ ص۸)



(۱۲/ مارچ ۱۹۱۷ء۔ ص۹)

[illegible]

تقرار کا اصل مصنف کون ہے؟

[illegible]

۳۔ طرزِ بیان کی اشاعت کتاب کیلئے چندہ میں آمد اور شیخ محمد سلیمان صاحب کی جانب مدد

[illegible]

(۱۲/مارچ ۱۹۱۷ء۔ ص ۱۰)



نمبر ۲۰ ۔ دبدبۂ سکندری

محمد سلیمان کے مکان کو جو بہ حیثیت ملزمان کے غیر حاضر ہیں تو اس کے ۔۔۔ وہاں پہنچکر یہ معلوم کر لیگی کہ ۔۔۔ تکلیف نہیں اٹھانا پڑا ۔۔۔ محمد سلیمان ۔۔۔

۔۔۔ ملزم ملجاتے ہیں اور وہاں اسکو کتاب ۔۔۔ کی ایک جلد بھی ملجاتی ہے ۔۔۔ اسکے اصلی مصنف مولوی احمد رضا خان ہیں ۔۔۔

۔۔۔ مولوی احمد رضا خان بدایوں اپنے رشتہ داروں کے یہاں ۔۔۔ اور فروخت کرتے ہیں ۔۔۔ ایسے بھی ہیں جو کتاب کو سمجھ بھی نہیں سکتے تھے۔

مستغیث کو استغاثہ دائر کرنے کا قانونی حق

ملزمان کی طرف سے یہ عذر بھی پیش کیا گیا تھا کہ مستغیث کو قانونا حق نالش بھی حاصل نہیں ہے ۔۔۔ عدالت نے لکھا ہے ۔۔۔ اگر میں صرف اسی قانونی پوائنٹ پر اس مقدمہ کا فیصلہ کرتا ۔۔۔ دفعہ ۴۹۹ تعزیرات ہند کی تشریح اول میں ۔۔۔

(ڈاکٹر صاحب ذوالفقار علی کی راستی)

سرمایہ مسلم یونیورسٹی پر اخبارات کا ۔۔۔

(۱۹/ مارچ ۱۹۱۷ء۔ ص ۱۰)

نمبر ۲۱ دبدبۂ سکندری — ۱۹ مارچ ۱۹۱۷ء — جلد ۵۳

مولانا حبیب الرحمن خان صاحب شروانی سالانہ اجلاس ندوۃ العلماء مدراس کے میر مجلس منتخب کیے گئے ہیں

راقم دبدبۂ سکندری کے شفیق جناب مکرم صاحب ندوۃ العلماء اطلاع دیتے ہیں کہ عالیجناب فخر العلماء مولانا مولوی محمد حبیب الرحمن خان صاحب بہادر شروانی [illegible] (ضلع علیگڑھ) ندوۃ العلماء کے اجلاس [illegible] جو واقع مدراس کے [illegible] سات آٹھ اور نو اپریل ۱۹۱۷ء کو مدراس میں ہوگا صدر نشین منتخب ہوئے ہیں۔

[illegible]

کامیاب ہوگا۔

عرس سراپا قدس

[illegible]

فاضل بریلوی کی کامیابی مقدمہ کی مبارکبادیاں

[illegible]

حضور سید محمد مہدی حسن میاں قدس سرہ، سابق سجادہ نشین درگاہ مارہرہ مقدسہ

”فقیر پر علیٰ رؤس الاشہاد یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ یہ بے بضاعت حق ناحق فاضل بریلوی کا طرف دار ہے حالاں کہ اگر امعان نظر سے دیکھا جائے تو فاضل بریلوی بجز اپنے مولیٰ تعالیٰ کے اور کسی کے دنیاوی امور میں محتاج نہیں۔ چشم بددور وہ صاحب ریاست ہیں۔ ذاتی ثروت و وجاہت کے سوا ان کے معتقدین و متوسلین اتنے باوقار و مال دار ہیں کہ باوجود ممانعت سخت ایسے ایسے بیس مقدموں کی پیروی کرنے کے بعد بھی سپر انداختہ نہ ہوں۔ ایسی صورت میں فقیر بے بضاعت کو ان کا معاون دنیوی سمجھنا مور ضعیف کو حضرت سلیمان (علیہ السلام) کا کفیل جاننا ہے۔.......

اتنی بات ضرور ہے کہ ایک ایسے جلیل القدر و نامور فاضل کے لیے ایسی بازاری اہانت دیکھ کر جو چند غیر معروف ناموں کی طرف سے روا رکھی گئی دل دکھا اور صدمہ و قلق ہوا اور وہ بھی محض اس لیے کہ ایک طرف ایک عالم دین ہے اور دوسری طرف ایک عامل دنیا ہے۔ اور یہ وہ بے لاگ صدمہ ہے جو ہر ملت پرست کو ہونا چاہیے۔ خدانخواستہ دور از حال یہی قضیہ برعکس ہوتا تو یہ فقیر بے نوا اسی طرح حق گوئی کے لیے حاضر و غائب موجود رہتا۔“

راقم فقیر مہدی حسن ننگ سجادہ حضور اچھے میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ درگاہ مقدسہ مارہرہ۔“

[اخبار ذوالقرنین بدایوں: ۱۴/ نومبر ۱۹۱۶ء۔ ص۵،۶]

کنور جگدیش پرشاد آئی سی ایس مجسٹریٹ ضلع بدایوں کا فیصلہ

یہاں نہایت کامیابی کے ساتھ ثابت کردیا گیا ہے کہ مدعی کوئی باحیثیت شخص نہیں ہے۔...... میں اس کتاب کے مزیل حیثیت عرفی ہونے یا نہ ہونے کے متعلق اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ اس سے مولانا عبدالمقتدر صاحب کی توہین نہیں ہوتی اور یہ کہ وہ ان کے خاندان یا کسی رشتہ دار قریبی کے خیالات کو دکھ پہنچانے کے لیے نہیں لکھی گئی ہے وہ مذہبی مناظرہ کی ایک کتاب ہے۔...... ”میں تجویز کرتا ہوں کہ جرم ثابت نہیں ہے اور میں جملہ ملزمان کو بری کرتا ہوں“

[اخبار ذوالقرنین، بدایوں، اخبار دبدبہ سکندری رامپور]